فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مواعظ مظہری

مصنفہ

شیخ الاسلام حضرۃ العلامہ مفتی اعظم الحاج الشاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی ۱

Marfat.com

مواعظ مظہری

۲۳۲

مصنّفہ

حضرت مفتیٔ اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ
خطیب شاہی، مسجد جامع فتحپوری، دہلی۔

مُرتّبہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی
(مغربی پاکستان)

Marfat.com

(١) مرتب ______ پروفیسر محمد مسعود احمد (کوئٹہ)

(٢) کاتب ______ مولانا عبدالباقی (کوئٹہ)

(٣) طابع ______ سید صابر علی (کراچی)

(٤) مطبع ______ مشہور آفسٹ پریس، میکلوڈ روڈ، کراچی

(٥) ناشر ______ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

(٦) سنہ طباعت ______ ١٣٩٠ھ / ١٩٧٠ء

(٧) اشاعت ______ اوّل

(٨) تعداد ______ ایک ہزار

(٩) قیمت ______ [redacted]

مدینہ پبلشنگ کمپنی
5/-
قیمت
بندر روڈ کراچی

انتساب

قطب الواصلین، غوث العارفین حضرت الحاج شاہ محمد رکن الدین
رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی جن کے انوارِ علم و عرفاں سے ظلمت
کدۂ ھند میں اُجالا ہوُا

ذرّہ خورشید آشنا از سایۂ اش
قیمت ہستی گراں از مایۂ اش

اور جن کے اعجاز نظر نے مُردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشی

از قمُ او خیزد اندر گور تن
مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن

Marfat.com

حرفِ آغاز

حضرت مفتی اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مواعظ وصال سے تین چار سال قبل تحریر فرمائے تھے جب کہ سن شریف اسّی سال سے متجاوز ہو گیا تھا ـــــ حضرت ممدوح اولاد امجاد کی تعلیم و تربیت پر خاص نظر رکھتے تھے اور تحریر و تقریر کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے خود لکھ کر دیا کرتے تھے، چناں چہ یہ مواعظ اسی کوشش کی ایک جھلک ہے۔ بیشتر مواعظ اُس مخصوص محفل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تحریر فرمائے جو ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کی شب کو مسجد جامع فتح پوری، دہلی میں تزک و احتشام سے منعقد ہوتی تھی، اسی محفل میں حضرت کے صاحب زادگان اور پوتے بھی تقریر فرمایا کرتے تھے، یہ مواعظ انہیں کے لئے تحریر فرمائے۔

چوں کہ ان مواعظ میں حضرت ممدوح نے براہ راست سامعین سے خطاب نہیں فرمایا اس لئے مقررین کی علمی استعداد اور قابلیت کو پیش نظر رکھا ہے، ان مواعظ سے حضرت ممدوح کی تبحر علمی اور فضل و کمال کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، اصل کمال دیکھنا ہو تو فتاویٰ مظہری (مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۰ء) مطالعہ کی جائے۔

اس مجموعے میں حضرت ممدوح کے مکتوبہ معدودے چند مواعظ شامل کئے گئے ہیں، حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے آخری انیس سالہ دور (۱۹۴۷ء - ۱۹۶۶ء) میں بکثرت مواعظ تحریر فرمائے، افسوس یہ سارا سرمایہ محفوظ نہ رکھا جا سکا، اس کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ نے مسجد جامع، فتحپوری، دہلی میں تقریباً نصف صدی تک تبلیغ و ارشاد کے فرائض انجام دیئے مگر صد افسوس کہ حضرت ممدوح کے یہ ملفوظات بھی محفوظ نہ رکھے جا سکے ورنہ مواعظ و ملفوظات پر متعدد مجلدات پیش کرنے کی سعادت

Marfat.com

حاصل ہوتی۔

اس مجموعے میں جو مواعظ شامل کئے گئے ہیں ان میں آٹھ مواعظ حضرت علیہ الرحمہ کے پوتے فاضل نوجوان مولینا مکرم احمد سلمہٗ (دہلی) نے عنایت فرمائے ہیں، راقم الحروف جب فروری ۱۹۶۸ء میں دہلی حاضر ہوا تو عزیز موصوف سے مواعظ کے مسوّدات اپنے ساتھ لے آیا تھا ـــــ ایک تقریر جو 'شب معراج' سے متعلق ہے حضرت علیہ الرحمہ کی صاحبزادی (بہاولپور) نے عنایت فرمائی فجزاہما اللہ احسن الجزاء، ایک مختصر مضمون جو شب قدر سے متعلق ہے ایک رسالے سے حاصل کیا گیا ہے اور اس طرح یہ مختصر مجموعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

چوں کہ یہ مواعظ مرتب نہ تھے اس لئے ترتیب و تدوین کے وقت پہلے یہ سوچا کہ ان مواعظ کے زیب عنوان جو آیات قرآنیہ ہیں انہیں کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا جائے مگر جب یہ محسوس ہوا کہ آیات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا تو مواعظ کے مضامین میں ربط و تسلسل باقی نہیں رہے گا تو پھر مضامین کے اعتبار سے تدوین کو ترجیح دی گئی جس سے قدرے ربط و تسلسل پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ راقم نے تمام مواعظ کے عنوانات بھی قائم کر دیئے ہیں تاکہ توضیح و تفہیم مطالب میں مزید سہولت ہو۔ چوں کہ یہ مواعظ حضرت علیہ الرحمہ نے اولاد امجاد کے لئے تحریر فرمائے ہیں اس لئے جہاں کہیں حضرتؒ نے اپنے لئے صیغۂ واحد غائب استعمال کیا تھا راقم نے وہاں ذرا سی ترمیم کر کے واحد متکلم کر دیا ہے اور اس مقام پر مضمون میں ذرا سی تبدیلی بھی کر دی تاکہ قارئین کرام کو الجھن نہ ہو۔

ابتداء میں ان مواعظ کے نہ صرف عنوانات کی فہرست دی ہے بلکہ "فہرس المضامین" کے عنوان سے ہر وعظ کا ایک خاکہ بھی پیش کر دیا ہے تاکہ مقررین و واعظین استفادہ کرنا چاہیں تو سہولت رہے، اس کے بعد صاحب مواعظ مظہری کی سیرت پاک "حیات مظہری" کے عنوان سے مختصراً پیش کر دی ہے، پھر "افتتاحیہ" کے عنوان سے بعض ضروری امور پر بحث کی ہے اور آخر میں مواعظ کی مناسبت سے نعتوں کا ایک انتخاب "سبد گل" کے نام سے شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے ان مواعظ میں جہاں کہیں قرآنی آیات پیش کی ہیں،

Marfat.com

وہاں سورت و آیت کا حوالہ تحریر نہیں فرمایا تھا، راقم نے ہر آیت کا حوالہ قوسین میں لکھدیا ہے، اس سلسلے میں مولینا عبدالقیوم صاحب (کوئٹہ) نے اعانت فرمائی چوں کہ مواعظ، مقالات نہیں ہوتے اس لیئے حضرت علیہ الرحمہ نے کتابوں کے تفصیلی حوالے نہیں دیئے اور جہاں کہیں اشارۃً حوالے دیئے ہیں ان کو فہرس مآخذ و مراجع کے عنوان سے آخر میں جمع کر دیا ہے اس سلسلے میں مولینا عبدالقدوس ہاشمی (راولپنڈی) نے اعانت فرمائی، فجزاہما اللہ احسن الجزاء۔

راقم نے تقریباً دو ماہ میں یعنی جون و جولائی ۱۹۶۹ء (ربیع الاوّل، ربیع الثانی، جمادی الاوّل ۱۳۸۹ھ) میں مواعظ مظہری کا مبیضہ تیار کیا اس کے بعد محترم مولینا عبدالباقی (کوئٹہ) نے دو ماہ میں یعنی اگست و ستمبر ۱۹۶۹ء (جمادی الاول، جمادی الاخر، رجب ۱۳۸۹ھ) اس مجموعے کی کتابت مکمل فرمائی، اور از راہ محبت و عقیدت مواعظ مظہری کی کتابت کے معاوضے کا تیسرا حصّہ بھی نذر فرمایا، اب طباعت و اشاعت کے فرائض حضرت علیہ الرحمہ کے محب خاص حکیم محمد تقی صاحب (کراچی) انجام دے رہے ہیں، موصوف اس سے قبل سلسلۂ مظہریہ کی پانچ کتابیں چھپوا کر شائع کرا چکے ہیں یعنی مظہر الاخلاق، ارکان دین، تذکرۂ مظہر مسعود، مکاتیب مظہری (جلد اوّل)، فتاوٰی مظہری (جلد اول و دوم)، اور اب اسی سلسلے کی یہ چھٹی کتاب مواعظ مظہری شائع فرما رہے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اگر حالات نے مساعدت کی تو انشاء اللہ سلسلۂ مظہریہ کی باقی کتابیں بھی پیش کی جائیں گی۔

(پروفیسر) محمد مسعود احمد
کوئٹہ (مغربی پاکستان)

جولائی ۱۹۶۹ء
جمادی الاوّل ۱۳۸۹ھ

Marfat.com

فہرس المضامین

حیاتِ مظہری ـــــ پروفیسر محمد مسعود احمد ۲۱

افتتاحیہ ـــــ پروفیسر محمد مسعود احمد ۵۱

مواعظِ مظہری ۹۷

(۱)

شرک و توحید ۹۹

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(۱ خطبہ ـــــ کلمہ کے حقیقی معنی ـــــ کلمہ کے جزو اوّل میں توحید کامل کا ذکر ہے ـــــ توضیح و تشریح ـــــ قول حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ شرک کے حقیقی معنی و مفہوم ـــــ حق جل مجدہ نے حسب صلاحیت اپنی صفات کاملہ سے بندوں کو نوازا ہے ـــــ واقعہ حضرت آصف بن برخیا ـــــ ارشاد قرآن ـــــ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بیان ـــــ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی کمال قوت ـــــ حضرت آدم علیہ السلام کی وسعت علم ـــــ صفات الٰہیہ اور صفاتِ عباد میں کوئی نسبت نہیں ـــــ مشرک کون ہے ـــــ

Marfat.com

مسلکِ وہابیہ اور ان کی کتابیں

ب) کلمہ کے جزو ثانی کی توضیح و تشریح —— آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رسالت —— اللہ اور رسول کی فرماں برداری عین ایمان ہے، تکذیب یا تکفیر کفر ہے ——

ج) شرک و توحید —— کفر و ایمان —— فرض —— واجب —— سُنّت موکدہ —— سُنّتِ غیر موکدہ —— مستحب —— حرام —— مکروہ تحریمی —— اساءت —— خلافِ اولیٰ —— مباح —— بدعت

(۲)

۱۱۰

منشأ تخلیق

کُنت کنزاً مخفیاً فاحببت الخ

ا) مخلوق کی پیدائش کا مقصود عرفانِ الٰہی ہے —— آیت شریفہ اور تفسیر و تشریح —— دورِ جدید کا انسان روح سے مجازی منافع حاصل کر رہا ہے، حقیقی منافع سے بے خبر ہے —— اقسامِ علوم —— علم دراست —— علم وراثت —— علم وراثت انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ہے —— علم وراثت کے حامل اولیاء اللہ ہیں —— حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے محامد میں ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم —— حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محامد میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم —— اولیاء اللہ کی شان میں ارشاد محمدی صلی اللہ علیہ وسلم —— اولیاء اللہ کی پہچان

ب) مخلوق کی پیدائش اور انسان کی ترقی کا حال علم باطن کی

روشنی میں ـــــ عالم احدیت ـــــ عالم لاہوت ـــــ
عالم امر ـــــ عالم وحدت ـــــ عالم واحدیت ـــــ
عالم جبروت

③

میثاق النبیّن ۱۱۴

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ

(ا) خطبہ ـــــ ترجمہ و تفسیر آیات شریفہ ـــــ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کا قول ـــــ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی بشارت
ـــــ یہود کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعائے
نصرت مانگنا ـــــ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ
آیات توریت شریف

(ب) آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ ارشاداتِ الٰہیّہ ـــــ
قول صحابی رضی اللہ عنہ ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
وتکریم ـــــ حیوانات کے دل میں آں حضرت کی عزت و توقیر ـــــ
ـــــ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ ـــــ آں حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "بھائی" کہہ کر خطاب فرمانا ان
کے لئے دولت کونین سے برتر تھا ـــــ دور جدید کے مسلمانوں
کا حال ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مثل بتانا ـــــ
آداب نبوی کے سلسلے میں حق جل مجدہٗ کا صحابہ کو زجر و توبیخ کرنا۔
ـــــ دربار رسالت میں محض آواز اونچی کرنے پر قرآن کریم کی
تہدید ـــــ صحابہ کا اضطراب ـــــ ازواج مطہرات بھی
دوسری عورتوں کے مثل نہیں ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے مقام عالی کا تحقق عقل سے ماوراء ہے ـــــ

Marfat.com

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا خراجِ عقیدت

(۴)

ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا

(ا) آیت شریفہ ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں ـــــ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بشارت ـــــ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاحب روح البیان کا بیان ـــــ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا علم مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تبصرہ ـــــ حدیث مبارکہ

(ب) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ـــــ انس وجن کو قوت مدرکہ عطا فرما کر آزمائش مقصود ہے ـــــ صحابہ کا اونچی آواز سے دربار رسالت میں گفتگو کرنا ـــــ حق جل مجدہٗ کی تہدید شدید ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام حیات ظاہری اور حیات باطنی دونوں صورتوں میں مطلوب ہے ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے قرآنی آداب ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشریح و تفسیر ـــــ حق جل مجدہٗ کا قرآن کریم میں "یا محمد" کہہ کر خطاب نہ فرمانا غماز ادب ہے ـــــ قرآن کریم میں نعت شریف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام کیا گیا ہے

(ج) جو مخلوق قوت مدرکہ سے محروم ہے اس کی فطرت میں عظمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مرتسم ہے ـــــ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے عم محترم کا مشاہدہ ـــــ معجزۂ شق القمر ـــــ معجزۂ رجعت آفتاب ـــــ معجزۂ غار ثور ـــــ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کی والدہ کا مشاہدہ ــــ معجزہ باران رحمت ــــ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشاہدہ ــــ سراقہ بن مالک کے
ساتھ عجیب واقعہ ــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رود نیل کے
نام حکم نامہ بھیجنا ــــ حضرت اسامہ کا مشاہدہ ــــ حضرت
انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ

۵

درود و دعاء

۱۴۳

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

(ا) خطبہ ــــ آیات شریفہ کا ترجمہ اور تشریح ــــ
سالکین راہ طریقت کا درود شریف تلقین کرنا ــــ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات و احسانات ــــ
درود شریف اور قبولیت دعا ــــ دعا کا رد ہونا بھی حکمت
سے خالی نہیں

(ب) آداب دعا ــــ حرام روزی سے اجتناب کرنا ــــ
ــــ وہب بن منبہ کی روایت ــــ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
ــــ خضوعی قلب سے دعا کرنا ــــ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ
السلام ــــ واقعہ بنی اسرائیل ــــ ناجائز امور اور
محرمات کا طلب کرنا ــــ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم
ــــ قرآن کریم کا فرمان ــــ طلب پیہم سے اکتا نہ جانا
ــــ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ــــ قبولیت دعا
اور ابلیس و فرعون ــــ ارشاد محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ــــ
ــــ قیامت کے دن رب تبارک تعالیٰ کا بندوں سے خطاب
ــــ ذوق و شوق اور اعتماد کامل کے ساتھ دعا مانگنا ــــ

Marfat.com

واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام

(۶)

تحدیثِ نعمت

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

(ا) خطبہ ——— ترجمہ و تشریح آیات شریفہ ——— صاحب تفسیر سراج المنیر کی تفسیر ——— صاحب تفسیر روح البیان کی تشریح ——— نعمت سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے ——— صاحب دلائل الخیرات کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو 'نعمۃ اللہ' اور 'رحمۃ اللہ' کے خطابات سے یاد کرنا ——— شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں خراج عقیدت ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف تمام نعائم الٰہیہ کا ذکر ہے ——— بعثت سے قبل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و اذکار ——— حضرت آدم علیہ السلام کا پہلی بار مشاہدہ ——— حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کا بشارت سنانا ——— تورات شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ——— یہود کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعائے نصرت مانگنا ——— قرآنِ کریم کی گواہی ——— قرآنِ پاک میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر شریف

(ب) مولود شریف صرف اس لئے بدعت نہیں ہو سکتا کہ اس میں سرکار ابد قرار کی تشریف آوری کا ذکر کیا جاتا ہے ——— خود حق جل مجدہٗ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کی ہدایت فرماتا ہے ——— سرکار اقدس کا اپنی ولادت اور محامد و محاسن کا خود بیان فرمانا ——— ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم،

Marfat.com

مولود شریف کو بدعت کہنا صحیح نہیں ——— بدعت کے تحقیقی معنی
ومفہوم ——— اقسام بدعات ——— سیئہ[1] ———
حسنہ[2] ——— محرمہ[3] ——— واجبہ[4] ——— مستحبہ[5] ———
مباحہ[6] ——— صاحب کتاب القواعد علامہ شیخ عزیز الدین کا قول
——— اقسام بدعات میں مولود شریف بدعت مستحبہ ہے

(ج) مولود شریف دیگر بدعات (حسنہ، واجبہ، مستحبہ، مباحہ)
کی طرح ضرورۃً رواج پاگیا ——— شہر موصل میں حضرت عمر بن محمد
رضی اللہ عنہ نے مولود شریف کا آغاز کیا ——— بادشاہوں میں
ابوسعید مظفر نے تخصیص وتعیین یوم کے ساتھ مولود شریف منعقد
کیا ——— حافظ ابوالخطاب بن وجیہہ رضی اللہ عنہ نے مولود
شریف پر اپنی تصنیف پڑھی ——— سلطان ابوسعید کی نوازشات
وعنایات ——— تمام بلاد اسلامیہ میں محافل میلاد النبی صلی
اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ——— ملا علی قاری، علامہ حلبی اور علامہ
قسطلانی کی شہادتیں ——— حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی
کا قول ——— مولود شریف کے برکات وحسنات ———
بعض علماء کا رد لکھنا ——— نفس مولود کا رد نہیں بلکہ غیر شرعی
لوازمات کا رد مطلوب تھا ——— شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا قول
——— متاخرین علماء دہلی کے ہاں محافل میلاد النبی کا انعقاد
——— حضرت شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز حاجی
امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہم مولود شریف کے حامی تھے ———

(د) مولود شریف میں قیام بھی شرک نہیں ———
صاحب غنیۃ المتملی اور کبیری کے بیانات ——— مولود شریف پر
متقدمین ومتاخرین کا اتفاق ——— قیام مولود شریف کی مختلف
تاویلات ——— ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

۷

تصرفاتِ محمدیہ

۱۸۳

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

(ا) خطبہ ــــ مناجاتِ منثور ــــ نعت منثور ــــ
آداب مجلس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ــــ صحابۂ کرام
کا دربار رسالت میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھنا ــــ قاضی عیاض
رضی اللہ عنہ کا قول ــــ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ــ
ــ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر ولادت نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم فرمانا ــــ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

(ب) ترجمہ و تشریح آیاتِ شریفہ ــــ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا تصرف جمیع عوالم میں ــــ اقسام عوالم ــــ
عالم معانی ــــ عالم ملائکہ ــــ عالم انسان ــــ
عالم جنات ــــ عالم علوی ــــ عالم بسائط ــــ
عالم حیوانات ــــ عالم نباتات ــــ عالم جمادات ــــ

(ج) معجزات عالم معانی ــــ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ
عنہ کے لئے بشارت نبوی ــــ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ
کے لئے بشارت نبوی ــــ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے
لئے بشارت نبوی ــــ معجزات عالم ملائکہ ــــ
مشاہدہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ــــ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ ــــ عمران بن حصین کا مشاہدہ
ــــ حضرت ابوہریرہ کا دوسرا مشاہدہ ــــ عائذ
بن عمرو کا بیان ــــ سمرۃ بن جندب کا بیان ــــ
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ــــ زوجۂ عقبہؓ کا بیان

Marfat.com

حضرت خالد بن الولید کا بیان ـــــ عبداللہ بن عتیک کا بیان ـــــ
عثمان بن حُنیف کا بیان ـــــ معجزاتِ عالم جنات ـــــ
بعثت نبوی کے وقت آسمان پر جنوں کا جانا موقوف ہو جانا ـــــ
ـــــ جماعاتِ اجنہ کا مشرف باسلام ہونا ـــــ حضرت خالد بن
الولید کا مشاہدہ ـــــ جبل ابو قبیس کا واقعہ ـــــ
معجزۂ عالم خاک ـــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ـــــ
ـــــ معجزۂ عالم آب ـــــ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ
ـــــ معجزۂ عالم آتش ـــــ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا
مشاہدہ ـــــ معجزۂ عالم ہوا ـــــ حضرت انس رضی اللہ عنہ
کا مشاہدہ ـــــ معجزۂ عالم جمادات ـــــ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ کا مشاہدہ ـــــ معجزۂ عالم نباتات ـــــ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ ـــــ معجزۂ عالم حیوانات ـــــ
ـــــ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ ـــــ آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف نہ صرف عالم علوی بلکہ تمام عوالم میں جاری
وساری ہے ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات
مشیت الٰہی کے تابع ہیں ـــــ

(۸)

شب معراج ۲۰۲

(۱) سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
ترجمہ و تشریح آیاتِ شریفہ ـــــ صاحب تفسیر جلالین کی
تفسیر ـــــ صاحب فتوحاتِ الٰہیہ کی تفسیر ـــــ واقعہ
معراج خلاف عقل نہیں ـــــ پلک جھپکنے سے قبل تخت بلقیس
کا آنا ـــــ واقعہ معراج رات کے مختصر حصے میں ہوا۔

Marfat.com

عزت و توقیر ۲۰۴

(ب) وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ——— اشیاء منسوبہ کی تعظیم بھی لازم ہے ——— توہین کفر ہے

شفاعت ۲۰۵

(ج) عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی سفارش فرمائیں گے ——— قرآنِ کریم کا ارشاد ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ——— قیامت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا منظر

⑨

شب مبارک ۲۰۷

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

ترجمہ آیاتِ شریفہ ——— شب قدر میں حق جل مجدہ خوب خوب نوازتا ہے ——— جو اس کی برکت سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا ——— رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں عبادت کی جائے ——— کسی قیمت پر اس دولت عظمیٰ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے

———

Marfat.com

۱۰

خلافت

۲۰۹

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

(ا) حضرت علی کا منصب خلافت قبول کرنے سے انکار ——— صحابۂ کرام کا اصرار ——— منصبِ خلافت قبول فرمانا ——— ملک شام میں بنی امیہ کی ریشہ دوانیاں ——— حضرت علی پر شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا الزام ——— امیر معاویہ کا لوگوں کو اکسانا ——— امویوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ورغلانا ——— مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ روانگی اور راستے ہی سے واپسی ——— مروان بن الحکم کا مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت عائشہ کو حضرت علی کے خلاف برانگیختہ کرنا ——— حضرت عائشہ رض کے خدشات بتقاضائے فطرتِ نسوانی تھے ——— حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ ہائلہ سے فطری طور پر حضرت عائشہ رض کا متاثر ہونا ——— مخالفین حضرت علی کا حضرت عائشہ رض کو مشورہ دینا کہ وہ بصرہ جا کر اہل عراق کو حضرت علی سے بدلہ لینے پر آمادہ کریں

(ب) حضرت عائشہ رض کی بصرہ روانگی ——— مقام حوأب پر کتوں کا بھونکنا اور آپ کا واپس ہونا ——— مخالفین کا غلط بیانیوں سے واپسی کے ارادے سے باز رکھنا ——— جنگ جمل کی خوں ریزیاں ——— حضرت عائشہ رض پر صحابہ کی جاں نثاریاں ——— مالک بن اشتر کا حضرت عائشہ رض کے ناقہ مبارک پر سخت حملہ ——— مخالفین علی کرم اللہ وجہہ کی ہزیمت ——— حضرت عائشہ رض کا مدینہ منورہ تشریف لیجانا۔

Marfat.com

(ج) گورنر شام معاویہ بن سفیان کی بغاوت ——— حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افواج کا حدود شام میں داخل ہونا ——— مقام صفین پر دونوں افواج کا تصادم اور خوں ریز جنگ ——— التوائے جنگ کے بعد جانبین کے ثالثوں (حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص) کا مقام دومۃ الجندل پر ملاقات کرنا ——— ثالثوں کا فیصلہ ——— حضرت ابو موسیٰ اشعری کا اعلان ——— حضرت عمرو بن العاص کا چال چل جانا ——— امیر معاویہ کا تخت خلافت پر متمکن ہونا ———

(د) معاویہ بن شریح کا گورنر مصر حضرت محمد ابن ابوبکر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنا ——— انقلاب پسند گروہ کی تشکیل ——— حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن العاص کے قتل کی سازش ——— عبداللہ بن مبارک کا معاویہ پر حملہ کرنا اور ان کا شدید زخمی ہونا ——— عبدالرحمن بن ملجم کا مسجد کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھرپور وار کرنا اور آپ کا شدید زخمی ہونا ——— زخموں کی تاب نہ لا کر منصب شہادت پر فائز ہونا۔

ماخذ و مراجع ٢٢١

سبدِ گل ——— پروفیسر محمد مسعود احمد ٢٢٩

Marfat.com

حیاتِ مظہری

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

Marfat.com

حیاتِ مظہری

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

(۱)

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ[1] پاک و ہند کے مشہور و معروف علماء و صوفیہ میں سے تھے، آپ دہلی کے جلیل القدر عالم اور فقیہ حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۹ھ) کے نامور پوتے اور حضرت شاہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۷ھ) کے فرزند ارجمند تھے، نسباً فاروقی تھے[2] اور ہندوستان کے مشہور صوفی شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ[3] (م ۹۸۹ھ) کی اولاد امجاد سے تھے، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ (مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۸۶ء) دہلی میں ہوئی ۶ سال کی عمر میں یتیم و یسیر ہو گئے تو جدامجد حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے کفالت فرمائی، دو سال بعد ان کا بھی وصال ہو گیا تو نانی صاحبہ اور پھر عم محترم حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۴ھ) نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس طرح ابتداء ہی

---

[1] حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات کے لئے راقم کی تالیف "تذکرۂ مظہر مسعود" (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء) مطالعہ کی جائے۔ [2] شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "نور العرفان" کے صفحہ ۱ و ۲ پر صراحتہً تحریر فرمایا ہے کہ وہ شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں، مگر ایک دوسری مطبوعہ تصنیف "در الیتیم فی القرآن العظیم" (مولفہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) میں صدیقی، تحریر فرمایا ہے۔
[3] شیخ جلال تھانیسری کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے بقیہ آگے،

Marfat.com

سے حضرت علیہ الرحمہ کی سیرتِ مبارکہ میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نظر آنے لگتی ہے

(۲)

حضرت علیہ الرحمہ نے حفظ قرآنِ کریم کے بعد قرأت میں وہ کمال حاصل کیا کہ باید و شاید، دہلی میں بیشمار حفاظ اور قراء موجود تھے مگر حضرت علیہ الرحمہ کی قرأت کی شان ہی کچھ اور تھی، جن کانوں نے یہ قرأت سنی ہے، اس کی شیرینی و حلاوت اور لطافت و پاکیزگی بھلائے نہیں بھولتی، امام جزری علیہ الرحمہ اپنی تالیف "النشر فی القراءآت العشر" میں قراءت کی جو تعریف کی ہے، حضرت علیہ الرحمہ کی قرأت اس تعریف کی ترجمانِ صادق تھی، - امام جزریؒ فرماتے ہیں :-

> تجوید نہ تو زبان کے چبانے کو کہتے ہیں اور نہ منہ میں گڑھا ڈالنے کو، نہ جبڑے کو ٹیڑھا کرنے کا نام تجوید ہے، نہ آواز میں گونج پیدا کرنے اور نہ تشدید کو سختی سے کھینچنے اور مد کو کاٹنے اور غنات (نون غنہ) کی بھنبھناہٹ کا نام تجوید ہے، اور نہ راؤں کو بٹنے کا کہ ان کرتبوں سے قرأت ایسی ہو جاتی ہے کہ طبیعتیں اس سے متنفر ہوں اور دل اور کان سننا نہ چاہیں، بلکہ قرأت ایسی سہل، شیریں اور لطیف ہونی چاہیئے کہ جس میں نہ چبانا ہو، نہ منہ میں پھرانا نہ بے راہ روی اور تکلف ہو، نہ تصنع یا عجلت پسندی ہو اور نہ وجوہِ قرأت و ادا کے باب میں عرب کی عادتوں اور فصحاء کے کلام سے کسی طور پر تجاوز ہو۔[1]

حفظ قرآنِ کریم اور تجوید و قرأت کی تحصیل کے بعد معاصرین علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ

(بقیہ حواشی ص ۲۳) (۱) عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ، ص- ۳۹۵ (۲) عبدالحیؒ لکھنوی : نزہۃ الخواطر، ج-۴، ص-۸۲ (۳) عبدالحق محدث دہلوی : اخبار الاخیار، ص- ۲۸۵ (۴) مفتی غلام سرور : خزینۃ الاصفیاء، ج-۱، ص- ۴۳۹ (۵) دارا شکوہ : سفینۃ الاولیاء، ص-۱۳۷-

(حواشی صفحہ ہذا) [1] راغب طباخ : تاریخ افکار و علوم اسلامی، (ترجمہ اردو افتخار احمد بلخی) مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص- ۱۹۴، ۱۹۵ -

Marfat.com

کی تحصیل کی اور پھر ذاتی مطالعہ سے مختلف علوم وفنون میں وہ کمال حاصل کیا کہ باید و شاید۔ فقہ، اصول فقہ، علم الفرائض اور علم المواقیت میں تو مہارت تامہ حاصل تھی ہی، دیگر علوم مثلاً تفسیر، اصول تفسیر منطق و فلسفہ، صرف ونحو، ادب و شاعری، خطاطی وغیرہ پر بھی پورا پورا عبور حاصل تھا ——

فتویٰ نویسی میں حضرت علیہ الرحمہ کو خاص کمال حاصل تھا، آپ نے تقریباً ستر سال مسجد جامع فتحپوری میں فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے، آپ کے تحقیقی اور بے لاگ فتووں کے مخالف و موافق دونوں معترف تھے، اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ آپ نے کبھی اپنے و بیگانے کی رو رعایت نہیں کی اور حق وانصاف کے تقاضوں کے تحت فیصلہ صادر فرمایا۔ چناں چہ ایک جگہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

الحمدللہ علیٰ احسانہ میں نے مخالف کی طرف حق دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت سے دریغ نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے قلب میں میری محبت راسخ ہوگئی، اسی طرح اپنے دوست کی طرف باطل دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت نہ کی اگرچہ وہ اس کی وجہ سے دشمن ہوگیا، لیکن مجھے نہ اس کی دوستی کی کچھ پرواہ رہی نہ اس کی دشمنی کا کچھ خوف و الحمدللہ علیٰ ذالک[1]

حضرت علیہ الرحمہ کی اسی ہر دل عزیزی اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے کراچی کے ایک شاعر جناب گل زار دہلوی نے کہا ہے :۔

اپنے تو پھر بھی اپنے ہیں، اپنوں کا ذکر کیا
غیروں کی زباں پہ بھی شہرہ تمہارا ہے

(۳)

حضرت علیہ الرحمہ تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں مشرقی پنجاب کے مشہور و معروف بزرگ حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۲ھ) کے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ) سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے —— حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے مکاتیب شریف میں اپنے پیر و مرشد کا بڑی عقیدت و محبت سے ذکر

---

[1] دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۵۶ء، ص - ۲۰

Marfat.com

کیا ہے اور بار بار ان کو اس طرف متوجہ ہونے کی تلقین فرمائی ہے :

چوں کہ بیعت کے دوسرے ہی سال حضرت سید صادق علی شاہؒ کا وصال ہو گیا تھا اس لئے حضرتؒ کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین صاحب[1] لوری قدس سرہ العزیز (م۔ ۱۳۵۵ھ) نے حضرت علیہ الرحمہ کی روحانی تربیت فرمائی اور چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت عطا فرما کر مسند رشد و ہدایت پر متمکن فرمایا۔

علوم ظاہری اور علوم باطنی کی تکمیل کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے سلسلۂ بیعت و ارشاد کا آغاز فرمایا، بے شمار لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، آپ کے مریدین و معتقدین ہندوستان و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں، بلکہ بلاد اسلامیہ میں بھی موجود ہیں، آپ کے خلفاء و سفراء بھی پاک و ہند کے مختلف شہروں میں موجود ہیں، حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بکثرت ھنود و نصاریٰ کو مشرف باسلام کیا، آپ کی زندگی کا یہ باب نہایت ہی روشن و تابناک ہے، تقسیم ہند کے بعد جب کہ ہندوستان میں اسلام کی طرف دعوت دینے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی، آپ نے مومنانہ بیباکی کے ساتھ بہت سے ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا، حضرت علیہ الرحمہ کے ان فیوض و برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے لاہور کے ایک شاعر جناب کوثر صدیقی کہتے ہیں :-

نگاہ فیض سے پتھر کو پارس کر دیا جس نے
بُرے انساں کو بھی بہتر سے بہتر کر دیا جس نے

(۴)

دہلی کی شاہی مسجد فتحپوری[2] کا سلسلۂ امامت و خطابت شاہانِ مغلیہ کے دور سے

---

[1] آپ اجستھان (ہندوستان) کے مشہور عالم اور صوفی ہیں، آپ کا مزار مبارک ریاست لوہارو میں زیارتگاہ عام و خاص ہے، آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں، آپ کی تصانیف میں رسالہ رکن دین تو بقائے دوام حاصل کر چکا ہے، دیگر تصانیف میں توضیح العقائد، روح الصلوٰۃ، مولود محمود، رسالہ دافع طاعون وغیرہ قابل ذکر ہیں، آپ کے فرزند ارجمند حضرت الحاج مفتی محمد محمود شا صاحب مدظلہ العالی آجکل حیدر آباد (مغربی پاکستان) میں مسند ارشاد پر رونق افروز ہیں۔

[2] یہ مسجد ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء میں شاہجہاں بادشاہ کی اہلیہ نواب فتحپوری بیگم نے تعمیر کرائی تھی (بقیہ آگے

Marfat.com

حضرت علیہ الرحمہ کے خاندان میں چلا آرہا تھا، چناں چہ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں حضرت کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے، آپ کے وصال کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولینا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، (م۔ ۱۳۱۱ھ) اس منصب پر فائز ہوئے، ان کے بعد چوتھے صاحبزادے حضرت مولینا عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۶۶ھ) عہدۂ امامت و خطابت پر فائز ہوئے جب حضرت علیہ الرحمہ جوان سال ہو گئے تو آپ کے عم محترم حضرت مولینا عبدالرشید صاحب سبکدوش ہو کر گوشہ نشیں ہو گئے اور یہ منصب عظیمہ حضرت علیہ الرحمہ کو تفویض کیا گیا، آپ کی ذات گرامی سے یہ مسجد جو پہلے ہی علوم ظاہری و باطنی کا مرکز تھی سرچشمۂ علم و حکمت بن گئی اور آپ کی شہرت کے ساتھ ساتھ اس مسجد کا بھی دور و نزدیک شہرہ ہو گیا، حضرت علیہ الرحمہ کی شہرت و عزت سے متاثر ہو کر حضرت ضیاء القادری بدایونی فرماتے ہیں:-

گو خطیب باصفا مسجد فتحپوری میں ہیں
ایشیاء میں آپ کی عزت مگر ہے بیکراں

(۵)

حضرت علیہ الرحمہ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہوئے ۱۹۴۵ء میں اس مبارک سفر پر تشریف لے گئے، چوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اس لئے یہ عشق و محبت کشاں کشاں پہلے مدینہ منورہ لے گئی، وہاں تقریباً ایک ماہ قیام فرمایا، ایام حج میں اتنے طویل عرصہ قیام کی اجازت نہیں مگر حضرت علیہ الرحمہ سے حکومت وقت نے کہدیا کہ جتنے عرصہ چاہیں قیام فرمائیں، حقیقت میں یہ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے، گنبد خضراء کی زیارت سے حضرت علیہ الرحمہ

(بقیہ حواشی ص ۲۶) تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ کی طرف رجوع کیا جائے:-

(۱) سرسید احمد خاں : آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ۱۸۴۷ء، ص-۵۶

(۲) بشیر الدین احمد : واقعات دار الحکومت دہلی، مطبوعہ آگرہ، ۱۹۱۹ء، ص ۲۴۲

Marfat.com

کو جو مسرت و خوشی ہوئی اس کا کچھ اندازہ اِن واقعات سے ہوسکتا ہے۔

(ا) ۱۹۵۲ء میں حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند نسبتی حضرت علامہ مفتی محمود صاحب حیدرآباد (مغربی پاکستان) سے زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے جارہے تھے، جب اس مبارک سفر کی حضرتؒ کو اطلاع دی تو آپ نے جواباً جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

میں کیا بتلاؤں کہ میری طرف سے اس سرکار میں آپ کا کیا عرض کریں، آپ تو کچھ عرض کر بھی دیں گے، میری زبان نے تو بوقت حضوری یاری دی نہ اب دیتی ہے۔

(موصولہ یکم مئی ۱۹۵۲ء)

علامۂ ممدوح ہی کے نام ایک دوسرے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

نامۂ گرامی نے قلب مضطرب میں وہ تلاطم پیدا کر دیا جس نے جواب کی تحریر کے قابل بھی نہ رکھا ——— میں جو لکھنا چاہتا ہوں لکھا نہیں جاتا، جب لکھنے کا خیال کرتا ہوں گریۂ دامن گیر ہو جاتا ہے، مجھے امید ہے کہ آپ سب سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا لکھنا چاہتا ہوں اور کیا تم سے تمنا رکھتا ہوں یعنی ہر مقام پر دعا کی۔

(مرسلہ ۱۹۵۲ء)

(ب) اسی طرح حضرتؒ کے ایک مرید و سفیر جناب محمد احمد صاحب قریشی نے جب اپنے والد ماجد جناب نور احمد مرحوم کی سفر حج پر روانگی کی اطلاع دی تو حضرت علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا :-

حقیقت یہ ہے کہ اس دیار پاک کی طرف ان کا ذوق و شوق قابل غبطہ ہے مجھ جیسا ناکارہ شخص اس قابل کہاں کہ اس بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو سکے کہ ایک مرتبہ اپنے کرم سے نوازا تو اس ہی کی اس نابکار نے کیا قدر کی، لیکن ہاں ان کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اپنے آستانہ کی جبہ سائی کا پھر موقع عطا فرمائیں اور اپنے ہی قدموں میں کام تمام فرماویں، افسوس واللہ ثم باللہ میں نے کچھ قدر نہ کی۔ (مرسلہ یکم مئی ۱۹۵۱ء)

Marfat.com

(ج) حضرت علیہ الرحمہ کے دوسرے فرزند نسبتی جناب حافظ قاری سید حفیظ الرحمن صاحب جب بہاول پور (مغربی پاکستان) سے زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے حضرت علیہ الرحمہ کو اطلاع دی، حضرتؒ نے اس خبر پر مسرت و خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا :-

اس تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ اس نے میرے چاہتے عزیز کو ایک ایسی نعمت کے عطا فرمانے کا ارادہ فرمالیا ہے جس کے استحقاق کی قابلیت اپنے میں ہم موجود نہیں پاتے، اپنی حاضری کے وقت بھی بار بار مسجد نبوی کی در و دیوار پر نظر اٹھا کر یہ سوچتا تھا کہ یہ منظر خواب میں مجھے میسر ہے یا واقع میں یہ نعمت عطا کی گئی ہے ؟ یہی اس وقت حال ہے ۔

(مرسلہ ۲۰ مئی ۱۹۵۱ء)

حضرت علیہ الرحمہ مدینہ منورہ میں طویل قیام کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں استغراق و محویت کا عجیب ہی عالم تھا جو نہ کبھی دیکھا اور نہ سُنا، حضرت کے رفقاء کہتے تھے کہ حضرت کے لوح قلب سے اور تو اور اولاد کے نام تک محو ہو چکے تھے، چناں چہ جب حضرت نے صاحبزادگان کی طرف سے عمرہ کرایا اور معلم عبید الرحمن نے سندات کے اجراء کے لئے صاحبزادگان کے نام دریافت کئے تو باوجود ذہن پر زور ڈالنے کے حضرت کسی ایک کا نام نہ بتا سکے، یہ دیکھ کر سب حاضرین حیران رہ گئے ۔ درحقیقت حق جل مجدہ اپنے بندوں سے اسی کمال کی محبت کا طلب گار ہے یہی محبت معیار بندگی ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

(۶)

تقسیم ہند کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کافی عرصہ تک پاکستان تشریف نہ لا سکے، اس میں بھی عزیمت کی جھلک نظر آتی ہے، بلا ضرورت فوٹو کھنچوانا چوں کہ حضرت کے نزدیک حرام تھا اس لئے احباب کے بار بار اصرار کے باوجود پاکستان تشریف

Marfat.com

نہیں لائے حتیٰ کہ جب آپ کے صاحبزادے مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ کا حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں وصال ہوا، اس وقت بھی تشریف نہیں لائے، حضرت نے اپنے مکاتیب شریف میں کئی مقامات پر اس طرف اشارہ فرمایا ہے ——— کئی سال بعد جب کسی نہ کسی طرح حضرتؒ کا فوٹو کھینچ کر پاسپورٹ بنوا دیا گیا اور علامہ مفتی محمد محمود صاحب نے حضرت کو دعوت دینے کی غرض سے دہلی کا سفر کیا اور اصرار کا حق ادا کر دیا تو طوعاً و کرہاً حضرت نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور ۱۹۶۱ء میں پہلی بار پاکستان تشریف لائے، حضرت کا طیارہ کراچی کے ہوائی مستقر پر اترا، فضائیں نعروں سے گونج رہی تھیں عجب وقت انگیز سماں تھا، کراچی میں قیام کے بعد حضرت حیدرآباد اور لاہور بھی تشریف لے گئے، ہر مقام پر شایانِ شاں استقبال کیا گیا ۔ جب احباب نے پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے لئے اصرار کیا تو فرمایا :-

"دہلی کے غریب اور بیکس مسلمانوں کو فقیر کی ضرورت ہے"

یہی وہ نفوسِ قدسیہ تھے جن کے دلِ حزیں میں سب کا درد تھا، یہ دردِ انسانیت کی معراج ہے ؎

خدا کے بندے ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

۱۹۶۴ء میں حضرت علیہ الرحمہ دوسری بار پاکستان تشریف لائے، اس دفعہ پاکستان کے بیشتر شہروں میں تشریف لے گئے اور ہر جگہ شایانِ شاں استقبال کیا گیا، ضعف و نقاہت کے باوجود احباب کی دلداری کا حق ادا کر دیا، سفر کرنا تو بڑی بات تھی چلنا پھرنا مشکل تھا، مگر آپ نے دوسروں کی راحت کے لئے اپنی تکلیف کی مطلق پرواہ نہ کی اور کراچی، حیدرآباد، میرپور خاص، بہاول پور، ملتان، منٹگمری، خانیوال پاک پٹن شریف، لاہور، شرقپور شریف، راولپنڈی، مری وغیرہ کے تمام احباب اور مریدین کی خاطر داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، یہ حضرت کا آخری سفر تھا چنانچہ ایک عزیز سے فرمایا بھی تھا کہ "اب انشاء اللہ جنت میں ملاقات ہوگی" ۔ جب لاہور کے ہوائی مستقر سے حضرت علیہ الرحمہ دہلی تشریف لے جا رہے تھے تو عجب رقت انگیز منظر تھا، عقیدت مند، عقیدت کے آنسو بہا رہے تھے، دل تھے کہ سینوں

Marfat.com

سے نکلے جا رہے تھے، حرماں نصیبی سی حرماں نصیبی تھی! ع

ودا ع صحبت ساقی سے میخانہ غم خانہ ہے

(۷)

حضرت علیہ الرحمہ مسلکاً حنفی تھے لیکن احناف اہل سنت و الجماعت میں ہندوستان اور پاکستان میں جو مختلف گروہ نظر آتے ہیں حضرت کا تعلق ان میں سے کسی گروہ سے نہیں تھا، پاک و ہند میں اہل سنت و الجماعت کے دو بڑے گروہ ہیں، ایک کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے اور دوسرے کا تعلق مسلک بریلی سے ہے مگر حضرتؒ ان دونوں مکاتب فکر سے علیحدہ تھے، جس طرف حق دیکھتے اس کی تائید فرماتے، آپ کی تائیدات جماعتی رنگ میں رنگی ہوئی نہ ہوتی تھیں، چناں چہ حضرت علیہ الرحمہ اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں :-

کوئی فقیر سے اس لئے ناراض ہے کہ اس کے خیال میں فقیر بریلوی ہے، اور کوئی اس لئے کہ فقیر دیوبندی ہے، حالاں کہ فقیر نہ بریلوی ہے اور نہ دیوبندی میرا مسلک تو وہی ہے جو متقدمین کا ہے چناں چہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب[1] سے ایک مسئلے میں اختلاف ہوا، مفتی صاحب کا اس مسئلے میں وہ مسلک تھا جو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، اسی لئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ "مولینا احمد رضا خاں صاحب بھی اس مسئلے میں یوں ہی فرماتے ہیں" - تو میں نے عرض کیا کہ میں مولینا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا مقلِّد تو ہوں نہیں ہاں ان کو اہل سنت کا عالم متبحر ضرور خیال کرتا ہوں لیکن اس کی وجہ سے ان کا قول مجھ پر حجت نہیں ہو سکتا۔

---

[1] مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم شاہ جہاں پور (یو۔پی) کے رہنے والے تھے، مگر دلی آکر بس گئے تھے، اپنی عمر کا بیشتر حصہ دلی ہی میں گزارا، متبحر عالم تھے اور دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے، دلی میں ایک عرصہ مدرسہ امینیہ سے متعلق رہے، ۱۳۳۲ھ کے لگ بھگ اس مدرسہ سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک اس کی خدمت کرتے رہے — مفتی صاحبؒ

(بقیہ آگے)

Marfat.com

اس واضح طرز عمل کے باوجود تعصب و تنگ دلی نے بعض لوگوں کو گستاخ بنا دیا تھا حضرت علیہ الرحمہ کی ہیبت و جلال کا یہ عالم تھا کہ سامنے کسی کو مخالفت کی ہمت تو کجا نظر اٹھا کر دیکھنے کا یارا نہ تھا لیکن پس غیبت بعض اشرار گم نام خطوط بھیجا کرتے تھے اور حضرت علیہ الرحمہ فقیہانہ تحمل و بردباری اور مومنانہ فراست سے کام لیتے ہوئے اس قسم کے تکلیف دہ باتوں کو خیال میں بھی نہ لاتے اور وسعت قلبی کے ساتھ درگزر فرما دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ اسی قسم کا ایک خط حضرتؒ کے صاحبزادے کی نظر سے گزرا تو انہوں نے نہایت

(بقیہ حاشیہ ص۳۱) طبعاً بہت سادہ، متواضع اور قناعت پسند تھے، اہل دہلی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن چوں کہ ان کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا اس لئے دلی کے بعض عوام و خواص ان سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مفتی صاحب آخر میں اس مسلک سے ذرا ہٹ گئے تھے، متقدمین کے مسلک کی طرف رجوع فرما لیا تھا، چناں چہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف کی چوکھٹ پر تدفین کی وصیت کرنا اور وہیں دفن ہونا، اس اطلاع کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔ مفتی صاحب کا دلی میں انتقال ہوا۔

۲ مولینا احمد رضا خان صاحب ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے، ۱۳۸۶ھ میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوئے اور اسی دن فتوی نویسی کا آغاز فرمایا۔ ۱۲۹۴ھ میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی، ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں مختلف علماء سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم میں سندات حاصل کیں۔ علمائے حرم نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی، ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو بریلی میں وصال ہوا، پاک و ہند میں آپ کے بیشمار مریدین و معتقدین اور تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں جن کا احاطہ متعذر ہے، صاحبزادگان میں حضرت مولینا مصطفےٰ رضا خان بریلی میں رونق بخش مسند ارشاد ہیں۔

مولینا احمد رضا خاں صاحب کثیر التصانیف بزرگ تھے، مولینا رحمان علی نے ۱۳۰۵ھ میں "تذکرۂ علمائے ہند" لکھا ہے، یہ مولینا احمد رضا خان صاحب کی جوانی کا زمانہ تھا مگر اس وقت بھی تذکرۂ مذکور میں ان کی ۷۵ تصانیف کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ (تذکرۂ علمائے ہند،

(بقیہ آگے)

Marfat.com

برہمی کا اظہار فرمایا۔ اس پر حضرتؒ نے جو کچھ فرمایا مخالفین کے لئے وہ عبرت ہے اور معتقدین کے لئے آبِ زر سے لکھنے قابل ہے، آپؒ نے فرمایا :-

> تم اسی پر برہم ہو گئے، ہمارے پاس تو بیسیوں ایسے خط آئے جن کو تم دیکھ بھی نہیں سکتے، ہم تو اپنی عزت و آبرو سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کر چکے تو اب ہمیں ایسی چیزوں کا کیا احساس ہو سکتا ہے، ہاں اس کا ضرور افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ بلا وجہ کیوں گنہ گار ہو رہے ہیں۔

اغیار کے لئے یہ دردمندی، کمالِ اخلاص کی آئینہ دار ہے —— یہ سب تبرّا اس لئے تھا کہ حضرت علیہ الرحمہ بعض ایسے امور کو مباح و مستحب سمجھتے تھے (مثلاً اعراس اور مجالس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ) جو غیروں کی نظر میں کھٹکتے تھے حالانکہ بدعت مباحہ کے سلسلے میں تو حضرت علیہ الرحمہ نے ایک فتوے میں پوری طرح وضاحت فرمادی ہے، آپ نے فرمایا :-

> لیکن یہ یاد رہے کہ جن افعال کو بدعتِ مباحہ کہا جاتا ہے اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ یہ گناہ نہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سنت کے مقابلے میں اس میں کوئی خوبی نہیں، مسلمان کے کرنے کے لئے بہت سے وہ افعال ہیں جو مسنون ہیں، جن کو اس نے چھوڑ رکھا ہے، تو اس کے لئے تو یہ لازم ہے کہ بجائے اسکے ان پر عمل کرے تاکہ فلاح دارین نصیب ہو، پھر یہ افعال گو بذاتہ مباح ہیں لیکن عوارض کی وجہ سے یہ قابلِ منع بھی ہو سکتے ہیں۔[۱]

(۸)

حضرتؒ کی ذاتِ گرامی گوناگوں صفات سے متصف تھی بلکہ مجمع صفاتِ حسنہ تھی،

(بقیہ حواشی ۳۲) مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، ص ۹۸-۹۹) لیکن وفات کے بعد تصانیف کا جو جائزہ لیا گیا ہے تو تعداد ہزار سے متجاوز نظر آتی ہے جو پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ہیں علمائے اسلام میں ابن تیمیہ کی پانچ سو تصانیف کا ذکر ملتا ہے مگر ہندوستان کا یہ جلیل القدر عالم اس خصوص میں ان پر بھی سبقت لے گیا۔ (مرتب) —— دو اشی صفحہ ہذا، ۱؎ محمد مظہر اللہ :

فتاویٰ مظہری (طبع دوم) مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۲۰۳ - ۲۰۸

Marfat.com

آپ کی حیاتِ طیبہ پر عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم محیط تھا، اسی عشق نے اتباع شریعت کی معراج پر پہنچا دیا تھا، آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، ہنسنا بولنا، غرض ہر قول و فعل آئینہ دار شریعت تھا، کوئی ادا ایسی نہ تھی جو شریعت کے خلاف ہو اتباع شریعت کی اسی صفت جلیلہ کا ذکر جناب کوثر صدیقی نے اس طرح کیا ہے ؎

گل شریعت کے جس میں کھلتے تھے
وہ گلستاں تھے مظہر اللہ شاہ

عبادات کا حال یہ تھا کہ ۱۴ برس کی عمر سے اپنے پیر و مرشد حضرت صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد سے آخر تک نماز تہجد ترک نہیں فرمائی، گویا ۱۳۱۷ھ سے ۱۳۸۶ھ تک تقریباً ستر سال پابندی کے ساتھ نماز تہجد ادا فرمائی، جب سنن کی ادائیگی کی یہ کیفیت ہے تو پھر فرائض کی ادائیگی کا کیا عالم ہوگا؟ ——— اخلاقیات میں بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ تھے، دوست تو دوست، دشمن کو بھی نوازتے تھے اور عملاً ان کی مدد کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں مروّت با دشمناں مدارا

معاملات کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے اور بیگانے کسی کی رو رعایت نہ فرماتے، پیکر صدق و صفا تھے، دوست و دشمن سب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتے تھے، بلکہ اولاد سے زیادہ اپنے مریدین پر مہربان تھے چناں چہ اپنے ایک مرید جناب ذکر الرحمٰن صاحب (کراچی)، کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

میرا حال یہ ہے کہ میں دوستوں کو اپنی اولاد ہی کی جگہ سمجھتا ہوں بلکہ خدا نخواستہ اگر اولاد میں کوئی نافرمان ہو جائے جب تو تم میرے نزدیک ایسی اولاد سے بڑھ جاؤ گے (مرسلہ ۱۸ مارچ ۱۹۵۷ء)

حضرت علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک ہر مقام پر نظر آتی ہے، جمعۃ المبارک کی ہفتہ وار مجالس اور ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مجلس تو عشق و محبت سے معمور ہوتی تھیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرتؒ کو جو کمالِ عشق تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

اولاد کی تربیت میں دورِ جدید کے تقاضوں کے تحت ان کے لئے وہ کچھ سوچتے اور کرتے ہیں جو مادّی ترقی میں معین ہو مگر حضرتؒ نے اپنی اولاد کے لئے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا بلکہ اگر کسی نے مشورہ بھی دیا تو اس کو رد فرما دیا ——— ہاں چاہا تو یہی چاہا اور سوچا تو یہی سوچا کہ اولاد میں وہ لیاقت پیدا ہو جائے کہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثنا میں رطب اللسان نظر آئے، اس کی زبان ترجمانِ محبت ہو اس کا ایک ایک عمل ترجمان سنت ہو۔ بس یہی دل کی آرزو تھی، چناں چہ مواعظ مظہری اسی بے مثال جذبے کے آئینہ دار ہیں، ۱۲ ربیع الاوّل کی جس مجلس خاص کا اوپر ذکر کیا گیا اس میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے علماء کرام تشریف لایا کرتے تھے، مگر محبت و شوق میں حضرتؒ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے :۔

"دل تو یہ چاہتا تھا کہ گھر ہی میں ایسے لائق افراد پیدا ہو جائیں کہ باہر سے علماء کرام کو بلانے کی ضرورت نہ رہے"۔

چناں چہ حضرتؒ کی مشفقانہ تربیت نے گھر میں ایسے افراد پیدا کر دئے اور حضرتؒ کی یہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔

(۹)

حضرت علیہ الرحمہ کی ایک ایک ادا ایسی ہے کہ اس پر سیر حاصل لکھا جائے، بعض خوبیوں کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، یہاں حضرتؒ کے مکاتیب شریف سے بعض دیگر خوبیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اتباع شریعت کا حضرتؒ کو بڑا پاس و لحاظ تھا، اپنے مریدین و معتقدین پر اسی نظر سے نگران رہتے اور جب کوئی بات خلافِ شریعت پاتے فوراً نصیحت فرماتے، چناں چہ اپنے ایک محب با اخلاص کو ایک مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں :۔

فرائض خداوندی کی ادائیگی میں کبھی غفلت نہ کرنا، اور جہاں تک ہو سکے والد کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ ۱۹۴۹ء

(بنام بشیر احمد (لاہور) مرسلہ ۲۱ فروری)

Marfat.com

جب تک تسلیم و رضا کا جذبہ پیدا نہ ہو، اتباع شریعت کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا اس لئے مختلف مکتوبات میں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے، چناں چہ ایک معتقد خاص جناب اختر حسین صاحب (کراچی) کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

جب تک خالص اس کی جانب توجہ نہ کریں گے اور اس کے ہر فعل پر راضی نہ ہوں گے اطمینان قلب میسّر نہیں آسکتا، مولیٰ تعالیٰ کا ذکر ہی اطمینان قلب کا باعث ہے۔ (موصولہ ۱۹ اگست ۱۹۶۰ء)

اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں اپنے ایک عزیز شاگرد حافظ عبدالسمیع مرحوم کو تحریر فرماتے ہیں :-

"عزیز ! اس کی رضا کا حصول بڑی دولت ہے، یہ اس ہی کو نصیب ہوتی ہے جس کو وہ اپنا کر لیتے ہیں"۔ (مرسلہ ۲۹ جولائی ۱۹۵۷ء)

حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی میں صبر و تحمل کا جوہر نمایاں نظر آتا ہے جو نتیجہ ہے راضی برضاء الٰہی رہنے کا، یہ وہ خوبی ہے جس سے انسان کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، آزمائشوں کے وقت ہمت و ثابت قدمی بڑی چیز ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے نہایت نازک موقعوں پر دامن صبر و استقلال ہاتھ سے نہیں چھوڑا، آپ کی زندگی میں متعدد واقعات ایسے نظر آتے ہیں دور جدید میں جن کی نظیر نہیں ملتی، ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، آپ کے ایک ہونہار، عالم اور جواں سال صاحبزادے تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے آئے تھے، یہاں سخت علیل ہو گئے، اور اسی عالم فراق میں ۱۹۴۹ء میں حضرت علیہ الرحمہ کو داغ مفارقت دے گئے، اس عالم حزن و یاس میں ظاہر ہے کہ ایک مشفق باپ کے تاثرات کیا ہو سکتے تھے مگر حضرتؒ نے ان جاں کاہ سانحہ کی خبر اپنے تلمیذ رشید حافظ عبدالسمیع مرحوم کو ان الفاظ میں دی جس کو پڑھ کر وہ سماں سامنے آجاتا ہے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم وصال فرما رہے تھے، آپ روتے جاتے اور فرماتے جاتے :-

"ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں، ہماری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکل سکتا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو"۔

Marfat.com

حضرت علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا :-

کل حیدرآباد سے تار آیا، مولوی منظور احمد انتقال فرما گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، یہ فرزند میری اولاد میں نہایت جلیل القدر عالم تھا، ان کے اساتذہ کا بیان ہے کہ ہم نے طے کر لیا تھا کہ اگر اس کی عمر نے وفا کی تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کو پہنچے گا، پس ایسے لائق فرزند کی مفارقت سے تم سمجھ سکتے ہو کہ مجھ کو کس قدر الم ہونا چاہیئے لیکن نہیں، فقیر اپنے رب کریم کی رضا پر راضی ہے، تم کو بھی صبر کرنا چاہیئے۔

(مرسلہ ۲ر جون ۱۹۴۹ء)

آجکل دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ فکرِ عقبیٰ سے غافل ہیں، دنیا کی فکر میں، عقبیٰ تو بڑی چیز ہے، خود اپنی بھی خبر نہ رہی، لیکن حضرت کی حیاتِ طیبہ میں یہ غیر محمود محویت نظر نہیں آتی، قدم قدم پر اپنے اور بیگانے کو آخرت کی یاد دلا دلا کر اصلاح حال فرماتے ہیں، چناں چہ ایک مرید حاجی ضیاء الدین احمد صاحب (کراچی) کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

میرے عزیز! دنیا کے چند روز آخرت کی تجارت کے لئے دئے گئے ہیں اس میں ہمہ تن اپنی عمر صرف کرنا چاہیئے اور جو فعل بھی کیا جائے اس میں اس تعالیٰ کی خوشنودی مدنظر رہے تاکہ ہمیشہ جہاں رہنا ہے وہاں کام آئے۔

(مرسلہ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

بعض مشائخ و علماء کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے محبین و مریدین سے 'خدمت' کے طلبگار رہتے ہیں اور بسا اوقات ان کی محبت کا دار و مدار بھی اسی 'خدمت' پر ہوتا ہے، مگر حضرت علیہ الرحمہ کی طبیعت بے نیازانہ تھی، آپ کی فقر پسندی نے کبھی گوارا نہ کیا کہ مریدین و معتقدین سے کسی قسم کی خود خدمت لی جائے اسی لئے ان کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، اس بے نیازی کا اظہار اکثر مکاتیب میں فرمایا ہے، چناں چہ اپنے ایک مرید باخلاص حافظ محمد صالحین صاحب (کراچی) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

Marfat.com

تم خوب جانتے ہو، مجھے اپنے احباب سے فوائد دنیوی مطلوب نہیں، صرف اتنی خواہش رکھتا ہے کہ ان کے فائدے کے لئے جو کچھ عرض کروں اس کو سُنیں اور اکثر اوقات مولیٰ کی یاد میں گزاریں۔ (مرسلہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۵۳ء)

اسی طرح ایک دوسرے مرید و سفیر سید نواب علی صاحب (حیدر آباد) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

مجھے کسی خدمت کی ضرورت نہیں، میری خدمت صرف یہی ہے کہ تم اپنے مولیٰ کی عبادت میں رہ کر اپنی خدمت کرتے رہو۔ (مرسلہ ۱۹۵۸ء)

مشیخت اور فقاہت و علمیّت کے باوجود حضرت علیہ الرحمہ کی طبیعت میں نخوت و غرور کا شائبہ تک نہ تھا، جو معتقدین و محبین حضرتؒ کی مجالس سے مستفیض ہوئے ہیں ان کو اس خوبی کا بخوبی علم ہے، مکاتیب شریف میں بھی عجز و انکسار کی جھلک نظر آتی ہے، چناں چہ ایک محب با اخلاص اسلام الدین صاحب (لاہور) نے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا :-

میرے عزیز! انسان اس کے حاصل کرنے کی تمنا اور کوشش کرتا ہے جو اسے فائدہ پہنچائے، مجھ نااہل کی ملاقات سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا ؟
(مرسلہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۱ء)

اسی طرح اپنے فرزند نسبتی جناب حافظ قاری سیّد حفیظ الرحمٰن صاحب (بہاول پور) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

تمہارے صدقے میں اس ناکارہ کو مستحق جنت کرے !
(موصولہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۴ء)

ایک اور مرید غلام قادر خاں صاحب (راولپنڈی) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

سب کچھ بزرگوں کا صدقہ ہے ورنہ ایک ادنیٰ مسلمان بھی مجھے اپنے سے یقیناً بہتر نظر آتا ہے، اس میں کچھ تصنع کو دخل نہیں۔ (مرسلہ ۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مشائخ کرام کی خدمت میں جو مریدین حاضر باش رہتے ہیں ان

Marfat.com

سے مطلق نہیں پوچھتے کہ تم پر کیا شرعی ذمہ داریاں ہیں اور وہ پوری کی جارہی ہیں یا نہیں، حاضر باشی ہی مریدین کی سعادت کی دلیل ہے، مگر حضرت علیہ الرحمہ اس پر سختی سے نگاہ رکھتے تھے کہ جو مرید حاضر ہیں یا حاضر ہونا چاہتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ اس حاضری میں کسی شرعی ذمہ داری سے اغماض نظر کر بیٹھے ہیں، چناں چہ جب حضرتؒ کے ایک مرید جناب ذکر الرحمٰن صاحب (کراچی) نے دہلی حاضری کی اجازت چاہی تو ان کو تحریر فرمایا :-

تم نے واپسی کی اجازت طلب کی ہے اگر تمہاری بیوی کی یہی خواہش ہے تو تم واپس آسکتے ہو ورنہ ان کے حقوق تم کیسے ادا کر سکو گے جو تمہارے ذمہ واجب ہیں ——— ہاں اگر وہاں روزگار کی کوئی صورت نہیں جس کی وجہ سے تمہاری بیوی تمہیں خوشی سے اجازت دیں تو بیشک واپس آجاؤ، اس تمہاری کیفیت کا مجھے اندازہ ہے لیکن میں حکم شرع سے مجبور تھا اور اب بھی اس کے خلاف تمہیں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

(موصولہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۶ء)

شیخ کی خدمت میں حاضری کے وقت بیوی سے اجازت طلبی شاید بعض حضرات کے لئے عجائبات سے ہو مگر اتباع شریعت میں حضرت علیہ الرحمہ کا یہی اہتمام تھا ——— حضرتؒ نے بار بار مریدین و محبین کو اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے، چناں چہ ایک معتقد خاص اور سفیر با اخلاص محمد احمد صاحب قریشی (لاہور) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

اہلیہ کے ساتھ جہاں تک ہو سکے محبت اور یگانگت کو ملحوظ رکھیں کہ یہ بھی ترقی کا باعث ہے۔ (مرسلہ ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء)

حضرت علیہ الرحمہ نے صلہ رحمی پر خاص طور پر زور دیا ہے، خود اس پر اس شان سے عمل کیا کہ دشمنوں نے بھی سراہا اور دوسروں کو بھی تلقین کی ورنہ آجکل تو آپس میں تنازعات و مناقشات سے دنیا کا حال کچھ ایسا ہو گیا ہے جیسے کوئی میدان جنگ ہو، عالم و عامی صلہ رحمی کے جوہر سے محروم نظر آتا ہے، یہ وہ ہی جذبہ محمود ہے کہ اگر مفقود ہو جائے تو گھر گھر دوزخ نظر آتی ہے۔ مگر اس سلسلے میں حضرت علیہ الرحمہ کی تعلیمات

Marfat.com

جنت نشاں ہیں۔ چناں چہ ایک مکتوب میں ایک مرید جناب فے کرالرحمٰن صاحب (کراچی) کو اس طرح تلقین فرماتے ہیں :۔

آپ موافق مخالف ہر ایک سے کشادہ پیشانی سے ملیں، کسی کو ایسی بات نہ کہیں جس سے اس کو رنج پہنچے۔ (مرسلہ ۲۸ فروری ۱۹۶۶ء)

سامنے کسی کو بات کہنا تو بڑی بات ہے، پس غیبت بھی مخالف پر طعن و تشنیع سے منع فرمایا چناں چہ جب مرید موصوف نے تقریر کی اجازت چاہی تو جواباً تحریر فرمایا :۔

تقریر کی اجازت مبارک، لیکن میرے طریق پر تقریر کریں، کسی پر طعن ہرگز نہ ہو۔

صلہ رحمی پر استقامت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان میں عفو و درگزر کی صلاحیت ہو، بات بات پر گرفت کرنے والا انسان، خواہ عالم ہو یا عامی، صلہ رحمی کی حقیقت سے ناواقف ہے، اسی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں صلہ رحمی کا باب بڑا روشن ہے، اسی روشنی سے سب روشنی پاتے ہیں، حضرت علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ میں اسی روشنی کی ایک جھلک نظر آتی ہے، مکاتیب شریف کے مطالعہ سے بھی اس صفت خاص پر روشنی پڑتی ہے، چناں چہ ایک مکتوب گرامی میں جناب محمد احمد صاحب قریشی (لاہور) کو تحریر فرماتے ہیں :۔

تمہارے نامعلوم قصور معاف کئے، بلکہ ایک زائد معافی اور ارسال ہے جو آئندہ کے لئے کام آئے گی۔ (مرسلہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

ایک عزیز سے انتقال سے کچھ عرصہ قبل سخت ناراض ہو گئے تو ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اگر اس نے توبہ و استغفار کی تو امید ہے کہ اس کا قصور معاف کر دیا جائے گا۔

کراچی میں حضرتؒ کے ایک محب خاص جناب حافظ محمد صالحین صاحب سے کچھ قصور ہو گیا، جس سے حضرتؒ کو صدمہ ہوا، اس کیفیت نے حافظ صاحب کو بہت بے چین کر دیا، انہوں نے طلب معافی کے لئے عریضہ ارسال کیا، حضرت نے فوراً معاف فرما دیا مگر ان کو تسکین نہ ہوئی، انہوں نے پھر لکھا، جواباً حضرت نے تحریر فرمایا :۔

میں تمہیں واضح الفاظ میں اس کا یقین دلا چکا ہوں کہ اپنے قلب پر تمہاری طرف سے اصلاً تکدر نہیں پاتا بلکہ بہ نسبت پہلے کے نہایت درجہ محبت

Marfat.com

محسوس کرتا ہوں، بالکل مطمئن رہیں۔ (مرسلہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۴ء)

(۱۰)

حضرت علیہ الرحمہ کی صحبت کیمیا اثر کا یہ اعجاز تھا کہ جواں تو جواں ضعیفوں میں بھی اسلام کی بے پناہ محبت اور درد پیدا ہو جایا کرتا، اس سلسلے میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔

۱۹۳۶ء میں مسجد جامع فتحپوری (دہلی) کی مغربی سمت، پشتے پر، مسجد کمیٹی کے بعض ناعاقبت اندیش ممبران کی اجازت و ایماء سے، دہلی کے ایک متمول سیٹھ (گڈوڈیا)، نے ایک عظیم الشان عمارت کی تعمیر شروع کر دی، جس کے آثار مسجد کے مغربی جانب شمال سے جنوب تک رکھے گئے اور مسجد کا کافی عقبی حصّہ دب گیا، اس اندوہ ناک واقعہ نے حضرت علیہ الرحمہ کو درد و کرب میں مبتلا کر دیا، اس اضطراب و بیچینی سے متاثر ہو کر ایک مخلص انسان سیٹھ احمد میمن[1] میدانِ عمل میں اتر آئے اور باوجود ضعیفی کے اس کے خلاف پورے زور و شور کے ساتھ جد و جہد شروع کر دی، سیٹھ صاحب موصوف نے ۱۹۴۴ء میں ایک کتابچہ شائع کیا تھا، اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

> مجھے اس خدمت خانۂ خدا پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ دردِ مسجد کی ٹیس میرے دل میں کیوں پیدا ہوئی؟ ——— نہ صرف مجھے بلکہ دوسرے ہمدردان مسجد کو بھی کس شئے نے اس کارِ خیر کی طرف سب سے پہلے متوجہ کیا؟ ——— آج میں اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہوں کہ یہ سب کچھ مولانا و مقتدانا حضرت مولینا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب قبلہ کے فیوض و برکات اور ان کی خاموش اور مخلصانہ خدمات اسلامی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، یہ وہ زمانہ تھا کہ

---

[1] سیٹھ احمد میمن تحریک آزادئ ہند کے سرگرم کارکنوں میں تھے، ضعیف و نحیف ہونے کے باوجود جوانوں کے سے جوش و ولولے کے ساتھ کام کرتے تھے، قائد اعظم علیہ الرحمہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے، تقسیم ہند سے قبل دہلی میں مقیم رہے اور پھر پاکستان آ کر کراچی میں مقیم ہو گئے، یہاں بھی سیاست میں نمایاں حصّہ لیا اور مرتے دم تک خلوص و للّٰہیت کے ساتھ ملک و قوم کی خدمت کرتے رہے، دس پندرہ برس ہوتے ہیں کہ کراچی میں انتقال فرما گئے۔ (مرتب)

Marfat.com

خانۂ خدا کی پشت پر کدال اور پھاوڑہ بج رہا تھا، سب خاموش تھے، نہ علماء کی کوئی آواز تھی نہ مفتیوں کی، نہ عمائدین کی اور نہ عوام کو خبر تھی کہ مسجد کے لئے کیا ظلم ہونے والا ہے ۔ اس زمانے میں حضرت مفتی صاحب کے پاس میری حاضری ہوتی رہتی تھی، میں بیان نہیں کر سکتا کہ حضرت مفتی صاحب کو پشتۂ مسجد کے واقعہ نے کیسا بے چین کر رکھا تھا، بار بار بیساختہ ایک آہ نکلتی تھی اور لب پر دعا ہوتی تھی کہ "الٰہی بیکس مسجد کا کوئی حامی پیدا فرما"۔ یہ شئے وہ تھی جس کی وجہ سے میں بیتابانہ اس کی حمایت کے لئے کھڑا ہو گیا۔[1]

(۱۱)

حضرت علیہ الرحمہ مسجد مذکور میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے تھے اور پشتے کے بارے میں جو غلط فیصلہ کیا تھا وہ مسجد کمیٹی کے ممبران نے کیا تھا، مگر کمیٹی سے اس نازک تعلق کے باوجود حضرت علیہ الرحمہ نے اظہار حق میں دریغ نہ کیا حالاں کہ اسی مسجد کے مدرسۂ عالیہ عربیہ کے بعض اساتذہ نے اسی بنا پر پہلو تہی کیا ——— جب سیٹھ احمد مومن مرحوم نے مسجد کے پشتے کے بارے میں حضرتؒ سے شرعی فتویٰ لیا تو حضرت نے بڑی بیباکی کے ساتھ تحریر فرمایا:۔

> مسجد کا کوئی حصہ تصرف میں لانا ناجائز ہے، اور اس قسم کے تصرف کی اجازت دینی بھی متولیان وغیرہ کو ناجائز ہے، تصرف میں لانے والے یا اجازت دینے والے دونوں گنہ گار، دونوں کو اس سے باز آجانا چاہیئے اور آئندہ کے لئے توبہ، اور جو عمارت مسجد کے حصے پر بنائی گئی ہے اس کا گرا دینا واجب ہے۔[2]

چناں چہ اس فتویٰ کا شائع ہونا تھا مسلمانانِ دہلی میں جوش و خروش پیدا ہو گیا، بیشمار افراد آناً فاناً مسجد میں جمع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دیوانہ وار اس عمارت کی باڑ پر چڑھ گئے اور دھڑا دھڑ گرانا شروع کر دیا ——— اس پشتے کی داستان بڑی افسوس ناک ہے

---

[1] سیٹھ احمد مومن : دہلی کی نئی مجلس اوقاف، مطبوعہ کمال پرنٹنگ پریس دہلی، ۳۰ اپریل ۱۹۴۷ء، ص-۱

[2] ایضاً، ص-۲

Marfat.com

یہاں گنجائش نہیں ورنہ تفصیلاً عرض کرتا۔

(۱۲)

چوں کہ ممبران مسجد کمیٹی کے غیر شرعی امور کے ارتکاب کی وجہ سے مسلمانانِ دہلی میں شورش پیدا ہو چکی تھی اس لئے جب "دہلی سنّی مجلس اوقاف" قائم ہوئی تو مسلمانانِ دہلی کے اصرار اور خود مجلس اوقاف کے بانیوں نے حضرت علیہ الرحمہ کی مجلس میں شمولیت کو ضروری سمجھا، چناں چہ ۱۹۴۴ء / ۱۳۶۳ھ میں حضرت علیہ الرحمہ کو اس مجلس میں بحیثیت ممبر شریک کر لیا گیا، حضرت کی رکنیت دہلی کے مسلمانوں کے لئے نہایت مسرت بخش تھی، اس حسنِ انتخاب پر اظہار طمانیت کرتے ہوئے سیٹھ احمد میمن مرحوم نے حضرت کی شخصیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی :-

حضرت مفتی اعظم مولینا محمد مظہر اللہ صاحب اہل سنت کے ایک زبردست عالم ہی نہیں ہیں بلکہ آپ ایک روحانی مقتدا بھی ہیں، آپ علم و عمل کے جامع ہیں اور صحیح معنوں میں عالم باعمل ہیں، شہرت اور نام و نمود سے نفرت رکھتے ہیں، اور علم ظاہری اور باطنی دونوں کے سرچشمے اس ذات مقدس سے جاری ہیں، آپ مخالف و موافق سب ہی کے دعاگو ہیں، آپ کی مجلس میں کبھی آپ کے کسی مخالف پر سب و شتم نہیں ہو سکتی کہ آپ ایک پیکر تواضع اور مجسمۂ اخلاق اسلامی ہیں، علم و عمل کی ایسی جامع ہستیاں آج ہندوستان میں بہت کم نظر آتی ہیں اور سلف صالحین کے قدم بقدم چلنے والے آپ کے نمونے کے افراد ہمارے زمانے میں زیادہ نہیں ہیں، آپ کی یہی خوبیاں ہیں کہ جب اوقاف کی نئی مجلس قائم ہوئی تو آپ کا نامِ نامی خود بانیانِ مجلس جدید کے خیال میں آیا کہ چمکنے والے مصنوعی جواہرات تو بہت ہیں حقیقی نورانیت جس گھر میں نظر آتی ہے کیوں نہ اس گھر کے رہنے والے کو مجلس اوقاف کے شرعی معاملات میں سچی شرعی رہنمائی کی خاطر منتخب کیا جائے اور آپ پورے اتفاق رائے سے منتخب ہوئے

[1] جناب ارتضیٰ حسین المعروف بہ ملّا واحدی (جو دہلی سنّی مجلس اوقاف کے ممبر تھے، (بقیہ آگے)

Marfat.com

باوجودیکہ اس جگہ کی خواہش کرنی تو کجا، آپ تو اس جگہ کے لئے کسی عنوان رضامند ہی نہیں ہوتے تھے یہ تو اکابرین شہر اور مخلصین کا اصرار ہی تھا کہ طوعاً و کرہاً آپ کو مجبور ہونا پڑا۔[1]

لیکن حضرت علیہ الرحمہ نے سنی مجلس اوقاف کی رکنیت اس عزم کے ساتھ قبول فرمائی کہ ممبران مجلس کو امور شرعیہ میں اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں گے اور ان کی رہنمائی فرمائیں گے اور اگر ذرا بھی یہ محسوس کیا کہ مجلس امور شرعیہ میں محتاط نہیں تو استعفیٰ دیکر علیحدگی اختیار کرلیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، تقسیم ہند کے بعد جب حضرتؒ نے یہ محسوس کیا کہ مجلس اوقاف شرعی امور میں محتاط نہیں تو فوراً استعفیٰ دے کر علیحدگی اختیار فرمائی ——— کسی مذہبی یا غیر مذہبی مجلس کی رکنیت قبول کرتے وقت فی زمانہ ایسی حزم و احتیاط اور اخلاص عنقا ہو گیا ہے — مجلس اوقاف میں حضرتؒ کی شمولیت کے وقت مسلمانانِ دہلی نے جو توقعات آپ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ رکھی تھیں آپ نے اس کو پورا کر دکھایا، سیٹھ احمد مہین حضرت علیہ الرحمہ کے اخلاص و نیک نیتی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> آپ کی مجلس کے حاضر باش حضرات کو یقین ہے کہ مجلس اوقاف میں آپ محض اس ارادۂ خیر کے ساتھ تشریف لے گئے ہیں کہ اسلامی اوقاف کی وہ خدمت انجام دیں جس کی مفتی شرع ہونے کی حیثیت سے آپ سے توقع کی گئی ہے، آپ پوری شرعی ذمہ داری کے ساتھ اپنا فرض اس مجلس میں انجام دیں گے اور مجلس میں قیام، پوری مدت انتخاب کے لئے، اس حالت میں فرمائیں گے جب کہ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی موجودگی اسلامی

(بقیہ حواشی صفحہ ۴۳) اور آجکل کراچی میں مقیم ہیں)، راقم سے فرماتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ مجلس کی نشستوں میں شرکت کے لئے تشریف لاتے تو خاموش بیٹھے رہتے، جب کبھی کسی شرعی امر میں مشورے کی ضرورت ہوتی تو ممبران رجوع کرتے اور حضرت علیہ الرحمہ اس کی وضاحت فرما دیتے، یہ وہ زمانہ تھا جب شہید ملت لیاقت علی خاں اس مجلس

(حواشی صفحہ ہذا) [1] سیٹھ احمد مہین: دہلی کی سنی مجلس اوقاف، ص-۳

اوقاف کے لئے مفید ہے ورنہ استعفا دے دیں گے۔

دعا ہے کہ خداوند عالم ایسی مبارک ہستیوں کو دیر گاہ قائم و برقرار رکھے کہ یہ قحط الرجال کا زمانہ ہے اور جو ایسی چند صورتیں ہندوستان میں ہمارے زمانے میں نظر آتی ہیں، غنیمت ہیں کہ ان کے گزر جانے کے بعد لوگ ایسی صورتوں کو ترستے رہیں گے۔ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا۔[1]

(۱۳)

مجلس اوقاف کی رکنیت سے علیحدگی کے کچھ عرصہ بعد تک حضرت علیہ الرحمہ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے مگر بعد میں گوشہ نشینی اختیار فرمالی لیکن آخری چند سالوں میں علالت کے دوران معمولات میں بالکل فرق نہیں آیا، ضعف و نقاہت کی وجہ سے ہاتھ کانپتا تھا، پیر لرزتے تھے، مگر اس کے باوجود بیشمار خطوط اور فتووں کے جوابات لیٹے لیٹے خود تحریر فرماتے تھے، جمعہ مسجد شریف میں تشریف لاکر محبین و معتقدین کو اپنے دیدار سے مشرف فرماتے اور ملفوظات سے نوازتے، آخر وقت تک کسی سے کسی قسم کا سہارا نہ لیا، کہ ان کا تکیہ تو اسی محبوب حقیقی پر تھا جس سے بڑھ کر کوئی سہارا نہیں، ضعف و نقاہت بڑھتی گئی اور آخر وہ وقت آیا کہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ (مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء) بروز پیر شام پانچ بج کر بیس منٹ پر یہ آفتاب علم و عرفاں افق عالم میں غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر بہار گل از زیر گل برآرد سر
گلے برفت کہ ناید بصد بہار دگر

جب آلِ انڈیا ریڈیو سے رات کی خبروں میں اس سانحہ جاں کاہ کی اطلاع نشر کی گئی تو پاک و ہند میں حضرتؒ کے بیشمار مریدین و معتقدین اور محبین میں صف ماتم بچھ گئی، ہر شخص تصویر غم نظر آتا تھا، پاکستان و ہندوستان میں مختلف مقامات پر فاتحہ خوانی کی مجالس منعقد کی گئیں پاک و ہند کے بعض اخبارات نے یہ روح فرسا خبر جلی حروف میں شائع کی اور شایان شاں خراجِ عقیدت پیش کیا، بعض اخبارات و رسائل میں

---

[1] ایضاً، ص-۴

Marfat.com

اداریے، منقبتیں اور تاریخی قطعات بھی شائع ہوئے، مثلاً پیام مشرق (دہلی) کے ۱۴ دسمبر ۱۹۶۶ء میں سنہ ہجری اور عیسوی میں یہ دو قطعات ملتے ہیں :-

(۱)

اُٹھ گیا کون بزم دنیا سے — یوں جوہر شخص غم بدوش ہے آج
دم سے روشن تھی جس کے اہ سلوک — اے قمر شمع وہ خموش ہے آج

۱۳۸۶ھ

(۲)

مظہر علم و فقیہہ عصر — آہ دنیا سے ہو گیا روپوش
لکھ قمر عیسوی میں سالِ وصال — ہائے شمع تصوف اب ہے خموش

۱۹۶۶ء

حضرتؒ کا مزار مبارک مسجد جامع فتحپوری (دہلی) کے صحن میں شمال مغربی سمت ایک درگاہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، اس درگاہ میں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے معاصرین میں ایک بزرگ حضرت سید میراں شاہ نا نور حمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے اور صلحاء و شہداء کے مزارات ہیں، انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد پہلی مرتبہ اس درگاہ میں حضرت علیہ الرحمہ کی یہ خواب گاہ بنائی گئی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۱۴)

حضرتؒ کی اولاد امجاد میں سات صاحبزادے اور نو صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں پانچ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں بقید حیات ہیں، صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

(۱) حضرت العلامہ مولینا مفتی حافظ قاری محمد مظفر احمد صاحب (کراچی)
(۲) حضرت الحاج مولینا مفتی حافظ قاری محمد مشرف احمد صاحب (دہلی)
(۳) حضرت الحاج مولینا حافظ قاری محمد احمد صاحب (دہلی)

Marfat.com

(۴) حضرت مولینا منور احمد رحمۃ اللہ علیہ (دہلی)
(۵) حضرت مولینا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد)
(۶) راقم الحروف محمد مسعود احمد (کوئٹہ)
(۷) مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب (دہلی)

(۱۵)

حضرت علیہ الرحمہ کے خلفاء و سفراء بھی پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں :-

خلفاء

پاکستان (۱) حضرت مولانا مفتی حافظ قاری محمد مظفر احمد صاحب (کراچی)
(۲) حضرت الحاج حافظ قاری سید حفیظ الرحمٰن صاحب (بہاول پور)
(۳) صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر سلمہٗ (حیدرآباد)

ہندوستان (۱) حضرت مولینا مفتی حافظ قاری الحاج محمد مشرف احمد صاحب (دہلی)
(۲) حضرت مولینا عبد الکریم چتوڑی رحمۃ اللہ علیہ (چتوڑ)
(۳) حضرت مولینا مفتی محمد مقبول الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (سیلوہارہ)
(۴) حضرت سید ابو الکمال احمد ضیاء الدین کاظمی شمسی طہرانی (علی گڑھ)
(۵) جناب محمد عثمان صاحب ٹونکی (ٹونک)

سفراء

پاکستان (۱) جناب بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)
(۲) جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ "
(۳) جناب حافظ محمد صالحین صاحب "
(۴) جناب حکیم محمد ذاکر صاحب "
(۵) جناب صوفی فضل احمد صاحب "
(۶) جناب محمد یوسف صاحب "

Marfat.com

(۷) جناب سید نواب علی صاحب (حیدر آباد)

(۸) جناب قاضی صفدر حسن صاحب (لاہور)

(۹) جناب محمد احمد صاحب قریشی "

ہندوستان

(۱) جناب حکیم محمد عاقل صاحب (دھام پور)

(۲) جناب مولینا غلام احمد مظہری (ٹونک)

(۱۶)

حضرت علیہ الرحمہ نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک تحریر و تصنیف کا کام کیا، آپ کی تصنیفات میں چند علمی رسائل ہیں مگر اصل تصنیف وہ علمی و تحقیقی فتوے ہیں جو آپ نے ساٹھ ستر سال تک تحریر فرمائے، مگر افسوس کہ یہ عظیم ذخیرہ بتمامہ محفوظ نہ رکھا جاسکا، اگر محفوظ کر لیا جاتا تو سینکڑوں کی تعداد میں مجلدات تیار ہو جاتیں، چند فتوے وصال کے بعد تحقیق و تلاش سے حاصل کر کے مرتب کئے ہیں، فتووں کے علاوہ حضرت؁ کے مکاتیب شریف بھی ایک عظیم سرمایہ تھے مگر صد افسوس کہ یہ سرمایہ بھی پوری طرح محفوظ نہ رہ سکا، کافی تلاش و جستجو کے بعد چند سو خطوط پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔ بہر کیف حضرت علیہ الرحمہ کی تصنیفات کی ایک مجمل فہرست یہ ہے :-

(۱) ارکان دین[۱]، مطبوعہ ہلالی پریس، دہلی، ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

(۲) مظہر العقائد، " " ، " ، ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

(۳) مظہر الاخلاق[۲]، " " ، " ، ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

(۴) رسالہ در علم توقیت (قلمی) ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء

(۵) عرض البلاد و طول البلاد، (قلمی)

(۶) ترجمہ قرآن کریم، مطبوعہ اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی، ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۱ء

---

[۱] ارکان دین کا دوسرا اڈیشن، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے ۱۹۶۹ء / ۱۳۸۹ھ میں شائع کر دیا ہے۔

[۲] مظہر الاخلاق کا دوسرا اڈیشن بھی مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے ۱۹۶۸ء / ۱۳۸۸ھ میں شائع کر دیا ہے۔

Marfat.com

(۷) حواشی وتفسیر قرآن کریم، مطبوعہ اقبال پرنٹنگ ورکس، دہلی، سنہ ۱۳۶۱ھ / سنہ ۱۹۴۱ء
(۸) خزینۃ الخیرات ، مطبوعہ اعلیٰ پریس، دہلی ، سنہ ۱۳۶۷ھ / سنہ ۱۹۴۷ء
(۹) شجرۂ منظوم سلسلۂ طریقت، مطبوعہ امپریل پریس، دہلی ،
(۱۰) مکاتیب مظہری، جلد اوّل، مطبوعہ مشہور آفسٹ پریس کراچی ، سنہ ۱۳۸۹ھ / سنہ ۱۹۶۹ء
(۱۱) فتاوٰی مظہری، جلد اول و دوم، مطبوعہ مشہور آفسٹ پریس کراچی ، سنہ ۱۳۹۰ھ / سنہ ۱۹۷۰ء
(۱۲) مواعظ مظہری ، جلد اوّل ، مطبوعہ مشہور آفسٹ پریس، کراچی، سنہ ۱۳۹۰ھ / سنہ ۱۹۷۰ء

محمد مسعود احمد
صدر شعبۂ اردو
گورنمنٹ ڈگری کالج
کوئٹہ (مغربی پاکستان)

جمادی الاوّل سنہ ۱۳۸۹ھ
اگست سنہ ۱۹۶۹ء

Marfat.com

افتتاحیہ

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

Marfat.com

افتتاحیہ

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

(۱)

اقوام وملل کے اصلاح حال کے لئے ہمیشہ ترغیب وتشویق اور پند وموعظت کی ضرورت رہی ہے اسی لئے مختلف ازمنہ میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے پھر ان کے بعد تبلیغ وارشاد کا یہ اہم فرض صلحائے امت نے انجام دیا، قرآنِ کریم میں اس کے لئے واضح ہدایت موجود ہے، چناں چہ ارشاد ہوتا ہے :-

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآءھم البینٰت واولئک لھم عذاب عظیم

ترجمہ :- اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ (اس جماعت کے افراد) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے، اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کر لیا، حالاں کہ ان کے پاس احکام واضحہ پہنچ چکے تھے ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی۔

ان آیات کریمہ میں خیر کی طرف دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا گیا ہے، اور دعوت وتبلیغ میں تفرقہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، گویا تبلیغ موجب اتصال ہو، سبب انفصال نہ ہو۔ آیت اولیٰ میں ایک بات خاص طور پر قابل توجہ ہے، خیر کی دعوت

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر فرمایا گیا، اگر یہی دو چیزیں خیر سے عبارت ہوتیں تو خیر کا ذکر نہ کیا جاتا، لفظ 'خیر' ایک عظیم معنویت و جامعیت کا حامل ہے۔

انسان ایک حالت پر نہیں رہتا بلکہ اس کی ہر حالت ایک نئی تبدیلی کی نقیب ہوتی ہے، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی پس اگر یہ تبدیلیاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں معین ہیں تو سراسر خیر ہی ورنہ شر۔ حق جل مجدہ نے لفظ 'خیر' سے انسانی اعمال کو ان مفسرہ اور مشرحہ قوانین و اصول تک محدود نہ رکھا جن کا ذکر صراحتہً قرآن و حدیث میں کر دیا گیا ہے بلکہ تعمیم سے اس کے مفہوم کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔

(۲)

ترغیب و تشویق کے لئے انسانی نفسیات سے واقفیت اور اس کا عمیق مطالعہ ضروری ہے، چناں چہ قرآن کریم نے ضرورت دعوت، مقصودِ دعوت، اور طریقۂ دعوت کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بالمهتدین ۰

ترجمہ:۔ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے، اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے، آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

اس مختصر سی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گم کردہ راہ کو جب تک راہ راست نہ دکھائی جائے وہ راہ پر نہیں آتا، کم ہیں وہ سعادت مند جو خود راہ پا جاتے ہیں —— دعوت کے ساتھ ساتھ مقصودِ دعوت کا تعین بھی ضروری ہے، مقصود یہ ہے کہ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلایا جائے —— "سبیل ربک" میں جو ایجاز و اختصار اور معنویت و جامعیت ہے اس کی وضاحت کے لئے دفتر درکار ہیں — پورا قرآن

Marfat.com

عظیم اس اجمال کی تفصیل ہے اور پھر اس تفصیل کی تشریح صلحائے امت کے اعمال واقوال ہیں ——— مقصود اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک لگن کے ساتھ ساتھ حصول مقصود کے طریقوں سے واقفیت نہ ہو اور دعوت و تبلیغ کے گُر نہ معلوم ہوں چناں چہ طریقہ بھی بتا دیا گیا بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ دانائی اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ دعوت دی جائے، تاریخ انسانیت میں بیشتر مصلحین کی ناکامی کے اسباب میں بڑا سبب یہ ہے کہ وہ طریقۂ دعوت کے گُر سے پوری طرح واقف نہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں طریقۂ دعوت کے مثالی نمونے ملتے ہیں، اسی لئے فرمایا گیا :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا[1]۔

ترجمہ :- تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

(۳)

دعوت و تبلیغ کی یہ ذمہ داری علماء و صوفیہ پر خصوصاً اور مسلمانوں پر عموماً عائد ہوتی ہے، چناں چہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک علماء و صوفیہ تبلیغ و ارشاد کا حق ادا کر رہے ہیں، ان کی مساعی سے دینی ادب میں مواعظ پر کافی سرمایہ موجود ہے، قارئین کرام کی معلومات کے لئے اردو زبان کی چند کتب مواعظ کا ذکر کیا جاتا ہے :-

(۱) ابوبکر قریشی : اشرف الواعظین (۲) احمد سعید دہلوی : وعظ سعید (۳) احمد یار خاں : مواعظ نعیمیہ (۴) اشرف علی : اشرف المواعظ[2] (۵) امانت اللہ : تحفۃ الواعظین (۶) انور علی : انیس الواعظین (۷) برکت اللہ ضیاء : مرآت الواعظین

[1] القرآن الحکیم : سورۃ النحل، ۱۲۵

[2] مولوی اشرف علی تھانوی کے متعدد مواعظ جزوی طور پر بھی شائع ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

(۸) تمکین : مواعظ نادر (۹) سبحان علی : تائید الواعظین (۱۰) سراج الدین : سراج الطالبین (۱۱) شمس الدین : مجالس میلاد النبی (۱۲) عبدالکریم : تحفۃ الواعظین (۱۳) عبدالغفور : مواعظ حسنہ (۱۴) غلام حیدر : مواعظ حیدریہ (۱۵) غلام حیدر رضا : مواعظ جعفری (۱۶) غلام محمد غوث : احسن المواعظ (۱۷) فخر الدین : فخر الواعظین (۱۸) محبوب احمد : معین الواعظین (۱۹) محمد ابراہیم : اکرم المواعظ، افضل المواعظ (۲۰) محمد تقی : تاج المواعظ (۲۱) محمد شفیع : زبدۃ الواعظین۔ (۲۲) نجم الدین : نجم الواعظین وغیرہ وغیرہ[1]

(۴)

وعظ و نصیحت میں واعظ کو کئی امور پیش نظر رکھنے پڑتے ہیں جو آیۃ کریمہ بالحکمۃِ و الموْعظۃِ الحسنۃ کے ذیل میں آتے ہیں، ان میں سے بعض اہم باتیں یہ ہیں :-

(۱) موضوع کے انتخاب کے وقت یہ بات پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ اس پر کس قسم کے سامعین کے سامنے گفتگو کی جائے گی۔

(۲) منتخبہ موضوع کے تحت جو افکار و خیالات پیش کئے جا رہے ہیں وہ سامعین کی ذہنی سطح سے نہ بلند ہوں اور نہ پست ہوں۔

(۳) جس زبان میں گفتگو کی جا رہی ہے نہ صرف یہ کہ سامعین اس زبان سے واقف ہوں بلکہ اس زبان کے جس ذخیرۂ الفاظ میں بیان مطالب کیا جا رہا ہے سامعین کے مبلغ علم سے بلند تر نہ ہوں۔ (مقرر یا واعظ کی لسانی مجبوریاں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں)۔

(۴) جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ سامعین کی دل آزاری کا باعث نہ ہو بلکہ حسن اظہار کا کمال یہ ہو کہ موافق و مخالف جو بھی سنے، متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(۵) وقت کا تعین بہت ضروری ہے، تقریر کی تاثیر میں اس کا بھی پورا پورا دخل ہے، بسا اوقات طویل تقاریر خواہ کتنی فاضلانہ اور عالمانہ کیوں نہ ہوں،

---

[1] قاموس الکتب اردو، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، جلد اول، ص۔ ۶۱۱ تا ۶۲۳

Marfat.com

بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں، وقت کی تحدید سامعین کے اذواق، موضوع کی دل چسپی وغیرہ کئی ملحوظات کے پیش نظر ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ نہیں بنایا جا سکتا۔

(۶) اگرچہ ابن تیمیہ سے لے کر آج تک علماء کا ایک طبقہ 'تعیین یوم' کا مخالف رہا ہے، مگر 'تحدید وقت' کے ساتھ ساتھ 'تعیین یوم' کے متعلق اتنا عرض کروں گا کہ سہولت عامہ سے قطع نظر سامعین پر اس کا خاص نفسیاتی اثر پڑتا ہے جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود یہ چیز اب تک مٹ سکی بلکہ اتنی عام ہو چکی ہے کہ مخالفین بھی مجبوراً نظر آتے ہیں، اس کا نہ مٹنا اس کی ضرورت اور اہمیت پر خود گواہ ہے۔

(۷) سب سے اہم بات جو دینی مواعظ میں ضروری ہے، اخلاص فکر ہے، جب تک یہ خوبی پیدا نہ ہو، ہزار کوششوں کے باوجود تاثیر اپنا جلوہ نہیں دکھا سکتی، بات دل سے کہنی چاہیئے کہ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

جو حضرات اُن مجالس میں شریک ہوئے ہیں جن کے لئے یہ مواعظ قلم بند کئے گئے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمہ نے متذکرہ بالا اُن تمام امور کو پیش نظر رکھا ہے جو حق ابلاغ میں معین ہو سکتے ہیں، جہاں تک اخلاص فکر کا تعلق ہے، حضرتؒ کی تحاریر جانِ اخلاص اور روح محبت ہیں۔

(۵)

خوبیٔ بیان کا ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ کلام موقع و محل کی مناسبت سے کیا جائے، حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاں یہ صفت بتمام و کمال موجود ہے، مکاتیب میں جس ایجاز و اختصار کی ضرورت ہے وہ وہاں موجود ہے، فتووں میں جس تفصیل و تشریح اور برہان و حجج کی ضرورت ہے وہ وہاں موجود ہیں، اور مواعظ میں جس شرح و بسط اور ادبیت و دل کشی کی ضرورت ہے وہ یہاں موجود ہے، ہر پھول کا رنگ و بو جدا جدا ہے، اسلوب بیان مزاج پر حاوی نہیں بلکہ مزاج، اسلوب پر حاوی ہے، اور بیان پر پوری طرح قادر۔

Marfat.com

حضرت علیہ الرحمہ کی مرصّع تحریروں میں بھی تکلف و تصنع نہیں بلکہ وہ عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں، تکلف و تصنع کا ایک وقت ہوتا ہے، ایام شباب تکلفات کے لئے موزوں ہیں لیکن ایام ضعیفی میں جب کہ قلم برداشتہ لکھنا تو کجا، لکھنا مشکل ہو جاتا ہے مرصّع تحریر قلم سے نکلے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فیاض حقیقی کا فیضان ہے اور عشق صادق کا کرشمہ، محبوب کے ذکر میں جو لطف و سرور ہے، محب کے دل سے پوچھئے، ایک ایسی والہانہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ قلم ترجمان دل بن جاتی ہے۔

قارئین کرام اس قسم کی مرصّع تحریر وعظ نمبر ۷ میں حمد و نعت منثور میں مطالعہ فرمائیں گے، بیساختگی، جو آئینہ دار محبت ہے، اس تحریر کی جان ہے۔

(۶)

وعظ و نصیحت کے مضامین میں عام طور پر قصص و حکایات بیان کی جاتی ہیں، جس سے مضامین دل نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، قرآنِ کریم کا یہی انداز تفہیم ہے، علماء کرام اور صوفیہ عظام نے بھی اسی طریقۂ موعظت کو اپنایا ہے، چوں کہ ان حکایات و قصص سے کوئی نیک بات دل نشیں کرانا مقصود ہوتی ہے اس لئے بالعموم تاریخی صحت کا التزام نہیں کیا جاتا، لیکن ان مواعظ میں بالعموم صحت کا التزام رکھا گیا ہے، شاذ و نادر ہی کہیں ایسا ہوگا کہ واقعات میں صحت واقعہ سے قطع نظر مقصود کو پیش نظر رکھا ہو۔

(۷)

بالعموم تحاریر میں جذباتیت معیوب سمجھی جاتی ہے مگر مواعظ میں جذباتیت معیوب نہیں بشرطیکہ کسی کی دل آزاری نہ ہوتی ہو بلکہ دلوں میں شوق و ذوق پیدا ہو، حضرت علیہ الرحمہ کے بعض مواعظ میں قدرے جذباتیت ہے، یہ کیفیت نہ آپ کے مکاتیب میں ہے اور نہ فتووں میں، لیکن یہاں جذباتیت، محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار ہے، حدود آداب سے تجاوز نہیں فرمایا، اظہار خیال میں جذبات میں بہہ جانے والی کیفیت نہیں ہے بلکہ قدم قدم پر آداب کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحریر و تقریر کے تمام نشیب و فراز سے پوری طرح باخبر ہیں۔

Marfat.com

(۸)

مواعظ کے بالاستیعاب مطالعے سے جو ایک بڑی خوبی نظر آئی وہ یہ ہے کہ صاحب مواعظ مظہری علیہ الرحمہ نے قرآنِ کریم کا محبت بھری نظروں سے مطالعہ فرمایا ہے جب ہی اس کی تشریح وتفسیر میں قدم قدم پر عشق ومحبت کی بو آرہی ہے، فی الحقیقت جب نگاہ محبت پیدا ہوتی ہے اسی وقت اسرار ومعارف قرآنیہ کا سیلاب امنڈتا ہوا نظر آتا ہے ورنہ ضلالت وگمراہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، اسی لئے فرمایا گیا۔ یضل بہ کثیرًا (بہت سے لوگ اس سے گمراہ ہوتے ہیں) ہدایت کے لئے صرف چشم سر کی ضرورت ہوتی تو پھر اس نسخۂ کیمیا سے ہدایت ہی ہدایت ملتی، ضلالت کا کیا کام؟ ——— مگر نہیں چشم دل کی ضرورت ہے۔ بصارت کی نہیں بصیرت کی ضرورت ہے، جب ہی وہ بات پیدا ہوتی ہے جس کو ہدایت کہتے ہیں ویھدی بہ کثیرًا (اور بہت سے لوگ اس سے راہ پاتے ہیں)۔

(۹)

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو بیشتر مواعظ کا موضوع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وکبریائی ہے، فی الحقیقت عظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عظمت توحید مضمر ہے اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم کیف وسرور میں فرمایا تھا اے خدا میں تجھے اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے" ——— ایک گروہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد ہے اس کے قبضۂ اختیار میں کچھ بھی نہیں (معاذ اللہ) اور ایک یہ ہیں کہ حق جل مجدہٗ سے دوستی کا دم بھرتے ہیں تو اسی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور واسطے سے۔ نظر، نظر کی بات ہے وہ آداب محبت سے واقف نہیں اور یہ ادا شناس محبت ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ منعم حقیقی سے دعوئ محبت واخلاص ہے تو اس نعمت عظمیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دل لگاؤ ——— صرف پیروی کافی نہیں، سرفروشی وجاں نثاری کی ضرورت ہے، ساری محبتیں اس ایک محبت پر نچھاور کردو، اپنی دل لگیوں کو

Marfat.com

قربان کر کے صرف اسی سے دل لگاؤ کہ عشق و محبت دل لگی نہیں، اگر تم نے حق محبت ادا کیا تو پھر یحببکم اللہ (اللہ تعالیٰ تمہارا محب ہو جائیگا)۔

وحدانیت و اُلوہیت حق جل مجدہٗ پر زور دینا یقیناً ایک اہم دینی فرض ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس شخصیت کو اس انداز سے پیش کرنا کہ آتش محبت سرد ہو جائے، سخت خطرناک ہے یہی محبّت ملّت اسلامیہ کی روح تھی، ساری کامیابیاں اسی محبت کے طفیل تھیں ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

مستقبل کی کامرانیاں بھی اسی محبّت سے وابستہ ہیں ——— اگر اس نگاہ محبت سے مواعظ مظہری کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مواعظ مظہری علیہ الرحمہ نے ان مواعظ میں محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ روشن کئے ہیں، اور یہ مجموعۂ مواعظ کیا ہے "سرو چراغاں" ہے۔

(۱۰)

انسان کی عادت ہے کہ وہ قانونِ مروّجہ یا مسلّمہ (مذہبی و غیر مذہبی) کے اطلاقات و انطباقات میں اپنی فکر نارسا کو دخل دے کر کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے، بعض اوقات تاویلات و تشریحات سے نئی نئی دشواریاں اور نئے نئے فتنے کھڑے کر دیتا ہے یہی عادت جب اوامر و نواہی شرعیہ میں دخل انداز ہوتی ہے تو وہ اپنی طرف سے مجتہدانہ وہ وہ اضافے کرتا ہے کہ الامان و الحفیظ۔ حق جل مجدہٗ نے انسان کی اسی عادت کی طرف اس آیت شریفہ میں اشارہ فرمایا ہے:۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (سورۃ النحل، ۱۱۶)

ترجمہ:۔ اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دینا کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز

Marfat.com

حرام ہے (جس کا حاصل یہ ہوگا) کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے"۔

ملّت مسلمہ میں بھی چند ایسے طبقے پیدا ہوگئے جنہوں نے مباحات پر محرمات کا حکم لگا کر خواہ مخواہ ایک فتنہ کھڑا کر دیا اور ملّت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا

متاعِ راحتِ شادی ما بغارت داد
چہ فتنہ بود کہ ناگہ در آمد از درِ ما

اور حد تو یہ ہے کہ متدین و متقی علماء کرام کو بدعتی اور مشرک کہا گیا، اور اس طرح ملّت کے ایک ایسے صالح طبقے کو، جن پر ملت کو بجا طور پر ناز ہے، کفار و مشرکین کے زمرے میں شامل کر کے ان تمام آیات کو ان پر منطبق کر دیا گیا جو مشرکین عرب کے متعلق تھیں ع

آن چہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد!

(۱۱)

صاحب مواعظ مظہری علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں ۱۲ ربیع الاول کی شب کو ہر سال مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں بڑے تزک و احتشام سے مجلس عید میلاد النبی منعقد ہوا کرتی تھی اور اس میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو، ایک متدین اور متقی عالم اور مفتی کے متعلق ایسا گمان کرنا بھی سخت نادانی ہے مگر پھر بھی تنگ نظر مخالفین نے اس پر اعتراض کیا، جس کے متعلق خود صاحب مواعظؒ تحریر فرماتے ہیں :-

اس عاجز کی دلی خواہش تو یہی تھی کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب عالیہ ہی میں کچھ عرض کرتا لیکن اپنے بیان کو ان آیات بینات کے عنوان سے معنون کرنے کی ضرورت یوں ہوئی کہ کسی نے ایک گمنام خط بھیجا جس کا مضمون یہ ہے :-

آپ ایک عالم اور مفتی اعظم ہوتے ہوئے ایک ایسے فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں جو بدعت ہے"۔

Marfat.com

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اس شبہ کو بھی رفع کر دینا چاہیئے تاکہ یہ لوگ مسلمانوں پر بدگمانی کرنے اور اس ذکر خیر کو معصیت کہنے سے باز رہیں کہ دونوں باتیں گناہ عظیم ہیں۔ (وعظ ع ۶)

نہ صرف بدعتی ہونے کا الزام تھا، بلکہ مشرک بنانے سے بھی ان بیباک معترضین نے گریز نہیں کیا، چناں چہ صاحب موصوفؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مجلس کے آخر قیام کیا جاتا ہے اور قیام عبادت ہے پس غیر اللہ کے لئے قیام کرنا شرک ہے۔ (وعظ ع ۶)

یہ صرف گناہ محبت کی سزا تھی، مخالفین نے صاحب مواعظؒ کے ساتھ وہ ناروا سلوک روا رکھا جو نہ صرف غیر مہذب بلکہ انسانیت سوز تھا۔ "حیات مظہری" میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ان لوگوں نے جب اس پیکر قدسی (علیہ الرحمہ) کی عظمت و جلال کے آگے خود کو بے بس پایا تو پھر گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھیجنے شروع کئے مگر آپ کی پیشانی پر ذرا بل نہیں آیا بلکہ ان تمام کلفتوں کو غم جاناں کی نذر کر دیا ؎

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غم جاناں بنا دیا

(۱۲)

یہ مخالفت ایک ایسے طبقے کی بیمار ذہنیت کی پیداوار تھی جس کے پیشواؤں کے معتقدات کا ذکر صاحب مواعظؒ نے ایک دو جگہ فرمایا ہے پھر فقیہانہ بحث کرتے ہوئے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا ہے اور سامعین کے سامنے ایک معقول معیار بھی پیش کر دیا ہے۔ ان معتقدات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں :-

میں نے اپنے بیان کا زیب عنوان کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ اس لئے رکھا ہے کہ عوام سامعین کو کلمہ طیبہ تو صحت لفظی کے ساتھ یاد ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود بعض عوام کو یہ کہتے سنا کہ (۱) اہل اللہ کے مزارات پر سفر کر کے جانا (۲) قبر کو بوسہ دینا (۳) اس پر چادر چڑھانا (۴) اس کے غلاف کو پکڑ کر دعا کرنی (۵) اللہ کی جناب میں کسی

Marfat.com

کو سفارشی سمجھنا (۶)، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا ـــــ یہ سب باتیں شرک ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بکثرت ایسے اقوال ہیں جن کے بیان کے لئے زبان یاری نہیں دیتی مثلاً (معاذاللہ) (۷) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ جو افعال رذیلہ ایک انسان کر سکتا ہے وہ افعال اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے (۸) اسی طرح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (۹)، اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (وعظ ۱)

اسی طرح دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

بعض عوام کے خیال میں یہ جم چکا ہے کہ حضور مثل ایک انسان تھے اور ہمارے بھائی پس جب حضور کو کسی صفت عطیہ کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے، تو چونک پڑتے ہیں اور پھر اس پر دلائل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے فوراً شرک کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں۔ .. (وعظ ۱)

(۱۳)

صاحب مواعظ علیہ الرحمہ نے اس قسم کے اعتراضات اور اقوال کے جوابات نہایت تحمل و بردباری سے دیئے ہیں یہاں عام واعظین کی طرح جذبات میں بہہ جانیوالی کیفیت نہیں ہے نہ کہیں طعن و تشنیع ہے کہ ویلٌ لکل ھمزۃ لمزۃ (بڑی خرابی ہے ہر عیب چیں اور طعنہ دینے والے کی) جو دور جدید کے واعظین کے مواعظ کی جان اور وعظ و نصیحت کی بہار ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کو ایسے نازک موقعوں پر بھی یہ فکر دامن گیر رہا کہ کہیں نامناسب جوابات سے مخاطب کو تکلیف نہ پہنچے کہ کسی مرد مسلم کی ایذا رسانی بھی شرعاً ممنوع ہے، شریعت کا اس قدر پاس و لحاظ شاذ و نادر ہی اس دور میں نظر آئے گا۔ اعتراضات کے جوابات کے سلسلے میں صاحب مواعظ علیہ الرحمہ ایک جگہ اس طرح وضاحت فرماتے ہیں :-

ورنہ ہم ایسے اعتراض کو نظر انداز کرتے رہے اس لئے کہ ایسے اعتراضات

Marfat.com

کے جوابات میں بسا اوقات ایسے کلمات بھی صادر ہو جاتے ہیں جو مخاطب کے لئے باعث اذیت ہوتے ہیں اور یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔ لیکن اس وقت اس اصل پر نظر رکھتے ہوئے کہ اذا ابتلی ببلیتین فاختار اھونھما ناچار اس طرف متوجہ ہونا پڑا لیکن پھر بھی اپنے بیان میں ہرگز ہرگز کسی خاص شخص کو مخاطب نہ کروں گا۔ (وعظ ۶)

واعظین و مناظرین تو اپنی اپنی مجلسوں میں اس حد سے کہیں آگے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں، یہاں تو صرف مخاطب مسلمان کی ایذا رسانی کی فکر دامن گیر ہے اور وہاں ایسا بھی ہوا ہے کہ اعاظم اسلاف بلکہ صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین تک کی شان میں گستاخانہ کلمات صادر ہو گئے ہیں گو بعد میں اس پر ندامت ہوا کرے۔ چناں چہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے الصالحیۃ میں الجبل کی مسجد میں ممبر پر کھڑے ہو کر کہا :-

حضرت عمر بن الخطاب نے بہت سی غلطیاں کیں[1]۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا :-

علی بن طالب نے تین سو غلطیاں کیں[2]۔

(۱۴)

مختصراً اختلاف رائے تو رحمت ہے، چناں چہ فقہ اسلامی کی تدوین میں آ اختلاف نظر آتا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ (م۔ ۱۵۰ھ)، حضرت امام مالک (م۔ ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعی (م۔ ۲۰۴ھ) اور حضرت امام احمد بن حنبل (م۔ ۲۴۱ھ) کے چار مختلف مکاتب فکر موجود ہیں، دو مکتب فکر حضرت سفیان ثوریؒ (م۔ ۱۶۱ھ) اور حضرت امام داؤد الظاہری (م۔ ۲۷۰ھ) نے بھی قائم کئے تھے مگر یہ دونوں مکاتیب فکر آٹھویں صدی ہجری تک قائم رہے۔ بقیہ چار مکاتیب فکر ابتک موجود

---

[1] ابن حجر: الدرر الکامنہ، جلد اول، ص۔ ۱۵۴۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، ص۔ ۴۵۲

[2] ایضاً، ص۔ ۴۵۲۔

Marfat.com

ہیں، ۔ ائمہ اربعہ میں اختلاف اپنی جگہ تھا اور احترام اپنی جگہ، چناں چہ ھیوز نے ڈکشنری آف اسلام میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ "دنیائے اسلام میں علوم فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کا ثانی نہیں، جس نے آپ کی یا آپ کے شاگردوں کی تصانیف سے استفادہ نہیں کیا وہ فقہ اسلامی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا"[1]

اسی طرح مصنف نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ "ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو صحت یابی کی نیت سے آپ نے حضرت امام شافعیؒ کا پیراہن مبارک زیب تن فرمایا"[2]

یہ تھیں ان حضرات کی محبتیں اور اخلاص، انہیں مخلصانہ تعلقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے لکھا ہے :-

> خود ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور ان کے احترامی سلوک سے جو ناواقف ہیں وہ نہیں جانتے کہ امام شافعی، امام مالک کے تلمیذ رشید تھے یا احمد بن حنبل، امام شافعی کی رکاب تھام کر بغداد کے بازاروں میں گھومتے تھے۔ امام شافعی نے، ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی سے کتنا سیکھا، اور کیا کیا سیکھا؟ ۔ امام ابوحنیفہ کے مرقد انور پر پہنچ کر امام شافعی نے کیا کیا تھا؟[3]

یہ وہ مبارک اختلافات تھے جن کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان دقیع خیالات کا اظہار فرمایا ہے :-

> ان اختلافات کی وجہ سے دین میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی، میں دین کی راہ میں اس کو تمام قیمتی چیزوں میں بڑی غیر معمولی چیز سمجھتا ہوں، وہ بڑی ناپسندیدہ حالت ہوتی کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ کسی ایک ہی پہلو پر سمٹ جاتے۔[4]

---

[1] ھیوز : ڈکشنری آف اسلام، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۵ء، ص - ۱۹۸

[2] ایضاً، ص - ۱۹۸

[3] مناظر احسن گیلانی : مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۶۰ء، ص - ۱۰۸

[4] ایضاً، ص - ۱۹۸

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ ان چاروں مکاتیب فکر کے پیرو آپس میں ایک دوسرے سے دست بگریباں ہو گئے جیسا کہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور سیاح علامہ مقدسی نے اپنی یادداشت میں تحریر فرمایا ہے، لیکن یہ متبعین کا اپنا کردار تھا اس سے ائمہ اربعہ کو متہم نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۵)

مگر ایک زمانہ وہ آتا ہے جب اختلاف نے ایک خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے اور علمائے کرام کے طبقے سے ایسے افراد پیدا ہوتے ہیں جن کے افکار و خیالات ملت اسلامیہ میں غیر مختتم تفریق کا باعث ہوئے۔ اس سلسلے میں ہم ایک عالم کا ذکر کریں گے یعنی تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم المعروف بہ ابن تیمیہ الحرّانی الحنبلی (۶۶۱ھ — ۷۲۸ھ)۔ یہ عالم بلا کے ذہین و فطین تھے سترہ برس کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا، تقریباً پانچ سو کتابوں کے مصنف ہوئے

جب ابن تیمیہ نے مناظروں میں اپنے افکار و خیالات کا آزادانہ اظہار کیا تو راسخ العقیدہ علمائے اہل سنت و الجماعت میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ ان کے سخت مخالف ہو گئے یہاں تک کہ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور بعض علماء نے تو یہ تک فرما دیا کہ جو ابن تیمیہ کو ملحد نہ سمجھے وہ خود ملحد ہے[1]۔

دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار محمد شنب نے ابن تیمیہ کے ان افکار و خیالات پر طائرانہ نظر ڈالی ہے جو موجب افتراق ہوئے، اس بحث کا خلاصہ یہ ہے:-

(ا) وہ بدعت کے سخت دشمن تھے، انہوں نے اولیاء پرستی اور مزارات کی زیارت کی شدید مذمت کی ہے[2]۔

(ب) کوئی شخص اگر محض نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کیلئے سفر اختیار کرے تو یہ بھی ایک ناجائز فعل ہوگا[3]۔

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ لاہور، ص - ۴۵۳

[2] ابن تیمیہ: مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، جلد اوّل ص - ۳۰۷ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ، ص - ۴۵۱

[3] ابن الحجر الہیتمی، فتاوی الحدیثیہ، ص - ۷۸ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ص - ۴۵۱ - (بقیہ آگے)

Marfat.com

(ج) ان کے نزدیک کسی مسلمان کے مزار پر جانا صرف اس صورت میں معصیت ہوگا جب کہ اس کے لئے سفر اور کسی معینہ دن جانا پڑے[1]۔

ابن تیمیہ نے ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء میں اولیاء اور انبیاء کے مزارات پر حاضری کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس کی پاداش میں کافی عرصہ بعد ۷۲۶ھ / ۱۳۲۶ء میں سلطانِ وقت نے ان کو قید کیا اور اسی قید و بند میں ان کا انتقال ہوا۔

ابن تیمیہ مزارات پر حاضری کے علاوہ استغاثہ کے بھی خلاف تھے چنانچہ یوسف النبہانی نے اپنی کتاب "شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق" میں ابن تیمیہ کے اس عقیدے کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔

ابن تیمیہ صوفیہ کرام اور متکلمین سے بھی نالاں معلوم ہوتے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں (المنقذ من الضلال اور احیاء العلوم الدین) پر بڑی جرح کی ہے —— یہ ہی امام غزالی ہیں جن کی شان میں شیخ ابوالفضل نے گستاخانہ کلمات کہے تھے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فوراً اس کی مجلس سے اٹھ کر چلے آئے تھے[2] اور معلوم ہے کہ مجدد الف ثانی کون بزرگ تھے، یہ وہی بزرگ ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا ہے ع

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

جب تک فیضی نے معافی نہیں مانگ لی آپ اس کی مجلس میں تشریف نہیں لے گئے، انہیں امام غزالی اور دوسرے صوفیہ کرام کے متعلق ابن تیمیہ کہتے ہیں :-

"صوفی اور متکلمین ایک ہی کشتی پر سوار ہیں"۔

(بقیہ حواشی ص ۶۶) نوٹ :- گویا جو حجاج ارادۃً مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں (معاذ اللہ) گنہ گار ہوتے جس کی نگاہ لطف نے بیت اللہ کو مسلمانانِ عالم کے لئے مرکزیت بخشی (فلنولینک قبلۃ ترضٰھا) اس نگاہِ کرم سے رُخ موڑ لینا کیسی احسان فراموشی ہے! (مرتب)

(حواشی صفحہ ہٰذا) [1] صفی الدین الحنفی : القول الجلی، ص ۔ ۱۱۹ بحوالہ دائرہ معارف الاسلامیہ ص ۔ ۲۵۱

نوٹ :- صاحب مجمع اعظم مظہریؒ کے جو اقتباسات اوپر پیش کئے گئے ان میں نمبر ۱ سے اسی عقیدے کی طرف اشارہ ہے (مرتب) [2] محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور۔

Marfat.com

ابن تیمیہ کے متعلق اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ ان معتقدات کی اساس کا پتا چل جائے جو بعد میں "تحریک وہابیت" اور بہ اضافات جدیدہ تحریک دیوبندیت" میں نظر آتے ہیں اور جن کی طرف صاحب تواعظ مظہری اشارۃً وکنایۃً اور کبھی وضاحۃً اشارہ فرماتے ہیں اب ہم تحریک وہابیت اور اس کے بانی کے متعلق کچھ عرض کریں گے۔

(۱۶)

تحریک "وہابیت"[۱] کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھے۔ یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ یہ تحریک، بانی تحریک کے والد بزرگوار کے نام پر معنون ہوئی جو اس تحریک کے آغاز کے بعد سے مرتے دم تک اس کے مخالف رہے اور اسی بیزاری کے عالم میں ان کا انتقال ہوا۔

---

[۱] تحریک "وہابیت" کے بارے میں مزید اور مفصل معلومات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ و مراجع کی طرف رجوع کیا جائے:-

عربی اور اردو ماخذ

(۱) احمد القبانی المصری: الفصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب (۲) احمد رضا خان: الاستمداد علی اجیال الارتداد (۳) احمد رضا خاں: الیاقوت الواسطہ (۴) احمد رضا خاں: الکوکبۃ الشہابیہ (۵) امیر شکیب ارسلان: حاضر العالم الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۲ھ؍۱۹۳۲ء (۶) انور شاہ کشمیری: فیض الباری شرح صحیح البخاری (۷) سید احمد بن زینی الدحلان: الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ، مطبوعہ پشاور (۸) سلیمان بن عبدالوہاب نجدی: الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ، مطبوعہ قاہرہ (۹) عثمان بن بشر: عنوان المجد فی تاریخ نجد، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۷۰ھ (۱۰) مسعود عالم ندوی: محمد بن عبدالوہاب، مطبوعہ کراچی، ۱۳۶۸ھ؍۱۹۴۹ء (۱۱) نواب صدیق حسن خان: ترجمان وہابیہ، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۴۹ھ؍۱۹۳۰ء۔

انگریزی ماخذ

(۱۲) ایس۔ ایل۔ پیلی، پولیٹیکل مشن ٹو نجد (۱۳) ایل۔ اے۔ بلنٹ: پل گریمیج ٹو مکہ (۱۴) برک ہارٹ: بدوئنس اینڈ وہابیز (۱۵) بریج: بریف ہسٹری آف دی وہابیز (۱۶) پال گرین، سنٹرل اینڈ ایسٹرن عربیا (۱۷) ولفرڈ بلنٹ، فیوچر آف اسلام (۱۸) ہیوز، ڈکشنری آف اسلام، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۵ء

ابن عبدالوہاب ابن تیمیہ سے پوری طرح متاثر ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ جو چیز ابن تیمیہ نے نظری طور پر پیش کی تھی ابن عبدالوہاب نے اس کو ایک عملی جامہ پہنایا تو بیجا نہ ہوگا۔
ابن تیمیہ اور فرقۂ وہابیہ کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں :۔

ہمیں معلوم ہے کہ وہابی فرقے کے بانی کا تعلق دمشق کے حنبلی علماء سے تھا، اور اس لئے یہ قدرتی بات ہے کہ اس نے ان کی کتابوں سے استفادہ کیا بالخصوص ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزی کی تعلیمات سے اس لئے وہابی عقیدے کے اصول وہی ہیں جن کے لئے یہ حنبلی عالم عمر بھر لڑتے رہے۔[۵۱]

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

آپ کی پُر جوش تصانیف کے نتیجے میں محمد ابن عبدالوہاب کی تحریک ابھری۔[۵۲]

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی عیینہ کے ایک علمی گھرانے میں ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) میں پیدا ہوئے، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنی اصلاحی تحریک کا آغاز کیا اور سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کے خلاف آواز بلند کی، نتیجتہً معاصرین علماء اور خود ان کے والد بزرگوار مخالف ہو گئے، والد بزرگوار کی مخالفت کی وجہ سے ابتداء میں ابن عبدالوہاب کو خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی لیکن جب ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰ء) میں ان کا انتقال ہو گیا تو اس تحریک میں ذرا گرمی پیدا ہو گئی۔

(۱۷)

ابن عبدالوہاب نے جن مسائل کے متعلق آواز اٹھائی ان میں سے بعض یہ ہیں۔ امکان کذب، امکان نظیر، استعانہ، استغاثہ، علم غیب، الحلف بغیر اللہ، زیارت القبور وغیرہ۔
ظاہر یہ کیا گیا کہ یہ تحریک مروجہ بدعات اور اعمال شرکیہ کے خلاف ایک مخلصانہ کوشش ہے مگر بعض تاریخی واقعات کی روشنی میں باطن، ظاہر سے کچھ مختلف نظر آتا ہے، مثلاً

---

۵۱ محمد شنب و عبدالرحمٰن : مقالہ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۔ ۴۵۴

۵۲ ایضاً، ص ۔ ۴۵۴

Marfat.com

جب ابن عبدالوہاب امیر عیینہ کو اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو ان الفاظ میں :-

انی ارجوان انت قمت بنصر لا الٰہ الا اللہ ان یظہرک اللہ تعالیٰ وتملک نجدا واعرابہا۔[۵۱]

اگر تم لاالٰہ الا اللہ کی امداد کے لئے آمادہ ہوجاؤ تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غالب کرے گا اور نجد اور اہل نجد کی باگ تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔

حیرت اس بات پر ہے کہ کار خیر کی طرف بلایا جارہا ہے تو یہ لالچ کیوں دی جارہی ہے کہ "نجد اور اہل نجد کی باگ تمہارے ہاتھ میں ہوگی" —— حالاں کہ اس وقت ان علاقوں پر کوئی مشرک و کافر حکمران نہ تھا یہ الگ بات ہے کہ ابن عبدالوہاب اپنے مخالفین کو کافر اور واجب القتل تصور کرتے تھے، اعلاء کلمۃ الحق کے لئے تحریص و ترغیب کا یہ انداز مؤمنانہ نہیں —— اسی طرح جب امیر درعیہ محمد بن سعود کو دعوت دی تو وہ دو شرائط کیساتھ امداد و اعانت کے لئے تیار ہوگیا۔

پہلی شرط تو یہ تھی :-

اگر ہم نے آپ کی مدد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں

دوسری شرط یہ تھی :-

اہل درعیہ سے فصل کے وقت کچھ مقررہ محصول لیا جاتا ہے، آپ اس سے نہ روکیں[۵۲]

ابن عبدالوہاب نے پہلی شرط ان الفاظ کے ساتھ منظور کی :-

الدم بالدم والھدم بالھدم۔[۵۳]

میرا خون تمہارا خون اور میری شکست تمہاری شکست

---

۵۱ مسعود عالم ندوی : محمد بن عبدالوہاب، مطبوعہ کراچی، ۱۹۴۹ء، ص-۳۳

نوٹ :- اس موقع پر یہ واضح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کی ایک تحریک دہلی سے مولانا محمد الیاس مرحوم نے شروع کی تھی جو "تبلیغی جماعت" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی جماعتیں پاک و ہند میں سرگرم عمل ہیں، تحریک وہابیت اور تبلیغی جماعت کے مقاصد ایک ہیں بس فرق اتنا ہے کہ اول الذکر کے ہاں انتہا درجہ کا تشدد ہے اور مؤخر الذکر تشدد سے زیادہ ترغیب و تشویق سے کام لیتی ہے۔ ۵۲ ایضاً، ص-۴۰۔ ۵۳ ایضاً، ص-۴۰۔

Marfat.com

دوسری شرط کے متعلق ارشاد ہوا :-

رہی دوسری شرط سو انشاء اللہ تمہیں فتوحات اور غنیمتوں میں اتنا کچھ مل جائیگا کہ اس خراج کا خیال بھی دل میں نہ آئے گا۔[لہ]

کس پر فتوحات ؟ کیسی غنیمت ؟ —— انہیں مسلمانوں پر فتوحات اور انہیں مسلمانوں کی دولت جن کو مشرکین وکفار کے زمرے میں شمار کرکے ان کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، ستم رسیدہ مسلمانوں کی متاع عزیز کو غنیمت سمجھ کر کھانا اور کھلانا کیسی ستم ظریفی ہے ؟ - یہی نہیں بلکہ جب ابن عبدالوہاب کو ذرا قوت حاصل ہوگئی تو پھر رنگ کچھ اور ہو گیا۔ چناں چہ جب حاکم ریاض، دہام بن دواس نے ابن عبدالوہاب کے پیروؤں کے معتقدات سے تنگ آکر ان پر سختی کی تو ابن عبدالوہاب نے فوراً جدال و قتال کا حکم صادر فرما دیا، بس پھر کیا تھا مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے -

(۱۸)

ابن عبدالوہاب نے کس قسم کی "اسلامی ذہنیت" کی تعمیر و تشکیل کی ؟ —— اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے - ابن عبدالوہاب کے معتقدات کی وجہ سے دنیائے اسلام کے بیشتر مسلمان ان سے برگشتہ تھے اسی برگشتگی کی وجہ سے وہابیوں کے ایک قافلۂ حجاج پر عراقی قبائل کے کچھ مسلمانوں نے معمولی حملہ کیا، چناں چہ اس واقعہ سے چراغ پا ہو کر ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۲ء کو سعود بن عبدالعزیز دم ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء) جو اس تحریک کے سرپرستوں میں تھے اس شان سے بدلا لیا کہ روح انسانیت کانپتی ہے :-

مسعود بن عبدالعزیز تمام نجد، جنوب تہامہ سے ایک لشکر جرار لے کر کربلا کے ارادے سے چلا اور بلد الحسین کے باشندوں پر حملہ کیا، مسلمانوں نے اس پر دھاوا بول دیا، اس کی دیواروں پر چڑھ گئے اور زبردستی داخل ہوگئے اکثر باشندوں کو گھروں اور بازاروں میں تہہ تیغ کر دیا اور اس قبّے کو جو ان کے اعتقاد کے مطابق حسین (رضی اللہ عنہ) کی قبر پر بنایا گیا تھا منہدم کر دیا قبہ اور اس کے آس پاس چڑھاوے کی تمام چیزیں لے لیں، قبہ زمرد یاقوت اور جواہر سے آراستہ تھا اور اس کے علاوہ شہر میں جو مال و متاع ملا سب

Marfat.com

لے لیا اور شہر میں ایک پہر سے زیادہ نہیں ٹھہرے اور ظہر کے وقت تمام مال لے کر وہاں سے نکل آئے اور اس کے باشندوں میں تقریباً دو ہزار قتل کیے۔[1]

حملہ کا یہ نقشہ کچھ اس قتل وغارت گری کی یاد دلاتا ہے جو صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف روا رکھی۔ قرآن کریم نے سرکش اور متمرد بادشاہوں کی فطرت مستبد کی وضاحت بلقیس کی زبانی یوں فرمائی :-

قالت انّ الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزّۃ اھلھا اذلۃ ج وکذالک یفعلون[2] ہ

ترجمہ :- (بلقیس) کہنے لگی کہ والیان ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسا ہی کریں گے۔

یہ تو تھا ان بادشاہوں کا حال جن کی ہوس رانیوں نے ان کو سرکش بنا دیا تھا ہو منوں کے فاتحانہ داخلے کا حال معلوم کرنا ہو تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو دیکھئے کہ فتح مکہ کے وقت آپ نے کفار و مشرکین کے ساتھ کیا کچھ کیا ؟ صلائے عام تھی کہ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء[3] (آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ، تم سب آزاد ہو) ——— اور دیکھنا ہو تو آپ کا وہ خطبہ ملاحظہ کیجیے جو آپ نے ملک شام کی طرف جانے والی افواج اسلامی کو دیا تھا - آپ نے ہدایت فرمائی تھی :-

وستجدون فیھا رجالا فی الصوامعہ معتزلین الناس فلا تعرضوا لھم ——— لا تقتلن امرأۃ و لا صغیرا ضرعا و لا کبیرا و لا تقطعن نخلا و لا شجرا و لا تھدبناء[4]۔

---

[1] عثمان بن بشر : عنوان المجد فی تاریخ نجد، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۷۰ھ، ص-۱۲۱

[2] القرآن الحکیم : سورۃ نمل، آیت - ۳۴

[3] شبلی نعمانی : سیرۃ النبی، جلد اوّل، ص - ۵۲۰

[4] عبدالقیوم ندوی : خطبات نبوی، ص - ۱۸۶

Marfat.com

ترجمہ :۔ وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشین راہب ملیں گے، خبردار! ان سے تعرض نہ کرنا ——— دیکھو! عورت، شیر خوار بچوں اور بوڑھے لوگوں کو قتل نہ کرنا نہ کھجور اور دوسرے درختوں کو کاٹنا اور نہ کوئی عمارت مسمار کرنا،

عجیب تر یہ کہ جب عالم و عامی نے ابن عبدالوہاب پر یہ الزام لگایا کہ وہ مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور ان کا مال و دولت لوٹ رہے ہیں تو ان کے متبعین نے جواب دیا کہ حاشا و کلا ہم مسلمانوں کا قتل عام نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم تو ان مسلمانوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں جو اعمال و افکار کی وجہ سے مشرک کافر ہو چکے ہیں، چناں چہ اس طرح صفائی پیش کی گئی :۔

فلم یکفر رحمہ اللہ الی عباد الاوثان من دعاۃ الاولیاء والصالحین وغیرہم ممن اشرک باللہ وجعل لہ اندادا بعد اقامۃ الحجۃ ووضوح المحجۃ وبعد ان بدؤہ با لقتال فحینئذ قاتلھم وسفک دمائھم ونھب اموالھم۔

ترجمہ :۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے صرف ان صنم پرستوں کی تکفیر کی جو اولیاء اور نیکوکار بندوں سے مرادیں مانگتے ہیں، جنہوں نے حجت کے ثبوت اور طریق حق کی وضاحت کے بعد بھی شرک کا ارتکاب اور اللہ کا شریک ٹھہرایا اور پھر انہوں نے قتال میں بھی پیش قدمی کی، تب شیخ نے ان سے قتال کیا اور ان کا خون بہایا اور ان کا مال لوٹا۔

اگر مسلمانوں کے اعمال کا اتنی سختی سے محاسبہ کیا جائے تو پھر ہم میں کتنے لوگ ہیں جو زندہ رہنے کے قابل ہیں، شاید لاکھوں میں معدودے چند ہوں تو ہوں ——— یہ صحیح ہے کہ تاریخ اسلام میں اس قسم کے بہت سے روح فرسا مناظر سامنے آتے ہیں جب کہ مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا ہے مگر یہاں ذکر اس شخص کا ہے جو پیغمبرانہ آن بان کے ساتھ توحید و رسالت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

لہ سلیمان بن سحمان : تبرأۃ الشیخین، ص-۸۶ (بحوالہ محمد بن عبدالوہاب ازمسعود عالم ندوی، ص-۱۷۲)

Marfat.com

کم از کم ایسی شخصیت میں پیغمبرانہ صفات کو تلاش کیا جائے اور اسی معیار سے پرکھا جائے تو بیجا نہ ہوگا، مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے خلاف آمادۂ پیکار رہے مگر یہاں جو کچھ ہے مسلمانوں کے خلاف۔

ببین تفاوت رہ زکجاست تا بکجا ؟

جیسا کہ شیخ سید احمد بن زینی الدحلان المکی نے الدرر السنیہ (ص-۴۶) اور ابن عابدین نے حاشیہ رد المختار (جلد سوم، ص-۳۰۹) میں تحریر فرمایا ہے کہ ابن عبدالوہاب اپنے متبعین کے علاوہ اس آسمان کی نیلی چھت کے نیچے ان تمام مسلمانوں کو علی الاطلاق کافر و مشرک سمجھتے تھے جو ان کی اطاعت و پیروی سے گریز کرتے تھے اس لئے ان کا خون بہانے میں دریغ نہیں کرتے تھے، یہ بات نبیؐ کو زیب دیتی ہے مگر کسی مصلح کی یہ کیفیت کم علمی اور کم فہمی کا نتیجہ ہے، اسی لئے مولینا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ الہند مولینا محمود الحسن کے ارشد تلامذہ میں تھے اور جن کے متعلق مولینا اشرف علی تھانوی نے فرمایا ہے کہ "میرے لئے ان کا وجود اسلام کے مذہب سماوی اور دین حق ہونے کی حجت قاطع ہے"۔ ابن عبدالوہاب کے متعلق فرماتے ہیں :-

امّا محمّد بن عبدالوهاب النجدی فانه کان رجلا بلیدًا قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر۔[1]

ترجمہ :- اور محمد بن عبدالوہاب نجدی تو ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا، اسی لئے کفر کا حکم لگانے میں بڑا عجلت پسند تھا۔

(۱۹)

ابن عبدالوہاب اور ان کے متبعین نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے لئے حلال کیا بلکہ مرحومین صحابہ اور صلحائے امّت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قبّوں کو بے دریغ مسمار کیا، چناں چہ ابن عبدالوہاب نے ان قبّوں کو منہدم کرنے میں

---

[1] انور شاہ کشمیری : فیض الباری شرح بخاری، جلد اوّل، ص-۱۷۱

Marfat.com

سرگرمی سے حصہ لیا جو مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے نشان تھے، مثلاً :-

مقام جبیلہ پر حضرت زید بن خطاب (جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے) کے قبہ شریف پر اپنے ہاتھ سے کدال مارا اور دھڑا دھڑ گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔[1]

اسی طرح جب ۸ محرم ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء کو سعود بن عبدالعزیز فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو :-

اہل نواحی قبوں اور شرکیہ مشاہد (؟) کے انہدام پر مامور کئے گئے۔ سعود نے بیس دن مکہ مکرمہ قیام کیا اور اس دوران مسلمان (متبعین ابن عبدالوہاب) قبوں کو گراتے رہے تا آں کہ مکہ مکرمہ کے تمام مشاہد اور قبے برابر کر دیئے گئے۔[2]

کعبے کے جواہر اور قیمتی ذخیرے فاتحین میں تقسیم کر دیئے گئے، قبے گرا گئے اور بعض مجاور قتل بھی کئے گئے۔[3]

بلکہ ایک دل ہلا دینے والی خبر وِلفرڈ بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام میں ملتی ہے مصنف لکھتا ہے :-

ہر جگہ قبے مسمار کر دیئے گئے اور سرزمین حجاز کے مقدس مقامات اس کے (ابن عبدالوہاب) کے متبعین کے قبضے میں آ گئے تو صوفیۂ اولیاء کے قبے، حجاج کرام جن کی صدیوں سے عزت و احترام کرتے چلے آئے تھے، زمین کے برابر کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد شریف بھی مسمار کر دیا گیا اور اس کے خزانوں کو ابن سعود کے لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا، ان حرکتوں سے عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہابیوں کی قسمت کا ستارہ گردش میں آ گیا۔[4]

---

[1] عثمان بن بشر: عنوان المجد فی تاریخ نجد، جلد اول، ص - ۹
[2] ایضاً، ص - ۱۲۲
[3] ایچ جے۔ فلبی: اربائڈ، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۰ء، ص - ۸۳
[4] ہمفرے: کنفیشنز آف اسلام، ص - ۲۶۲

Marfat.com

مگر بعض تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں کیا گیا لیکن ارادہ کچھ ایسا ہی تھا، مولینا مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے کہ سعود نے قبۃ الرسول کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی"؛ ۱ مگر ہمارے نزدیک بعض سیاسی مصالح کی بنا پر ایسا نہیں کیا گیا ورنہ اگر یہ خیال صحیح ہوتا تو پھر صحابہ کرام اور اہل بیت رحمہم اللہ تعالیٰ کے قبّے منہدم کرنے میں یہ احترام ضرور مانع ہوتا ۔

حضرت شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے ہیں، ان کے ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد فاخر نامی ایک عرب دہلی میں آیا تھا، اس نے ابن عبدالوہاب کے معتقدات کی تبلیغ کی اور اولیاء اللہ کے قبّوں کے انہدام پر لوگوں کو آمادہ کرنا چاہا مگر ایسا نہ ہوسکا بلکہ ردِ عمل کے طور پر دہلی والے اس عرب کو "وہابی لہابی" کہا کرتے تھے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (ابن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے مجموعۂ فتاویٰ میں بعض فتوے ایسے نظر آتے ہیں جن میں ابن عبدالوہاب کے عقائد کا رد کیا گیا ہے۔

(۲۰)

ابن عبدالوہاب اور ان کے متبعین کے اعمال کا مختصراً ایک جائزہ پیش کیا گیا، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان افکار و عقائد کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے جن کی طرف صاحب مواعظ مظہری نے اپنے مواعظ میں اشارہ فرمایا ہے ——— سب سے پہلے شیخ سید احمد بن زینی الدحلان کی تصنیف سے ابن عبدالوہاب کے بعض اقوال پیش کریں گے اور اس کے بعد خود ابن عبدالوہاب کی تصنیف سے بعض اقتباسات پیش کریں گے، یہ دونوں تصانیف عربی میں ہیں، یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جائے گا۔

(۱) سید احمد بن زینی الدحلان المکی ۲

الدرر السنیۃ، مطبوعہ منظر عام پریس، پشاور، ص ۴۳-۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷۔

(۱) جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا اس نے ارتکاب کفر کیا۔

---

۱ مسعود عالم ندوی: محمد بن عبدالوہاب، ص ۱۷۷

۲ مولینا مسعود عالم ندوی نے ابن عبدالوہاب کی سوانح میں شیخ سید احمد پر الزام لگایا ہے کہ ان کی کتاب نے غلط بیانیوں کی اشاعت کی ہے، (محمد بن عبدالوہاب، ص ۲۰۷) (بقیہ آگے)

Marfat.com

(ب) زانیہ کے گھر سے ساز کی آواز سننا اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا مسجد نبوی کے میناروں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بآواز بلند درود وسلام کی آواز سننا۔

(ج) میرا یہ عصا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر ہے اس لئے کہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو مر گئے اور ان میں مطلقاً کوئی نفع نہ رہا، وہ تو ایک ایلچی تھے، چلے گئے۔

(۲) ابن عبدالوہاب نجدی ۔ کتاب التوحید، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۵۳، ۸۲، ۸۳

(ا) چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ غیر اللہ کی رضا جوئی کے لئے اگر مصلح ترین انسان بھی ایسی غلطی کرے تو وہ بھی گنہ گاروں میں سے ہو جاتا ہے (یعنی صحابۂ کرام جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لے کر گئے تھے معاذ اللہ گنہ گار ہوئے)

(ب) چوں کہ ہر جگہ سے صلوٰۃ وسلام حضور کو پہنچ جاتا ہے اس واسطے خیال قرب وہم محض ہے۔

(نوٹ) ابن تیمیہ کی طرح ابن عبدالوہاب بھی روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے جانے والے کو گنہ گار سمجھتے تھے، اسی عقیدے کو تقویت پہنچانے کے لئے اس حدیث سے عجیب استدلال کیا ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم جہاں بھی ہو گے۔ تمہارے بھیجے ہوئے درود مجھ کو پہنچ جائیں گے" (ابو داؤد شریف)

(ج) جو محبت میں کسی کو اللہ کا شریک بناتا ہو اور اللہ کے برابر اس سے محبت رکھتا ہو وہ اپنے اس فعل کے ذریعہ شرک اکبر کرتا ہے۔

(نوٹ) مطلب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت و انسیت نہ رکھی جائے، اس اقتباس کا سیاق وسباق اسی خیال کا مقتضی ہے حالانکہ

(بقیہ حواشی ص ۷۶) حالاں کہ یہ اقوال جو انہوں نے نقل کئے ہیں آج بھی ابن عبدالوہاب کے متبعین کی زبان سے سننے میں آتے ہیں، پھر خود ابن عبدالوہاب کی بعض تحاریر ان اقوال کی تائید کرتی ہیں۔

Marfat.com

خود قرآنِ حکیم میں حق جل مجدہ نے آں حضرتؐ سے کمالِ محبت کی وہی شرائط رکھی ہیں جو اپنی محبت کے لئے رکھی ہیں۔ (دیکھئے سورۂ توبہ، آیت ۲۴)

(د) اس کا کیا حال ہوگا کہ جس نے کہا ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ میری کوئی جائے پناہ نہیں (یعنی بہت بُرا حال ہوگا، معاذ اللہ)

(نوٹ) یہاں علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اپنے مشہور قصیدہ بُردہ میں آں حضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ہے :-

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

(۲۱)

ضمناً ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا چلوں اور وہ یہ کہ تحریکِ وہابیت نے بعض مسلمانوں کو اکابرینِ ملت کی جناب میں بہت بیباک بنا دیا ہے، حیرت و تعجب اس بات پر ہے کہ اکابرین اور صلحاءِ امت پر اعتراضات اور تنقیدات ان حضرات کی جانب سے ہوتی ہیں، جن کی نظر سطحیت کی غماز ہے اور اعتراض اس انداز سے کرتے ہیں گویا نظر ہے تو بس انہیں کے پاس۔ یہاں مثالاً ایک عالم کا ذکر کروں گا جو ابن عبدالوہاب کے سوانح نگار بھی ہیں، جن کے متعلق سوانح مذکور کے سرورق پر یہ صراحت موجود ہے کہ انہوں نے ابن عبدالوہاب کے حالات پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے، قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب بے لاگ نظر رکھنے والوں کا یہ حال ہے، تو ان حضرات کے تشدد اور سختی کا کیا عالم ہوگا جو لاگ و عصبیت کے ساتھ اتباع میں پیش پیش ہیں،۔ مولانا موصوف ابن عبدالوہاب کی گئی چنی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ان تصنیفات کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر یونان اور یونانی علوم کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہیں پڑی، ہمارے ہندوستان میں بڑے بڑے مجددین امت کی کتابیں بھی یونانی گورکھ دھندوں اور اشراقیت کے اثرات سے یکسر پاک نہ رہ سکیں، شیخ کا طریقہ بالکل قرآنی ہے[1]۔

---

[1] مسعود عالم ندوی : محمد ابن عبدالوہاب، ص- ۱۲۹

Marfat.com

پھر لکھتے ہیں :-

ان کے ہاں تصوف کی اصطلاحات بھی ناپید ہیں، ویدانت اور نوافلاطونی فلسفہ کے اس معجون مرکب نے (جس کا نام لوگوں نے تصوف رکھ چھوڑا ہے) اسلام کی بنیادیں کھوک لی کر ڈالیں۔ اسلامی ہند کے مجددین نے یہ بڑی غلطی کی کہ اس افیون کا استعمال کراتے رہے، افیون بہرحال افیون ہے[1]۔

افسوس صد افسوس ! مولانا مسعود عالم نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر ہندوستانی مجددین ملت اور صوفیہ کرام کی عظیم الشان خدمات سے بھی اغماض نظر فرمالیا، مطلقاً تصوف اور صوفیۂ کرام کو ہدف ملامت بنانا تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کے مرادف ہے، ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اعتراضات کئے ہیں مگر مطلقاً تو انہوں نے بھی بُرا نہیں کہا، سچ تو یہ ہے کہ برصغیر پاک ہند میں اسلام کی جو کچھ رونق نظر آرہی ہے، یہ انہیں کے دم قدم سے ہے، یہاں گنجائش نہیں ورنہ عرض کیا جاتا کہ صوفیہ کرام اور ان کی تعلیمات نے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا میں کیا کردار ادا کیا، اور ان کے مقابلے میں علماء نے کیا کچھ کیا ——— بات یہ ہے کہ جسمانی بلوغ کی طرح ذہنی اور روحانی بلوغ بھی ایک چیز ہے اگر ذہن و روح اس منزل بلوغ تک نہیں پہنچے تو وہ حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتے۔ اور حقیقت سے ناآشنائی کی صورت میں خاموشی بہتر ہے کہ وجود و عدم دونوں کی حقیقت سے وقوف کے لئے مشاہدہ شرط ہے، بغیر تیقن و مشاہدہ انکار کرنا ذہنی اور روحانی طفولیت کی دلیل ہے ——— ہاں مستثنیات کی بات الگ ہے۔

عبرت کے لئے ایک واقعہ عرض کرتا چلوں۔ فاضل اجل مولینا سید سلیمان ندوی مرحوم

---

[1] ایضاً، ص-۱۲۹

(نوٹ) مولینا مسعود عالم ندوی 'تصوف' سے کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہوتے ہیں، جب ان کے بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ 'تصوف' کی مخالفت عمومیت کے ساتھ نہ کی جائے تو انہوں نے سرے سے تصوف کی اصطلاح ہی کو لغو قرار دیا اور بڑے غضب سے فرمایا :- "اختلاف اس غیر ماثور اصطلاح (تصوف) سے ہے جس کے پردے میں دن دہاڑے دجل و فریب کا بازار گرم رہتا ہے اور (بقیہ آگے)

Marfat.com

(جو مولانا موصوف کے استاد بھی ہیں) ابتداء میں اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام سے کوئی عقیدت نہیں رکھتے تھے، اسی زمانے کا ایک عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ مولانا نے مرحوم نے سندھ کے ایک مشہور معروف عالم اور صوفی حضرت مولانا ہاشم جان صاحب مجددی فاروقی سرہندی سے کراچی کے زمانۂ قیام میں بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا :-

میں چند احباب کے ساتھ بستی سے حافظ عبدالحلیم کے یہاں سے واپس ہوا تو احباب نے سرہند شریف میں فاتحہ خوانی کے لئے اصرار کیا، چناں چہ ہم سب لوگ سرہند پہنچے مجھے چوں کہ اولیاء اللہ سے کوئی خاص عقیدت نہ تھی اس لئے میں تو باہر مسجد کے احاطے والی دیوار پر جوتے پہنے ہوئے بے تکلفانہ پیر لٹکا کر بیٹھ گیا اور احباب اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہ سے ایک نورانی صورت سفید ریش بزرگ میری طرف چلے آرہے ہیں، مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی کیوں کہ وہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔

وہ بزرگ میرے سامنے آکر ٹھہر گئے اور فرمایا :-

"مکتوباتِ ما خواندۂ ؟"

میں نے جواب دیا :-

"خواندہ ام"

پھر فرمایا :-

"فہمیدۂ ؟"

میں نے عرض کیا :-

"خواندہ ام امّا اندکے فہمیدہ ام"

اس سوال و جواب کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں ہوش میں نہ رہا اور بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا، جب احباب فاتحہ خوانی کے بعد واپس آئے تو مجھ کو اسی حالت میں دیکھا بیہوش پڑا ہوں، منہ سے جھاگ نکل رہے ہیں، انہوں نے پانی چھڑکا، تھوڑی دیر بعد میں ہوش میں آیا اور سارا ماجرا سنایا۔

۲۳۲

(بقیہ نوٹ ص ۷۹) اس فتنۂ عام سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ اس لباس ہی کو اتار کر پھینک دیا جائے"۔
(محمد بن عبدالوہاب، ص-۱۲۹)

اس عبرت ناک واقعہ کے بعد سید سلیمان ندوی مرحوم کو معلوم ہوا کہ تصوف کیا ہے اور صوفیہ کرام کے تصرفات اور فیوض و برکات کیا ہیں، چناں چہ ان کا ارادہ تھا کہ خاندان مجددیہ میں کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، اس سلسلے میں تین حضرات ان کی نظر میں تھے جن میں سے ایک ہمارے محترم راوی حضرت مولینا محمد ہاشم جان مجددی فاروقی کے والد بزرگوار حضرت مولینا محمد حسن جان سرہندی مجددیؒ تھے لیکن سید صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولینا اشرف علی تھانوی سے محض ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا لیکن انہوں نے اچانک میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ "ہم نے تم کو بیعت بھی کیا اور خلافت بھی بخشی"۔

عرض یہی کرنا تھا کہ جب تک چوٹ نہیں لگتی، حقیقت نہیں معلوم ہوتی ـــ سبک ساران ساحل کو طوفاں کی ہنگامہ خیزیوں کا کیا علم؟ - ع جو دور کھڑا ہو ساحل پر وہ لذت طوفاں کیا جانے! ـــــ محض لذت سے ناآشنائی اور محرومی کی وجہ سے لوگ انکار کر بیٹھتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ غالباً اسی لئے مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم تحریک وہابیت کے متعلق اتنے سخت جملے لکھ گئے :-

> والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے "وہابیت" پھر "نیچریت" ـــــ نیچریت کے بعد تیسری منزل جو الحاد قطعی کی ہے اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے لیکن میں یہ تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا[1]۔

سید سلیمان ندوی مرحوم کا جو واقعہ اوپر نقل کیا گیا اسی واقعہ کو ایک اور بزرگ پیر محمد اسحاق جان سرہندی مدظلہ العالی نے راقم سے بیان فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ایک مجلس میں سید صاحب مرحوم سے میرا تعارف کرایا گیا کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد سے ہے تو وہ خوش ہو کر بغل گیر ہو گئے اور فرمایا :-

"حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مجھ کو مسلمان بنایا ہے"

حاضرین نے تعجب سے پوچھا تو آپ نے بتاکید فرمایا :-

---

[1] عبدالرزاق ملیح آبادی : ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی، ص - ۳۶۸

Marfat.com

"میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مسلمان بنایا ہے۔ اس سے پہلے میں مسلمان نہ تھا"

اس کے بعد وہ پورا واقعہ سنایا جو اوپر عرض کیا گیا ——— یہ وہی بات ہے جس کی طرف آزاد مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے۔

(۲۲)

ہندوستان میں ابن عبدالوہاب کے عقائد کی اشاعت بعض حضرات کے ذریعہ سے ہوئی اس سلسلے میں مولینا اسمعیل دہلوی (م۔ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) اور مولینا سید احمد بریلوی (م۔ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) نے اہم کردار ادا کیا[۵۱]، مولینا سید احمد بریلوی نے تحریک وہابیت کے قریبی زمانے (۱۲۳۶ھ / ۱۲۳۹ھ) میں سفر حجاز بھی کیا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ وہ کیا کچھ خیالات و جذبات لے کر آئے ہوں گے ۔ مولینا اسمعیل شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے، ان کے دونوں چچا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے مگر جب زور علم نے بیباک بنا دیا تو بات یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس مبارکہ سے ان کو اٹھا دیا، آخر میں دونوں چچا ان سے ناراض ہو گئے تھے، لیکن سوانح نگار صرف ابتدائی دور کا ذکر کرتے ہیں، مجلس سے اٹھانے کا واقعہ تو شاید مولینا اشرف علی تھانوی نے بھی نوادر النوادر میں تحریر فرمایا ہے۔

ابن عبدالوہاب کی تحریک اور ان دونوں حضرات کی سیاسی اور مذہبی کوششوں میں کئی مناسبتیں نظر آتی ہیں، ابن عبدالوہاب پر یہ الزام تھا کہ وہ بلا وجہ مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتے ہیں اور ان کی مال و متاع کو اپنے لئے مباح سمجھتے ہیں، اس قسم کے واقعات مولوی سید احمد اور مولینا اسمعیل کی زندگی میں بھی نظر آئیں گے۔ چناں چہ دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار مولینا غلام رسول مہر، مولینا اسمعیل کی جرأت و ہمت کا ذکر کرتے ہوئے ذیل کے واقعات فخریہ بیان فرماتے ہیں :-

(۱) زیدہ کی جگہ میں صرف سات سو غازیوں کے ساتھ یار محمد خاں پر فتح پائی۔[۵۲]

---

[۵۱] (فوٹ) مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسمعیل دہلوی کے حالات اور عقائد (بقیہ آگے)

Marfat.com

(ب) پایندہ خاں تنولی کو شکست دے کر امب اور عشرہ پر قبضہ کر لیا۔[1]

(ج) مایار کی جنگ میں تین ہزار غازیوں کے ساتھ ــــــ آٹھ ہزار درانیوں کو شکست فاش دی۔[2] وغیرہ وغیرہ

غالباً اسی بنا پر پشاور اور اطراف پشاور کے بعض علماء برگشتہ نظر آتے ہیں، چناں چہ مولینا اسمٰعیل نے پشاور کے علماء کے نام جو دو مکاتیب (محررہ ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۲۹ء و محررہ ۱۱؍ اپریل ۱۸۳۰ء) ارسال فرمائے ان سے بالواسطہ دوسری باتوں کے علاوہ یہ باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں :-

(ا) مسلمانوں کے اموال ونفوس میں بغیر کسی شرعی وجہ کے دست درازی کرتے ہیں[3]

(ب) افغانیوں کی لڑکیوں کو جبراً ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں۔[4]

موافقین کی طرف سے اس جبر واستبداد کا وہی جواب دیا جاتا ہے جو ابن عبدالوہاب کے سلسلے میں بیان کیا گیا۔

جہاں تک ان حضرات کے معتقدات کا تعلق ہے وہ سختی ودرشتی میں ابن عبدالوہاب سے کسی طرح کم نہیں۔ یہاں ہم دونوں حضرات کی تصانیف صراط مستقیم (مولینا سید احمد بریلوی) اور تقویۃ الایمان (مولینا اسمٰعیل دہلوی) سے چند اقتباسات پیش کرینگے

(بقیہ حواشی صفحہ ۸۲) کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مآخذ کی طرف رجوع کیا جائے :-

(۱) محمد علی : مخزن احمدی، ۱۲۹۹ھ (۲) نواب وزیرالدولہ : تاریخ کبیر (۳) محمد جعفر تھانیسری : تواریخ عجیبہ، دہلی، ۱۸۹۱ء (۴) سرسید احمد خاں : آثارالصنادید، دہلی ۱۸۴۷ء (۵) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند، لکھنو، ۱۹۱۴ء (۶) ابوالحسن ندوی : سیرت سید احمد شہید، لکھنو، ۱۹۳۹ء (۷) کنھیالال ہندی : ظفرنامہ رنجیت سنگھ، لاہور، ۱۸۷۶ء (۸) سوھن لال سوری : عمدۃ التواریخ، لاہور (۹) مرزا حیرت دہلوی : حیات طیبہ دہلی، ۱۸۹۵ء (۱۰) نواب صدیق حسن خاں : اتحاف النبلاء، کانپور، ۱۲۸۶ھ (۱۱) وحید احمد مسعود : سید احمد شہید کی صحیح تصویر، لاہور، ۱۹۶۷ء (۱۲) محمد قاسم خاک : تاریخ سید احمد بریلوی، مدراس، ۱۹۶۳ء وغیرہ وغیرہ

[2] غلام رسول مہر : دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ لاہور، جلد اول، ص - ۷۵۱

(حواشی صفحہ ہذا) [1] ایضاً ص - ۷۵۱ [2] ایضاً، ص - ۷۵۱ [3] وحید احمد مسعود : سید احمد شہید کی صحیح تصویر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۷ء، ص - ۱۷۸ [4] ایضاً، ص - ۱۷۹ -

Marfat.com

جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ یہ حضرات ابن عبدالوہاب سے کہاں تک متاثر ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنے مشن کے ذریعہ وہابی عقائد کو کس قدر تقویت پہنچائی ہے، ان میں سے بعض معتقدات کا صاحب موعظ مظہری نے اپنے مواعظ میں بھی ذکر فرمایا ہے :۔

(۱) مولوی سید احمد بریلوی

صراط مستقیم، مطبوعہ لاہور، ص-۲۰۱

زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔

اصل فارسی الفاظ یہ ہیں :۔

وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔

(صراط مستقیم، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، ص-۸۶)

(۲) مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی

تقویۃ الایمان، مطبوعہ کراچی، ص-۲۰، ۲۹، ۴۳، ۶۰، ۶۲،

(ا) ہمارا جب خالق اللہ ہے تو ہم کو چاہیئے کہ ہر کاموں میں اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو ایک بادشاہ کا غلام ہو وہ اپنے کام کا علاقہ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا (یعنی دوسرے خدا سے) کسی چوڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے (یعنی معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ جن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار، ص:۴۷)

(ب) اللہ پاک نے آپ ہی سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا حال بیان فرما دیں کہ مجھے نہ تو کچھ قدرت حاصل ہے اور نہ ہی غیب داں ہوں، میری قدرت کا یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ میں اپنی جان تک کے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں دوسروں کو تو کیا بھلائی بُرائی پہنچا سکوں گا، اگر میں غیب داں ہوتا تو کام سے پہلے انجام معلوم کر لیا کرتا۔

(ج) سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام 'محمد' یا 'علی' ہے اس کو

Marfat.com

کسی بات کا اختیار نہیں۔

(د) معلوم ہوا کہ جتنے اللہ پاک کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی ہے تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔

(ہ) بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے ——— نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی ——— بشر کو بشریت کے مقام پر رکھو۔

(و) میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدہ کے لائق ہوں

(ز) سو جان لینا چاہیئے کہ جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی نیکی وہ کام نہیں کر سکتی، فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے۔

مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ان اقوال وعقائد کے ہوتے ہوئے نواب صدیق حسن خاں کا یہ فرمانا کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے :-

سید احمد صاحب اور ان کے رفیقوں سے خلق خدا کو جو فیوض حاصل ہوئے ان کا عشر عشیر بھی ہندوستان کے دوسرے علماء اور مشائخ پیش نہ کر سکے[1]۔

(۲۳)

دیوبند اور مسلک دیوبند کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے کہ اس مکتب فکر کو امام ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب، مولینا سید احمد بریلوی، مولینا اسمٰعیل دہلوی وغیرہم کے افکار وخیالات سے علیحدہ تصور نہیں کیا جا سکتا[2]۔

---

[1] نواب صدیق حسن خاں: تقصار جیود الاحرار، بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد دوم، لاہور، ص-۱۴۱

[2] لیکن سیاسی میدان میں مولوی سید احمد بریلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی اور علمائے دیوبند کے طرز عمل جدا جدا ہیں، مولوی سید احمد نے انگریز غاصبوں کے خلاف کچھ کیا بلکہ ہندوستانی سکھ باشندوں سے جہاد کے نام پر جنگ کی، اس عجیب وغریب طرز عمل کی مورخین نے (بقیہ آگے)

Marfat.com

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو مرکز دارالعلوم دیوبند کا افتتاح ہوا، اس تقریب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) کے علاوہ دیگر حضرات بھی موجود تھے، اسی مدرسہ کے بعض سرپرست، مدرسین اور طلبہ مندرجہ بالا حضرات کے افکار و خیالات سے متاثر معلوم ہوتے ہیں، چناں چہ مولانا رشید احمد گنگوہی جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بعد دارالعلوم دیوبند کے سرپرست بھی ہو گئے تھے، وہابیوں اور ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں[1]۔

(بقیہ حواشی ص ۸۵) یہ تاویل کی ہے کہ سید صاحب پہلے چھوٹے دشمن (سکھ) کو زیر کرنا چاہتے تھے، پھر بڑے دشمن (انگریز) کو زیر کرتے ——— (ہندوؤں کا کوئی ذکر نہیں جن سے ہندوستان بھرا ہوا تھا) ——— چناں چہ ڈاکٹر محمود حسین نے "تاریخ تحریک آزادی" (انگریزی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء کی جلد اوّل میں یہی تاویل پیش کی ہے، کم از کم راقم کے لئے یہ تاویل ایک معمے سے کم نہیں۔

ان کے برخلاف مدرسہ دیوبند کے علماء جن کی اکثریت جمعیۃ العلماء ہند میں شامل تھی اور جو عملی طور پر کانگریس کے ہم نوا تھے، انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں ایک دوسرے کے شریک رہے ان حضرات کا کہنا تھا کہ پہلے بڑے دشمن (انگریز) کو نکال دیں پھر چھوٹے دشمن (ہنود و سکھ وغیرہ) کو دیکھ لیں گے، نیت کا علم اللہ بہتر جانتا ہے۔ بہر کیف دونوں کے طرز عمل جدا جدا سہی لیکن نتائج کے اعتبار سے یکساں نظر آتے ہیں، ماضی میں جو کوششیں کی گئیں، ردّ و قبول مستقبل ہی کے ہاتھ رہا، زمانہ سے بہتر کوئی منصف نہیں جس کا حال یہ ہے ع

کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ

(مرتب)

(بقیہ صفحہ ہذا) [1] رشید احمد گنگوہی: فتاوی رشیدیہ جلد اول، مطبوعہ برلا پریس، ۱۳۲۲ھ، ص ۸-

Marfat.com

اس تائید نے دار العلوم دیوبند پر وہابیت کے تاثر کو رفتہ رفتہ اتنا قوی کر دیا کہ "وہابیت" اور "دیوبندیت" کو مترادفات میں شمار کیا جانے لگا، چناں چہ مدرسۂ دیوبند سے فارغ ہونے والے بعض علمائے کرام کی تحاریر میں صاف صاف ابن عبدالوہاب کے معتقدات کی جھلک نظر آتی ہے، مثلاً مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور مولانا اشرف علی تھانوی جن کو دار العلوم دیوبند سے بالترتیب ۱۲۸۹ھ اور ۱۳۰۱ھ میں اسناد فراغت ملیں، اور بعض چیزیں مستزاد بھی ہیں جن کو اسی مدرسے کی اختراعات میں شمار کیا جا سکتا ہے، ایک جاندار مدرسہ اپنے فکر و عمل کا ایک خاص محور رکھتا ہے، اسی محور سے اس کی کارگزاریوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور اسی سے طلبہ اور مدرسین کی پہچان ہوتی ہے۔

ہم یہاں مولینا رشید احمد گنگوہی، مولینا خلیل احمد انبیٹھوی اور مولینا اشرف علی تھانوی کی تصانیف سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں، ان میں سے بعض کی طرف صاحب مجمع اعظم مظہری رح نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی

فتاوی رشیدیہ، مطبوعہ افضل المطابع، مراد آباد، ص - ۳۴

آں چہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلاء بیان کنند غلط است، و قدر آں بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدہ محالی و تالیف ایں درود بعد مرور صدہا سال واقع شد پس چگونہ درواین صیغہ را موجب ثواب قرار دادہ شود، و آنچہ در احادیث صحاح صیغہائے درود وارد شدہ آں را ترک کردن و ایں را موعود بثواب جزیل پنداشتن و ورد ساختن بدعت ضلالہ است وچوں آں کہ در آں کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشۂ خرابی عقیدۂ عوام است لہذا ورد آں ممنوع ہست پس تعلیم درود تاج ہمانا سم قاتل عوام سپردہ است کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند موجب ہلاکت ایشاں گردد فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(نوٹ) درود تاج کو بدعت ضلالہ کہنا اور اس کو مسلمانوں کے لیے سم قاتل اور موجب ہلاکت قرار دینا افسوس ناک ہے غالباً اسی قسم کے اقوال کی وجہ سے

Marfat.com

مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کو علمائے دیوبند "شیخ الہند" اور "اعلم علمائے مکہ" کہتے ہیں اور عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں، اپنے محبین کو منع کر دیا تھا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے متبعین کے ارشادات نہ سنیں، آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا :-

میں جانتا ہوں کہ مجھ پر کھلم کھلا تبرا ہوگا لیکن جب جمہور علمائے صالحین اور اولیاء کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جہاں آفریں ان کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھ کو کیا شکایت ہوگی۔

(تقدیس الوکیل، مطبوعہ صدیقی پریس، قصور، ۱۳۱۴ھ ص ۳۷)

(۲) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی

براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع قاسمی، دیوبند، ص - ۵۱

(ا) شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(ب) یہ مجلس میلاد ہمارے زمانے کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی۔ (ص - ۱۴۸)

(ج) قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کونسی ولادت ہوتی ہے، پس ہر روز اعادۂ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں۔ (ص - ۱۴۸)

(د) الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا اور گناہ کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں۔

(ص - ۱۴۸)

Marfat.com

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی

حفظ الایمان، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، ص-۷،۸

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

مولینا عبدالنبی اکبر آبادی (کراچی)، نے اپنے ایک مضمون میں علماء وہابیہ اور علماء دیوبند کے بعض اقوال کا مع کتب حوالہ اشارۃً ذکر کیا ہے، ہم اس مضمون سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ہندوستان اور پاکستان میں ان حضرات کے خلاف بعض علماء و عوام کی مخالفت کے چند بنیادی اسباب کا علم ہو جائیگا، ان میں بعض امور کے متعلق ہم اوپر وضاحت بھی کر چکے ہیں ——— مولینا عبدالنبی اکبر آبادی اپنے محولہ بالا مضمون میں لکھتے ہیں:-

کیا مولوی الیاس صاحبؒ نے اپنے آپ کو مثل انبیاء مبعوث ہونے کا اظہار کر کے مقام نبوت پر کھڑے ہونے کا ارادہ نہ کیا؟ (دیکھئے ملفوظات مولوی محمد الیاس مرتبہ مولوی منظور نعمانی) ——— کیا مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے حضور کے ختم نبوت کو عوام کا خیال نہ بتایا؟ (دیکھئے تحذیر الناس) ——— کیا مولوی رشید احمد صاحبؒ نے خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر نہ کہا؟ (دیکھئے فتاوی رشیدیہ) ——— کیا مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم سے شیطان کے علم کو وسیع نہ کہا؟ (دیکھئے براہین قاطعہ) ——— کیا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور کے علم کو زید و عمر، بچے پاگل، جانور چوپایوں ایسا علم نہ کہا؟ (دیکھئے حفظ الایمان) ——— کیا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر نہ بتایا؟ (دیکھئے رسالہ یک روزی) ——— کیا سید احمد صاحب نے نماز میں حضور کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر نہ ٹھہرایا؟ (دیکھئے صراط مستقیم) ——— کیا سید احمد صاحب

Marfat.com

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کو ناجائز نہیں بتایا بلکہ ان سے لڑنے والوں سے لڑنے کو فرض قرار دیا ؟ (دیکھئے تواریخ عجیبہ اور حیات طیبہ) —— کیا مولوی رشید احمد صاحب نے یہ نہیں کہا "بعض مفسدوں پر موت کھیل رہی تھی، انہوں نے کمپنی کی امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا"۔ ؟ (دیکھئے تذکرۃ الرشید، حصہ اول) —— کیا مولوی الیاس صاحب وظیفہ ماہانہ اور مولوی اشرف علی صاحب چھ سو روپے ماہوار گورنمنٹ برطانیہ سے نہیں پاتے تھے ؟ (دیکھئے مکالمۃ الصدرین) —— کیا مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے تقویۃ الایمان لکھ کر تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک نہیں بنایا ؟ —

(شمشیر صداقت، مطبوعہ کراچی، ص ۳ – ۱۷)

(نوٹ) تحریک "وہابیت" اور تحریک "دیوبندیت" کے خلاف پاکستان اور ہندوستان اور بیرونی ممالک میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ چند کتابیں جن سے تجزیاتی مواد فراہم ہو سکتا ہے یہ ہیں :-

(۱) احمد رضا خاں بریلوی : تطییب الایمان ردّ تقویۃ الایمان، کراچی (۲) احمد علی : ردّ قول نجدیہ، ۱۲۸۶ھ (۳) اشرف علی گلشن آبادی : تحفۂ محمدیہ ورد وہابیہ، مدراس، ۱۲۶۹ھ (۴) جمال الدین فرنگی محلی : جمال الملۃ والدین فی ردّ عقائد الوہابیین، بمبئی (۵) جمال الدین سہسوانی : غرر البہیہ ترجمہ درر السنیہ، دیوبند، ۱۳۰۶ھ (۶) سعید الدین حسین : مسائل وہابیان گستاخ، بدایوں، ۱۸۸۱ء (۷) سید امیر شاہ پوری : اہلاک الوہابیین، اجمیر (۸) محمد ظہور علی : ردّ وہابیہ، ۱۳۵۰ھ، حیدرآباد دکن (۹) عبداللہ : تحفۂ وہابیہ، ۱۳۰۱ھ، حیدرآباد دکن (۱۰) فخر الدین : ازالۃ الشکوک والاوہام فی العقائد اہل الاسلام، حیدرآباد دکن، (۱۱) نعیم الدین مراد آبادی : اطیب الایمان فی ردّ تقویۃ الایمان، مراد آباد وغیرہ وغیرہ۔

ان تحاریک کی حمایت و تائید میں مفصل مآخذ کی فہرست کے لئے مولیٰنا مسعود عالم ندوی

(بقیہ آگے)

Marfat.com

(۲۴)

اس میں شک نہیں ممالک اسلامیہ میں محرمات و منکرات کا رواج رہا ہے اور ہے اور بعض مجددین نے بڑی دور اندیشی اور مومنانہ فراست سے ان کی اصلاح کے لئے قدم اٹھایا ہے اور خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی ہے، ہندوستان میں محرمات و منکرات کے سلسلے میں جہاں گیر بادشاہ کا یہ مشاہدہ عبرت ناک ہے، تزک جہاں گیری میں اس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جب ہندوستان کے ایک علاقے کی طرف جانا ہوا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ مسلمان عورتیں ہندو دیویوں اور دیوتاؤں پر چڑھاوے چڑھا رہی ہیں، ان کے آگے منتیں مان رہی ہیں۔ اسی دور کی ایک اہم تصنیف مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی کے مطالعہ سے بھی بہت سی بدعات (محرمہ و سیئہ) کا علم ہوتا ہے، غرض ہر دور میں ان کا وجود رہا ہے، بات یہ ہے کہ نو مسلم کے تحت الشعور میں زمانۂ کفر کی محبتیں اور عصبتیں برقرار رہتی ہیں، اگر توفیق الٰہی شامل حال نہ رہے تو پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی مختلف منزلوں میں اس تعصب و محبت کی جھلک نظر آتی ہے، ہندوستان اور بیرونِ ہند کے نو مسلموں میں جو بدعات رائج ہو گئیں وہ تحت الشعور کی مظاہر ہیں، اس کے علاوہ ایک اور حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے، کوئی بھی جماعت، مذہبی یا غیر مذہبی، جب کسی دوسرے ملک یا جماعت میں اثر و نفوذ کرتی ہے تو اس کے رسم و رواج اور اصول و عقائد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی، بسا اوقات یہ تاثر دیرپا ہوتا ہے اور اگر مصلحین و مجددین اصلاح و تجدید کا کام نہ کریں تو قلب ماہیت کا اندیشہ ہو جاتا ہے، بہر کیف محرمات و منکرات کی نشر و اشاعت کے کچھ بھی اسباب ہوں یہاں بحث طریقۂ اصلاح سے ہے چناں چہ ہندوستان میں اس قسم کی غیر شرعی باتوں کی سرکوبی کے لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے وہ راستہ اختیار کیا جس سے ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق پیدا نہ ہو بلکہ اصلاح حال کی راہ ہموار ہو گئی اور اسی مقام پر مجدد یا مصلح کی مجددانہ اور مصلحانہ فراست کا اندازہ ہوتا ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹) کی کتاب محمد بن عبدالوہاب مطبوعہ کراچی، ۱۹۴۹ء کے صفحات ۲۰۲ تا ۲۰۰ مطالعہ کئے جائیں۔

Marfat.com

چناں چہ اہل نظر کے سامنے ان حضرات کی مساعیٔ جمیلہ کے نتائج موجود ہیں۔ تشدد اور سختی کا ردِ عمل ہمیشہ ہلاکت خیز ہوتا ہے، اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا :۔

لا اکراہ فی الدین

چناں چہ ہم نے دیکھا کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں اصلاح کے نام پر بعض مصلحین نے جو مستبدانہ طرزِ عمل اختیار کیا اس کا کتنا شدید ردِ عمل ہوا کہ ملت اسلامیہ کا اس تیزی سے انحطاط ہوا جس کا وہم و گماں بھی نہ تھا، مولینا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس تنزل و انحطاط کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :۔

> وہ تو جو کچھ ہو رہا تھا، دینی احساس کی شدت کا نتیجہ تھا اور اب جو کچھ دیکھا جا رہا ہے، دینی احساس سے بیگانگی کی یہ پیداوار ہے، جیسے جیسے مغربی تمدن کا اثر جاگزیں ہوتا جا رہا ہے دین کے فروعی مسائل تو خیر دور کی چیزیں ہیں خود اصل دین ہی سے لوگ بے تعلق ہوتے جا رہے ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ اس کا آخری انجام کیا ہوگا، زوال حکومت کی چوٹ سے کچھ چونک پیدا بھی ہوئی تو اس چونک اور تنبیہ کا رخ کچھ مڑا بھی ہے تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ اصل دین ہی کا قصہ (العیاذ باللہ) ختم نہ ہو جائے[1]

مولینا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے "دینی احساس کی شدت" اور "دینی احساس سے بیگانگی" میں کوئی ربط محسوس نہیں فرمایا حالاں کہ 'بیگانگی' نتیجہ ہے 'شدت' کا۔ پھر اس بیگانگی کا صرف مغربی تمدن کو ذمہ دار بنانا حقیقت پسندانہ خیال نہیں، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغربی تمدن نے اس بیگانگی میں شدت پیدا کر دی ہے۔ بہر کیف مذہبی شدت نے یہاں تک پہنچایا کہ پڑھے لکھے طبقے کو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ کہیں خود دین پر ضرب کاری نہ لگ جائے، جس کا ذمہ دار مغربی تمدن نہیں، ہم ہیں، اس سلسلے میں سید جمال الدین افغانی کے وہ خیالات بڑے وقیع ہیں جو انہوں نے اقوام کے عروج و زوال پر بحث کرتے ہوئے ظاہر فرمائے، انہوں نے فرمایا:

> معتدل افکار اور مقوم صفات وہی افکار اور وہی صفات ہیں جو توافق و تطابق

---

[1] مناظر احسن گیلانی : مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا فسانہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۶۰ء، ص۔ ۱۱۹

Marfat.com

کا باعث ہوں اور ان کی توجہ کل سعادت ہو، اس قسم کے صفات کو انسانوں نے اخلاق فاضلہ کا نام دیا ہے اور ایسے ہی افکار کو افکار عالیہ کہا ہے اسی بنا پر جب کبھی اس قوم کے اتحاد افکار اور توافق صفات میں کمی پیدا ہو گی اس وقت اس کے ادارے کی وحدت اس کے طبقات کے باہمی تعاون اور ان کی روح حیات میں خلل پیدا ہو جائے گا ——— اسی طرح رفتہ رفتہ تدریجاً افکار کا اتحاد اختلاف میں مبدّل ہو جائیگا، ——— اور لڑنے لڑانے کی یہ عادتیں جب عام ہو جاتی ہیں تو بے شبہ تعاون مفقود، روح حیات اور یک جہتی کی قوت معدوم، ہر فرد کی جد و جہد کی سمت دوسرے افراد قوم کی سمت کے مخالف ہو جاتی ہے، کیوں کہ سبب کے ضعیف ہو جانے سے نتیجہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے اور ارادوں میں استحکام نہ ہونے، خصلتوں کے اچھے نہ ہونے، خواہشات کے بدل جانے، طبیعتوں میں اختلاف پیدا ہونے، رایوں میں اتفاق نہ ہونے، خیالات میں اتحاد نہ ہونے، اور صفتوں میں تضاد ہونے اور دلوں میں دشمنی کی وجہ سے قوم کے افراد اور طبقات میں اس وقت ایسے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس قوم میں ہم آہنگی اور اتحاد پیدا نہیں ہوتا جو انسانی معاشرے کے زندہ رہنے بلکہ نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری ہے[1]۔

سیّد افغانی مرحوم نے بڑی دل لگتی بات فرمادی ہے کہ :-

معدل افکار اور مقوّم صفات وہی افکار اور وہی صفات ہیں جو توافق اور تطابق کا باعث ہوں اور ان کی توجہ کل سعادت ہو۔

گویا حقیقی مصلح قوم وہی ہے جس کے افکار و خیالات ملّت میں توافق و تطابق کی راہ پیدا کریں نہ یہ کہ ان کو افتراق و انتشار میں مبتلا کر دیں، اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب مصلحین مخلصانہ طور پر خدا اور رسول کے آگے جھکاتے اور اپنی ذات کو اتنی

---

[1] جمال الدین افغانی :- مقالات، ص ۱۷۹-۱۸۰

اہمیت نہ دیتے کہ خدا اور رسول کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہو جاتا، مگر ہوا یہی جن حضرات نے اصلاح و تجدید کا دعویٰ کیا (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) انہوں نے نہ صرف یہ کہ خدا اور رسول کے آگے جھکایا بلکہ اپنے آگے بھی جھکایا اور جو نہ جھکا وہ مردود ٹھہرا۔ ان کے متبعین کا حال یہ ہے کہ وہ نہ صرف ان حضرات کے دینی افکار و خیالات کی تائید کرتے ہیں بلکہ جو بات ان کے دماغ سے نکلتی ہے خواہ وہ کتنی ہی غیر معقول ہو اس کی بھی تائید کی جاتی ہے حالاں کہ عقل سلیم اس کی مخالفت کرتی ہے اور حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ اگر اس قسم کی باتوں کی اصلاح کے لئے کچھ عرض کیا جائے تو اصلاح تو رہی ایک طرف، دوستی، دشمنی میں بدل جاتی ہے ——— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کی وہ سزا نہیں جو ان حضرات کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے، یہ ایک بڑا نفسیاتی روگ ہے، جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناتمام تعلق کی غمازی کر رہا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اسی کمزوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صحیح فرمایا ہے :-

> مگر عمل کا جب وقت آیا تو جو ہونا چاہیئے تھا وہی ہوا، یعنی اللہ کی کتاب کے ساتھ جمع کرنے والوں کا یہ طبقہ مسلمانوں کو اپنے اوپر ہی جمع کرنے لگا قرآن کے ساتھ ضروری قرار دیا گیا کہ قرآن سمجھانے والوں کے دماغوں اور بھیجوں پر بھی ایمان لایا جائے۔[1]

دماغوں اور بھیجوں پر ایمان لانے سے مراد یہی ہے کہ ان حضرات کی قوت فکر کو غلطیوں سے مبرا سمجھ لیا گیا، اور جو بات ان کی زبان سے نکلی متبعین کے لئے قول فیصل ٹھہری اس غیر دانشمندانہ روش نے تحزب اور گروہ بندی کا آغاز کیا اور ملت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی، مولینا مسعود عالم ندوی نے "نجدی وہابیت" اور "ہندوستانی وہابیت" پر بحث کرتے ہوئے صحیح فرمایا ہے :-

> ہمارے نزدیک حق صرف کتاب و سنت کی پیروی میں ہے، ہم رشد و ہدایت کو کسی فقہی، مدرسی (دیوبند، جامعہ ازہر، ندوہ وغیرہ) یا ملکی جماعت کا اجارہ

---

[1] مناظر احسن گیلانی : مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا فسانہ، ص — ۱۲۰

Marfat.com

نہیں سمجھتے، یہ نہ نجد کی زر خرید ہے نہ ہندوستان کی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات واضح اور نمایاں ہیں، جو ان پر ٹھیک ٹھیک چلے گا وہ ہدایت و فلاح سے شاد کام ہوگا ——— ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ نجد اور ہندوستان کی یہ دونوں جماعتیں (وہابیت اور دیوبندیت) معصوم ہیں اور ان سے غلطیاں کوتاہیاں نہیں ہوئیں، اہل نجد کے بارے میں غلو و شدت کا شکوہ دوستوں کو بھی ہے[1]۔

(۲۵)

افتتاحیہ میں مواعظ مظہری سے متعلق بعض مباحث کے علاوہ وہابیت اور دیوبندیت وغیرہ کے بارے میں جو تفصیلاً عرض کیا گیا اس سے مقصود صرف یہی ہے کہ اس تاریخی پس منظر میں مواعظ مظہری کے بعض بیانات واضح ہو جائیں اور قارئین کرام کے ذہن میں کوئی الجھن نہ رہے (کیوں کہ صاحب مواعظ علیہ الرحمہ نے اکثر مقامات پر حضرات وہابیہ اور حضرات دیوبندیہ کے بعض اقوال و افکار کا اشارۃً یا کنایۃً ذکر فرمایا ہے) اس میں کسی شخص یا جماعت کے خلاف کوئی متعصبانہ جذبہ کارفرما نہیں فللہ الحمد علیٰ ذالک، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، عقل و دل دونوں کی رہنمائی فرما کر محبت کی راہ پر چلائے اور افراد ملت کو مل بیٹھنے کی صلاحیت عطا فرمائے، آمین۔

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

محمد مسعود احمد

صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج
کوئٹہ (مغربی پاکستان)

جمادی الاول ۱۳۸۹ھ
اگست ۱۹۶۹ء

---

[1] مسعود عالم ندوی: محمد ابن عبدالوہاب، ص - ۱۲ و ۱۳

Marfat.com

مواعظ مظہری

مرتبہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

Marfat.com

(۱)

شرک و توحید

(۱)

الحمد للہ الذی انزل القرآن وھدنا بہ الی عقائد الایمان واظھر ھذا الدین القیم علی سائر الادیان والصلوٰۃ والسلام اتمان اکملان فی کل حین واٰن علی سید الانس والجان وعلی اٰلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان۔ اما بعد فاقول وباللہ التوفیق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میں نے اپنے بیان کا زیب عنوان کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس لئے رکھا ہے کہ عوام سامعین کو کلمہ طیبہ تو صحت لفظی کے ساتھ یاد ہوگیا ہے لیکن اس کے باوجود بعض عوام کو یہ کہتے سُنا کہ اہل اللہ کے مزارات پر سفر کر کے جانا، قبر کو بوسہ دینا، اُس پر چادر چڑھانا، اُس کے غلاف کو پکڑ کر دعا کرنی، اللہ کی جناب میں کسی کو سفارشی سمجھنا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا، یہ سب باتیں شرک ہیں، اس کے علاوہ اور بھی بکثرت ایسے اقوال ہیں جن کے بیان کے لئے زبان یاری نہیں دیتی مثلاً معاذ اللہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بلکہ جو افعالِ رذیلہ ایک انسان کر سکتا ہے وہ افعال اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے[۱]، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" اور "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے[۱]"۔ یہ اقوال فاسدہ کاسدہ وہ

---

[۱] اس قسم کے کلمات صراطِ مستقیم (مولوی سید احمد بریلوی)، تقویۃ الایمان (مولوی اسمٰعیل دہلوی)، حفظ الایمان (مولوی اشرف علی تھانوی)، براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد سہارنپوری) وغیرہ کتب میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ (مرتب)

Marfat.com

ہیں جن کا رد قطع نظر اس کے کہ نصوص قطعیہ کر رہی ہیں خود کلمہ طیّبہ بھی اس کا رد کر رہا ہے اگر کلمہ طیّبہ کے صحیح طور پر معنی معلوم ہوں تو ہرگز کسی مسلمان سے ایسے اقوال واہیہ صادر نہیں ہو سکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کے معنی عرض کروں، جب اس کے معنی ذہن نشیں ہو جائیں گے تو پھر کسی قول یا فعل پر احکام شرعیہ کے خلاف کوئی حکم نہ لگا سکیں گے۔

کلمہ طیّبہ کے پہلے جزو لا الٰہ الّا اللہُ میں توحید کا کامل طور پر بیان فرمادیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے" یعنی عبادت کا مستحق صرف وہی ایک ذات ہے جس کو اللہ کہتے ہیں اور اسم مبارک اللہ اس ذاتِ اقدس کا نام ہے جس کی ذات قدیم ہے اور جو ازلی ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہنے والا، یونہی اس کی صفاتِ کاملہ بھی قدیم ہیں اور غیر محدود لیکن ہر صفتِ ناقصہ سے پاک و منزّہ ہے، کسی صفت ناقصہ کی اس کی قدرت کی بارگاہ میں رسائی ممکن نہیں، وہ اپنی ذات و صفاتِ کاملہ میں کسی کا محتاج نہیں، ہر شئے کا خالق اور ہر شئے اس کی محتاج، کلمہ طیّبہ کے اس معنی کو دل سے یقین کے ساتھ جاننے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کا نام توحید ہے اور اس کے خلاف اعتقاد کرنے کا نام شرک۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرح کسی دوسرے کی ذات یا اس کی کسی صفت کو قدیم جانے مشرک یا کسی دوسرے کو مستحق عبادت جانے مشرک یا کسی دوسرے کو کسی شئے کا حقیقۃً خالق اور پیدا کرنے والا جانے مشرک، اس ہی کو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود، در خالقیت، و در عبادت"۔

ترجمہ:۔ یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شرک تین قسم کا ہے وجود میں (یعنی غیر خدا کو واجب الوجود جاننا، دوسرے) خالقیت میں (یعنی غیر خدا کو کسی شئے کا حقیقۃً پیدا کرنے والا جاننا، تیسرے) عبادت میں (یعنی غیر خدا کی عبادت کرنا جس کو ہندی میں پوجا کہتے ہیں یا اس کو مستحق عبادت جاننا)۔

اب جب آپ نے توحید اور شرک کے معنی سمجھ لئے تو جس پر یہ معنی صادق آئیں گے اس کو تو بے شک مشرک کہیں گے اس کے سوا کسی بات کو حقیقۃً شرک نہیں کہہ سکتے

Marfat.com

پس جو لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں کے لئے ثابت کرتے ہیں اور ان کمالات کو عطائے الٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں ہاں جو کسی کے کمال کو بے عطائے الٰہی اس کا ذاتی کمال کہے گا بیشک مشرک ہو جائیگا کہ ذاتی کمالات صرف اس ہی ذات ذوالاصفات کے ساتھ مختص ہیں،

یہ ہے توحید اور شرک کا مختصر بیان۔ اس کو اگر آپ ذہن نشین کرلیں گے تو ہرگز مغالطہ میں نہ پڑیں گے، جب کسی بات پر شرک کا شبہ ہو تو اس پر غور فرمادیں کہ اس میں غیر خدا کو قدیم اور ذاتی صفات رکھنے والا جاننا یا اس کو معبود جاننا یا اس کو خالق جاننا لازم آتا ہے یا نہیں، اگر ان تین باتوں میں سے کوئی بات لازم آتی ہے تو بے شک وہ بات شرک ہے اور ان میں سے ایک شئے بھی لازم نہیں آتی تو اسے ہرگز شرک نہیں کہہ سکتے۔

مولیٰ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ سے اپنے بندوں کو بھی ہر ایک کی حیثیت کے موافق حصہ عطا فرمایا ہے۔ وہ 'حیٌ' ہے، ہمیں بھی حیات عطا فرمائی ہے وہ 'قادرٌ' ہے ہمیں بھی قدرت عطا فرمائی ہے، وہ 'سمیع و بصیرٌ' ہے، ہمیں بھی سننے اور دیکھنے کی قوت عطا فرمائی ہے، وہ 'علیمٌ' ہے، ہمیں بھی علم عطا فرمایا ہے، وہ ارادہ فرماتا ہے، ہمیں بھی ارادے پر قوت عطا فرمائی ہے لیکن علیٰ حسب مراتب، کسی کو کم کسی کو زائد، چناں چہ کسی کو حیات ہزار سال کی عطا فرمائی اور کسی کو دو چار سیکنڈ کی، کسی کو اتنی قدرت کہ پاؤ سیر کا بوجھ بھی دو قدم نہ پہنچا سکے اور آصف ابن برخیا کو اتنی کہ سینکڑوں من کا تخت جو ساتویں محل کے اندر بلقیس نے محفوظ مقفل کر رکھا ہو اور اس پر جنات کا پہرہ لگا دیا ہو اور جس کا عرض و طول اسّی۔ اسّی گز کا ہو، حضرت آصف بن برخیا، حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام کا حکم پاتے ہی پلک جھپکنے میں ان کے حضور حاضر کر دیتے ہیں، اور بڑے بڑے قوی جنات منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں، یہ قصہ تو بڑا طویل ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں خود مولیٰ تعالیٰ نے منصل طور پر بیان فرمایا ہے، مجھے تو صرف اتنا بتلانا تھا کہ مخلوق میں سے ایک کی قوت کا کیا حال ہے اور دوسرے کی قوت کس درجہ پر پہنچی ہوئی ہے جو تحیر میں ڈالتی ہے چناں چہ ارشاد ہے:۔

Marfat.com

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک. فلما راٰه مستقرا عندہ قال هٰذا من فضل ربی۔ (النمل: ۴۰)

یعنی اس شخص نے عرض کیا جس کو کتاب الٰہی کا علم حاصل تھا کہ میں آپ کے حضور اس تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا، پس جب حضرت نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے۔

اسی طرح دیکھنے اور سننے کا حال ہے کہ ایک شخص پاس کے بیٹھنے والے کو نہ بخوبی دیکھ سکتا نہ اس کی سن سکتا ہے اور دوسرا اپنے مقام پر بیٹھا یا کھڑا مشرق سے مغرب تک بسنے والوں کی سنتا اور ان کو دیکھتا ہے چناں چہ حدیث میں آیا کہ حضور کے استفسار پر حضرت جبریل نے عرض کیا کہ:-

حق تعالیٰ نے جب سے آپ کو پیدا کیا ہے ایک فرشتہ قیامت کے لئے متعین فرمایا ہے جس کا کام یہ ہے کہ جو امتی آپ پر درود پڑھے تو وہ فرشتہ کہتا ہے وانت صلی اللہ علیک (یعنی تجھ پر بھی خدا رحمت کرے)

روایت کیا اس کو طبرانی وغیرہ نے، حدیث بڑی ہے، میں نے صرف انہی جملوں کے ترجمے پر اکتفا کیا جو موضع استدلال تھے، یونہی حضرت عزرائیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا حال ہے کہ وہ نہ مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی کو سب کی خبر آنِ واحد میں برابر لیتے ہیں۔ غرض ثابت ہوا کہ مخلوق کے دو افراد میں دیکھنے اور سننے میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے

اسی طرح علم کے اندر ملاحظہ فرمائیں کہ ایک وہ شخص ہے جس کو اپنے گھر کی چند چیزوں کا علم ہے اور ایک حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں کہ عالم میں سے کوئی شے ایسی نہ چھوڑی جس کا ان کو علم نہ دیا گیا ہو، نہ علویات میں سے کسی فرد کو چھوڑا نہ سفلیات میں کسی فرد کو ــ تمام ہی کا تو علم عطا کر دیا گیا چناں چہ ارشاد ہوتا ہے:-

وعلم اٰدم الاسماء کلها (البقرۃ: ۳۱)

ترجمہ:- اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو سب چیزوں کے نام۔

Marfat.com

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ذاتیہ کی چمکار سے بلاشبہ اپنی بعض مخلوق کو بھی عطا فرمائے اور یقیناً اس میں بعض کو بعض پر فضیلت دی جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس میں کسی کو خواہ کتنی ہی اعلیٰ مرتبہ پر وسعت عطا کی ہو پھر اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقابلے میں اس کی صفات اتنی بھی تو حیثیت نہیں رکھتیں جتنا لاکھوں سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ حیثیت رکھتا ہے، اس لئے کہ اُس کی صفت ذاتی، ازلی ابدی، اِس کی صفت عطائی، حادث۔ اُس کی صفت غیر محدود، اِس کی صفت خواہ کتنی بھی وسعت کیوں نہ رکھتی ہو مگر پھر بھی محدود۔ اُس کی صفت پر کسی کا قابو نہیں چل سکتا، اس کی صفت اس قادر مطلق کے دست قدرت میں مجبور۔ غرض کسی کی اس صفت کا جو اس کو حاصل ہے محض اس خیال فاسد کی بنا پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، انکار کرنا خالص عناد ہے۔ جو صفت مخلوق کی ہے وہ ہرگز ہرگز خالق کی نہیں، مخلوق کی صفت تو مخلوق اور حادث ہے، محدود ہے، عطائی ہے، مولیٰ تعالیٰ کے قابو میں ہے، وہ جب چاہے اس سے چھین لے، کیا ایسی صفت سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو متصف کرو گے؟۔ اگر ایسا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے، ہرگز کلمہ طیبہ پڑھنا فائدہ نہ دے گا کہ تم نے اس کو ایک صفت ناقصہ کے ساتھ متصف کر دیا جو کفر ہے حالانکہ وہ جس طرح اوصاف رذیلہ سے منزہ ہے، اسی طرح اس کا کسی صفت ناقصہ کے ساتھ متصف ہونا بھی ناممکن اور محال ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ اگر کسی میں ایسی صفت ناقصہ بھی نہ ہو اور کوئی اس کو اس صفت کے ساتھ متصف کر دے تو اس کو جھوٹا تو کہہ سکتے ہو لیکن اس کو مشرک نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کی صفت کے ساتھ اس نے اس کو متصف نہیں کیا، مثلاً کوئی کسی پتھر کو کہدے کہ یہ بعطائے الٰہی تمام جہان کے ذرّے ذرّے سے واقف ہے تو اس کے کہنے والے کو آپ جھوٹا کذاب ضرور کہیں گے، لیکن اسے مشرک نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ اس کے بعطائے الٰہی کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اس صفت کو عطائی، حادث، عالم کے اندر محدود، مولیٰ کے تحت قدرت میں کہہ رہا ہے جو اللہ کی صفت نہیں ہے اور مشرک جب ہی ہوتا ہے جب اللہ کی صفت کسی کو ثابت کرے۔

مجھے چاہیئے تو یہ تھا کہ میں اپنے بیان میں حضور کے اوصاف جلیلہ کا ذکر

Marfat.com

کرتا لیکن اس خیال سے میں نے اس لئے گریز کیا کہ بعض عوام کے خیال میں یہ جم چکا ہے کہ حضورؐ ہمارے مثل ایک انسان تھے اور ہمارے بھائی، پس جب حضور کو کسی صفت عطیہ کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور پھر اس پر دلائل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے، فوراً شرک کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں، اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو میں ضرور حضور کے اوصاف جمیلہ کا ذکر کرتا اور بتلاتا کہ ان کے مولیٰ نے ان صفات میں دوسروں سے ان کو کیسا ممتاز فرمایا ہے، لیکن یہاں تو مجھے صرف شرک کے معنی کی قدرے وضاحت کرنی تھی امید ہے کہ یہ معنی ذہن نشین ہو گئے ہوں گے، اب آپ اس معنی کے پیش نظر جب ان باتوں کو ملاحظہ فرمائیں گے جن کو بعض لوگ شرک کہتے ہیں تو آپ ان کو ہرگز شرک نہ کہہ سکیں گے۔

اصل یہ ہے کہ ان جیسے اقوال و اہتیہ مسلک وہابیہ کے ہیں جنہوں نے نہ صرف بعض گناہ صغیرہ پر بلکہ بعض جائز باتوں پر بھی شرک کا حکم لگا دیا ہے اور وہابیہ وہ ہیں جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مسلک پر ہیں چناں چہ مولینا اشرف علی صاحب تھانوی اپنے فتاوی امدادیہ کی پانچویں جلد کے صفحہ ۲۳۲ پر لکھتے ہیں کہ :-

وہابی وہ شخص ہے جو مسلک میں ابن عبدالوہاب کا تابع ہو یا موافق ہو۔

ابن عبدالوہاب کا مسلک اگر معلوم کرنا ہو تو اس کی کتاب التوحید سے معلوم ہو سکتا ہے لیکن وہ ہندوستان میں نایاب ہے، البتہ علماء فرماتے ہیں کہ تقویۃ الایمان، کتاب التوحید ہی کا ترجمہ ہے[1]، پس اگر کسی کو اس کے مسلک کے معلوم کرنے کا شوق ہو تو وہ تقویۃ الایمان

---

[1] کتاب التوحید ایک مختصر رسالہ ہے، تقویۃ الایمان نسبتاً ضخیم ہے اور اس کا ترجمہ نہیں۔ البتہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تالیف ردّ الاشراک (عربی) کتاب التوحید کے تاثر کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے، تقویۃ الایمان، ردالاشراک کے پہلے حصے کا تشریحی اردو ترجمہ ہے، اس کے اڈیشن کا احاطہ متعذر ہے، اس کا انگریزی ترجمہ شہامت علی نے کیا تھا جو ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا تھا ——— ردّ الاشراک کے دوسرے حصے کا اردو ترجمہ مولوی محمد سلطان نے کیا تھا، جو تذکیر الاخوان کے نام سے شائع ہوا تھا، یہ دونوں حصے (تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان) کراچی سے یکجا شائع ہو گئے ہیں (بقیہ آگے)

Marfat.com

کو دیکھے جو ہر جگہ میسر آتی ہے کہ وہابیہ نے لاکھوں کی تعداد میں اس کو طبع کرا کے ہندوستان میں شائع کیا ہوا ہے لیکن عوام کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ تقویۃ الایمان کو دیکھیں تو ان بیسیوں رسالوں میں سے کسی ایک کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو علمائے اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں تحریر فرمائے ہیں مثلاً اطیب الایمان فی رد تقویۃ الایمان، ورنہ گمراہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔

(ب)

یہ بیان تو کلمہ طیبہ کے پہلے جزو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے متعلق تھا اب میں اس کے دوسرے جزو محمدٌ رسول اللہ کے متعلق کچھ عرض کروں۔ کلمہ طیبہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد حضور کا اسم شریف لایا گیا ہے محمدؐ جس کے معنی ہیں کہ تمام عالم اس ذات اقدس کی صفت و ثنا کرنے والا ہے بلکہ خود ان کا خالق بھی، جس سے اس جانب گویا اشارہ ہے کہ ہماری یکتائی کا اقرار کرنے کے بعد بھی ابھی تمہارا ایمان ادھورا ہے، جب تک کہ مخلوق کے اندر اس ذات کی یکتائی کا اقرار اور اس کی تعظیم و توقیر نہ کرو گے، تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا جس کو کھلے لفظوں میں ارشاد فرمایا:۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

گویا ارشاد ہوتا ہے کہ خواہ ہمارا انکار کرو یا اس کا، دونوں صورتوں میں تم کافر قرار پاؤ گے بلکہ انکار تو انکار میری یا اس کی جناب میں اگر ادنیٰ توہین بھی کی تو پھر بھی کافر کے کافر ہی رہو گے کہ توہین کے باوجود ہماری عظمت کا اقرار بھی کیا ہوا؟ — اس کے بعد حضور کا خطاب اعظم کلمۂ رسول لا کر اور اپنی طرف اس کی اضافت دے کر اس کو واضح فرمایا کہ یہ ہمارے رسول ہمارے نائب ہیں، ان کا جو فرمان ہے، وہ ہمارا فرمان ہے، خواہ ہمارے کلام کی تکذیب کرو یا ان کے کلام کی، دونوں

(بقیہ حواشی صفحہ ۱۰۴) یہ کتاب اقم نے مطالعہ کی ہے اس کے متعلق صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایمان عبارت ہے صرف کلمہ مبارکہ کہ جزو اول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے تو یقیناً یہ کتاب تقویۃ ایمان کا باعث ہے اور اگر تکمیل ایمان کے لئے دوسرا جزو محمدٌ رسول اللہ بھی لازمی ہے تو پھر تقویت کے بجائے ضعف پیدا ہوتا ہے، غالباً اسی وجہ سے مولینا مملوک العلی اس کو تفویت الایمان فرمایا کرتے تھے۔ (مرتب)

Marfat.com

ہو تو ہی میں کافر ہی رہو گے۔ اب یہاں یہ سمجھ لینا لازمی ہے کہ کیسے کلام کی تکذیب کفر ہے؟ تو یاد رکھئے کہ جب کسی کی طرف سے کسی کے پاس نقل ہوتا ہوا آتا ہے تو اگر بیچ کے نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر لوگ ہوں جن کا اتفاق جھوٹ پر عقل میں نہ آتا ہو اور وہ بات بھی ایسی ہو جس کے مطلب میں کسی قسم کا خدشہ نہ ہو، ایک ہی مطلب نکلتا ہو، ایسی بات کو دلیل قطعی کہتے ہیں اور دلیل قطعی سے جو شے اللہ و رسول کی طرف سے ثابت ہو اس کی تکذیب کفر ہے اور اس پر یقین کرنا ایمان - اور جو بات اس طور سے ثابت نہ ہو، اسے دلیل ظنی کہتے ہیں، اس کا انکار کفر نہیں ہوتا - اب اللہ و رسول کے احکام کی پیروی کی حیثیات کی طرف غور فرمائیں کہ کس قسم کے حکم کی پیروی کی کیا حیثیت ہے؟ - تو اس کو یوں سمجھئے کہ آقا جب غلام کو حکم کرتا ہے تو کبھی تو کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا ایسا حکم کرتا ہے کہ اس پر عمل کے سوا غلام کے لئے چارہ ہی نہیں ورنہ غلام سزا کا مستحق ہوتا ہے تو اگر ایسا حکم اللہ و رسول کی طرف سے بندوں کے لئے کسی کام کے کرنے کا دلیل قطعی سے ثابت ہو تو وہ کام فرض ہے اور نہ کرنے کا ثابت ہو تو وہ حرام ہے، اور ایسا حکم کسی کام کے کرنے کا دلیل ظنی سے ثابت ہو تو وہ واجب ہوتا ہے اور نہ کرنے کا دلیل ظنی سے ثابت ہو تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔

اور کبھی آقا کا ایسا حکم ہوتا ہے کہ غلام کا عمل اس پر ہے تو نہایت پسند لیکن اگر غلام کبھی اس حکم کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے تو آقا اس کی چنداں پرواہ نہیں کرتا، ہاں اگر غلام ایسے حکم کی خلاف ورزی کی عادت ہی کر لے تو پھر اس پر آقا خفا ہوتا ہے اور تھوڑی بہت سزا دیتا ہے پس اگر ایسا حکم شارع سے کرنے کا ثابت ہو تو اسے سنت موکدہ کہتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی کی عادت کو اساءت۔

اور کبھی آقا کا ایسا حکم ہوتا ہے کہ غلام کا اس پر عمل ہے تو پسند لیکن اس کی خلاف ورزی اگرچہ ناپسند ہے لیکن اس کی وجہ سے غلام کو قابل سزا نہیں جانتا، اگر ایسا حکم شارع سے ثابت ہو تو اسے سنت غیر موکدہ کہتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی کو مکروہ تنزیہی۔

اور کبھی آقا کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ غلام کا عمل اس پر ہے تو پسند لیکن اس کی خلاف ورزی بھی کچھ زیادہ ناپسند نہیں پس اگر ایسا حکم شارع سے ثابت ہو تو اسے

Marfat.com

مستحب کہتے ہیں اور اس کی خلاف ورزی کو خلاف اولیٰ۔

اور جن باتوں کی آقا، غلام کو نہ ممانعت کرتا ہے نہ ان کے کرنے کا حکم دیتا ہے ان میں غلام مختار ہوتا ہے، کرے یا نہ کرے، کسی صورت میں اس سے پوچھ گچھ بھی نہیں کرتا، ایسی باتوں کو شریعت میں مباح کہتے ہیں۔

(ج)

اب میں اپنے اس بیان کا خلاصہ عرض کروں اور احکام شرعیہ سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بتلاؤں تاکہ آپ کے بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

(۱) **شرک** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرح کسی دوسرے کی ذات و صفات کو قدیم سمجھا جائے یا اس کو مستحق عبادت سمجھا جائے، یا اس کو کسی شے کا پیدا کرنے والا، یا اس کی کسی صفت کو ذاتی سمجھا جائے، اس کے علاوہ کوئی بات شرک نہیں۔

(۲) **کفر** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کا انکار کیا جائے یا اس کے کسی ایسے کلام کا انکار کیا جائے جو ہمیں دلیل قطعی کے ساتھ پہنچ چکا ہو، شرک اور کفر کا حکم یہ ہے کہ وہ بلا توبہ ہرگز نہ بخشا جائیگا اور اس کے جتنے نیک عمل ہوتے ہیں سب نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ شرک کا مقابل توحید ہے اور کفر کا مقابل ایمان۔

(۳) **فرض** یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا وہ حکم جو ہمیں دلیل قطعی سے ثابت ہو گیا ہو اور جس کا کرنا ہم پر لازم کر دیا گیا ہو، جیسے نماز، روزہ، اس کا کرنا ثواب ہے ایک مرتبہ بھی بلا عذر شرعی ترک کر دینا گناہ کبیرہ ہے، پس اس کا ترک کرنے والا فاسق اور عذاب نار کا مستحق ہوتا ہے اور انکار کرنے والا یا اس کا مذاق اڑانے والا کافر۔

(۴) **واجب** شارع علیہ السلام کا وہ حکم جو ہمیں دلیل ظنی سے ثابت ہوا ہو اور جس کا کرنا ہم پر لازم کر دیا ہو، اس کا کرنا ثواب بلا عذر شرعی قصداً ایک بار ترک بھی گناہ صغیرہ ہے اور بار بار ترک کرنے والا گنہ گار کبیرہ کا مرتکب مستحق عذاب لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں۔

(۵) **سنت موکدہ** وہ فعل جس کو حضورؐ نے ہمیشہ کیا ہو لیکن بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرمایا ہو، اور وہ فعل جس کی نہایت تاکید فرمائی ہو لیکن نہ فرض

Marfat.com

وہ واجب جیسی، اس کا کرنا ثواب اور اتفاقاً بلا عذر ترک کرنے والا مستحق عتاب ہے، اور ترک کی عادت کرنے والا مستحق سزا۔

(۶) **سُنت غیر موکدہ** وہ فعل جس کو حضورؐ نے کیا ہو یا اس کی طرف رغبت دلائی ہو، اور اس کا ترک اگرچہ ناپسند کیا ہو مگر نہ ایسا جیسا سنت موکدہ کا ترک ناپسند ہے، پس اس کا کرنا ثواب لیکن اس کا تارک مستحق عتاب بھی نہیں۔

(۷) **مستحب** وہ فعل جس کو خود حضورؐ نے، یا صحابہؓ نے، یا علمائے امت نے پسند کیا ہو، اس کے ترک پر کچھ نہیں اور کرنا ثواب۔

(۸) **حرام** وہ فعل جس کا نہ کرنا لزوماً ہمیں دلیل قطعی سے ثابت ہوا، اس کو قصداً ایک بار بھی کرنا گناہ کبیرہ اور موجب فسق ہے اور نہ کرنا ثواب اور انکار کفر، یہ فرض کا مقابل ہے۔

(۹) **مکروہ تحریمی** وہ فعل جس کا نہ کرنا ہمیں دلیل ظنی سے ثابت ہوا، اس کا نہ کرنا ثواب اور کرنا گناہ صغیرہ، اور بار بار کرنا گناہ کبیرہ، لیکن انکار کفر نہیں، یہ واجب کا مقابل ہے۔

(۱۰) **اساءت** وہ فعل جس کا نہ کرنا ثواب اور اتفاقاً کرنا باعث عتاب اور بار بار کرنا موجب سزاء۔ یہ سُنت موکدہ کا مقابل ہے۔

(۱۱) **مکروہ تنزیہی** وہ فعل جس سے بچنا بہتر ہے اور باعث ثواب اور اس کا کرنا اگرچہ شارع کو ناپسند ہے لیکن اس کے کرنے پر عتاب نہیں، یہ سُنت غیر موکدہ کا مقابل ہے۔

(۱۲) **خلافِ اولیٰ** وہ فعل جس میں بندہ مختار ہے، نہ کرے گا تو ثواب کا مستحق ہے اور کرے گا تو ثواب سے محروم رہے گا اور بس، یہ مستحب کے مقابل ہے۔

(۱۳) مباح جو افعال اوپر ذکر کئے گئے یہ تو وہ تھے جو شریعت کو مطلوب ہیں اور جن کے ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے علاوہ جس قدر افعال ہیں جن کے لئے شریعت مطہرہ سے کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی جو ان افعال عشرہ مذکورہ میں سے کسی فعل کو ثابت کرتی ہو، وہ تمام افعال مباح کہلاتے ہیں جس میں مسلمان مختار ہے چاہے اس کو کرے یا نہ کرے اس پر نہ اس کو کچھ ثواب ہے نہ عقاب،

(۱۴) **بدعت** مباح افعال میں بعض وہ طریقے بھی ہیں جن کا وجود حضورؐ کے زمانے

Marfat.com

میں نہ تھا، ایسے طریقے بدعت کہلاتے ہیں، لیکن ان میں جو طریقہ کسی فعل واجب کی تقویت کے لئے نکلا ہے اس کو بدعت واجبہ کہتے ہیں اور جو کسی سنت کی تقویت دینے والا ہے اسے بدعت مستحبہ کہتے ہیں اور جو حرام فعل کو تقویت دینے والا ہے اسے بدعت محرمہ کہتے ہیں، اور جو کسی مکروہ فعل کی تقویت دینے والی ہو اسے بدعت مکروہہ کہتے ہیں اور جو ایسی ہو جس پر ان چاروں میں سے کسی کی تعریف بھی نہ صادق آتی ہو اسے بدعت مباحہ کہتے ہیں۔ پھر بدعت واجبہ اور مستحبہ کو بدعت حسنہ اور بدعت محرمہ اور بدعت مکروہہ کو بدعت ضلالۃ۔ پس ان پانچ قسموں میں سے صرف دو قسمیں بدعت ضلالت ہیں اور دو بدعت حسنہ، اور ایک بدعت مباحہ۔ لہٰذا ہر بدعت کو بدعت ضلالت نہیں کہہ سکتے ہیں۔

یہ ہے احکام شرعیہ کا بیان جن کو میں نے مختصر طور پر بیان کیا اگر آپ ان کو ذہن نشین کر لیں گے تو پھر کسی فعل پر ان احکام کے خلاف کوئی حکم صادر نہ کر سکیں گے۔

وَاللّٰہُ الولی وَھُوَ علیٰ مَا نقول وکیل وصلی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نقطۂ ادوار عالم لا الٰہ — انتہائے کار عالم لا الٰہ
چرخ از زور او گردندگی — مہر را پایندگی رخشندگی
بحر گوہر آفرید از تاب او — موج در دریا تپید از تاب او
خاک از موج نسیمش گل شود — مشت پر از سوز او بلبل شود
شعلہ در رگہائے تاک از سوز او — خاک مینا تابناک از سوز او
نغمہ ہایش خفتہ در ساز وجود — جویدت اے زخمہ ور ساز وجود
صد نوا داری چو خوں در تن روان — خیز و مضراب بہ تار او رساں

زاں کہ در تکبیر راز بود تست
حفظ و نشر لا الٰہ مقصود تست

(اقبال: اسرار بیخودی، ص-۱۶۱)

Marfat.com

(۲)

منشاءِ تخلیق

(۱)

کنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَنْ اُعرفَ فخلقتُ الخلقَ لِاُعرف

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں (اور کوئی مجھے پہچانے) تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

حدیث حسن و مشتاقی درون پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا

اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی پیدائش کی مصلحت "عرفان الٰہی" ہے۔

یوں ہی قرآنِ کریم میں فرمایا :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذٰریٰت : ۵۶)

میں نے انسان اور جنات کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور ظاہر ہے کہ معبود جب تک پہچانا نہ جائے اس کی عبادت اور بندگی کیسے ہو سکتی ہے؟ اسی لئے بعض مفسرین نے 'یعبدون' کی تفسیر 'لیوحدون' اور 'لیعرفون' سے کی ہے یعنی مجھے "یکتا پہچانیں" —— اس کے دلائل اور بھی بکثرت ہیں مگر مجھے اختصار مطلوب ہے،

مخلوق میں صرف انسان اور جنات کو اسی لئے خاص کیا کہ ان کو آلۂ شناخت یعنی روح سے نوازا تھا، اور دوسری مخلوق صرف ان کے لئے بنائی تھی کہ وہ اس سے نفع اٹھا کر اور اس میں فکر سے معرفت الٰہی حاصل کریں، تو آپ دیکھتے ہیں کہ اس سے مادی نفع تو پچھلوں سے بھی بہت زیادہ اٹھایا جا رہا ہے لیکن اصل نفع یعنی معرفت الٰہی، پچھلوں کے مقابل بمنزلہ صفر کے ہے، اس اصلی نفع کو نظر انداز کر دیا ہے اور اسی کی تبعیت میں جو نفعے دیئے گئے تمام تر کوشش اس کے حاصل کرنے

میں لگی ہوئی ہے، اور معرفت کی راہ کو بیوقوفوں کی راہ سمجھ لیا گیا ہے حالاں کہ عقل کی راہ اور اپنے مولیٰ سے مواصلت کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ جس کے لئے ہماری پیدائش ہے، اس کی طرف توجہ کریں اور اس کا جاننا موقوف ہے علم باطن پر، حدیث شریف میں آیا :-

العلمُ علمان فعلمٌ فی القلب فذاك العلمُ النافع وعلم اللسان فذاك حجۃ اللہ علی ابن آدم۔

علم دو قسم کا ہے، ایک علم دل میں ہے جو نفع دینے والا ہے اور دوسرا زبان کا علم جو آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہے (یعنی اس کے خلاف گرفت ہوگی)

اس زبان کے علم کو "علم دراست" کہتے ہیں جو قلب میں تاثیر کرتا ہے" اور قلب کے علم کو "علم وراثت" کہتے ہیں جس کی طرف حدیث میں اشارہ ہے کہ :-

العلماء ورثۃ الانبیاء

اور یہ علم وراثت، انبیاء کا ترکہ ہے جو بے تعب و طلب —— حاصل ہوتا ہے اور بقدر استحقاق ہر وارث کو ملتا ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ (الفاطر ۳۲)

(ترجمہ) پھر ہم نے کتاب کو میراث کیا ان بندوں کے لئے جن کو ہم نے (نعمت اسلام سے) برگزیدہ کیا۔ لیکن ان میں بعض تو وہ ہیں جنہوں نے (اس میراث کو حاصل کرنے میں غفلت کرکے اور شریعت کی نافرمانی کرکے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور بعض میانہ رو ہیں (اگر لغزش ہوتی ہے تو فوراً توبہ کرکے وراثت حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں) اور بعض اللہ کے حکم و توفیق سے وراثت کی تحصیل میں لگے ہوئے ہیں اور نیکیوں میں دوڑنے والے ہیں۔ یہی وراثت بڑا فضل ہے (اللہ تعالیٰ کا)۔

اس کے آخر میں، اُن پر جو آخرت میں نعمتیں ہوں گی، ان کا ذکر ہے۔

Marfat.com

مجھے اس مقام پر صرف اتنا بتلانا ہے کہ 'علم لسان' یعنی علم ظاہر کے علاوہ، 'علم قلبی' یعنی علم باطن بھی ہے جس سے حقیقت کلام ظاہر ہوتا ہے اور جو عوام پر ظاہر نہیں ہوتا، اس کے حامل صرف اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اولیاء اللہ کو پہنچا ہے جن کی شان میں حضور کا ارشاد ہے :-

تم پر ابوبکر نے روزہ نماز کی کثرت سے فضیلت نہیں پائی اس سر کی وجہ سے پائی ہے جو ان کے سینے میں مستقر ہے —— او کما قال —— کہ آپ بسبب خلوص اور عرفان کے تمام صحابہ سے سبقت لے گئے ہیں۔

یا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے واسطے سے اولیاء کو پہنچا ہے جن کی شان میں سرکار دو عالم کا ارشاد ہے :-

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں۔

اور اولیاء کرام کی شان میں ارشاد ہے :-

بیشک اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باوجودیکہ انبیاء و شہداء نہیں ہیں لیکن ان کے تقرب پر انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے۔

اس کا اشارہ اولیاء اللہ کی جانب ہے، تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہیں

چاہیئے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز

اولیاء اللہ کی شناخت یہ ہے کہ اس کی ظاہری حالت سنت سے آراستہ ہو اور اعتقاد صحیح کے ساتھ اس کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت ہو، جب ایسا شخص میسر آجائے تو اس سے بیعت ہو کر اس کے فرمان پر عمل کرے تاکہ اس وراثت سے کامل حصہ حاصل کرنے والا ہو۔

(ب)

اسی علم باطن سے اہل اللہ نے مخلوق کی پیدائش کی اور علی الخصوص انسان کی ترقی کی صورت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ابتداء میں صرف مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا، اس عالم کو 'عالم احدیت' یا 'عالم لاھوت' کہتے ہیں —— جب اس تعالیٰ کو منظور ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے مخلوق کو پیدا فرمایا چناں چہ

حدیث قدسی میں ہے (جس کی طرف ابتداء میں اشارہ کیا جا چکا ہے) :-

کنت کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف

پس عدم پر اپنا ایک پرتو ڈالا اور عالم امر کو پیدا فرمایا اور ——— سرورِ کائنات فخرِ موجودات، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو ظاہر فرمایا، اس عالم کو "عالم وحدات" کہتے ہیں۔ اور پھر اس سے جملہ انبیاء کے حقائق کا ظہور کیا جو "عالم واحدیت" ہے، جس میں اسماء و صفات کی آپس میں ——— اس عالم کو "عالم جبروت" کہتے ہیں۔

سرِّ مکنونِ دلِ او ما بدیم — نعرۂ بے باکانہ زد، افشا شدیم

شورِ عشقش در نے خاموشِ من — می تپد صد نغمہ در آغوشِ من

من چہ گویم از تولّایش کہ چیست — خشک چوبے در فراقِ او گریست

ہستیِ مسلم تجلّی گاہِ او — طورہا بالد ز گردِ راہِ او

(اقبال : اسرارِ خودی، ص ۲۲)

Marfat.com

(۴)

میثاق النبیین

(۱)

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون وادخل فی امتہ جمیع المرسلین فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین ۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری ۝ قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین ۝ فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون ۝

(آل عمران - ۸۱، ۸۲)

یعنی اے محبوب وہ وقت بھی یاد کیجیے کہ جب اللہ نے انبیاء کرام سے اس کا عہد لیا تھا کہ جب تمہارے پاس کتاب اور حکمت آئے، پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو اس کی تصدیق کرتا ہو تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا (اور تاکیدًا کہا جاتا ہے کہ) تم اس کی مدد کرنا (پھر دریافت فرمایا کہ) تم نے اس کا اقرار کرلیا، اور اس پر بھاری ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اس کا اقرار کرلیا، پھر فرمایا کہ اچھا اب تم ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی اس اقرار پر گواہ ہوں، اب جو اس اقرار سے پھرے گا تو وہی فاسق ٹھہرے گا۔

محدثین اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کرتے

Marfat.com

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جس قدر انبیاء بھیجے سب سے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لیا کہ تمہاری زندگی میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا، یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ واللہ اعلم

اس آیۃ کریمہ میں اس عہد کو کس قدر مہتم بالشان ٹھیرایا ہے کہ اس سے زائد اہتمام متصور ہی نہیں ہو سکتا — انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، ان سے حکم الٰہی میں خلاف محتمل ہی نہیں ہو سکتا، لیکن صرف اس پر اکتفا نہ کیا گیا کہ وہ تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، بلکہ اس عہد کو "لام قسم" سے موکد کیا جاتا ہے کہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ، پھر اس پر "نون تاکید" لائے اور وہ بھی "ثقیلہ" کہ تاکید میں بھی زیادتی پیدا کرے، پھر کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نے دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں کہ "ءاقررتم" — کہ تم نے اقرار بھی کیا؟ — پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ "اخذتم علیٰ ذالکم اصری" — کہ میرا بھاری ذمہ لو" — پھر "علیٰ ھٰذا" کافی تھا لیکن "علیٰ ذالکم" فرمایا کہ بعد اشارت دلیل عظمت ہے — عرض کیا "ہم نے اقرار کیا" — پھر اس اقرار کو بھی قوت دی جاتی ہے کہ "فاشھدوا" یعنی آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ — اور اس پر بھی بس نہیں فرمایا جاتا ہے "وانا معکم من الشاھدین" یعنی یہ بھی یاد رکھنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں میں سے ہوں — ٹھکانا ہے تاکیدات کا؟ — پھر اس قدر عظیم، جلیل تاکیدوں کے بعد بھی ان معصومین حضرات کو سخت تہدید اور فرمادی گئی کہ "فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون"، "اب جو اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھیرے گا"۔

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی پاک و مبارک مجالس میں حضور کے مناقب کا ذکر کرتے اور امت سے حضور پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیتے رہے یہاں تک کہ پچھلے رسول رسید حضرت عیسیٰ علیہ السلام "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" فرماتے تشریف لائے جس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا، چناں چہ قدیم سے سب امتیں حضور کی تشریف

آوری کی خوشیاں منانے اور حضور کے توسّل سے اپنے اعداء پر فتح کی دعائیں کرتے رہے جس کی تصدیق قرآن کریم فرماتا ہے وکانوا من قبل یستفتحون الآیہ یعنی "پہلے تو اہل کتاب کافروں پر اس کے وسیلے سے فتح مانگتے رہے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لے آیا تو منکر ہو گئے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر" اسی بیان الٰہی کا بیان ہے

صحیح مسلم میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ -

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ آج اگر دنیا میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو کچھ گنجائش نہ ہوتی"

اور یہی وجہ ہے کہ آخر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو باوجود اس کے کہ بدستور منصب رسالت پر ہوں گے لیکن حضور کے امتی بن کر رہیں گے اور حضور ہی کی شریعت پر عمل فرمائیں گے اور حضور کے نائب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۔

امام علام ابن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس آیت کی میں تفسیر کر رہا ہوں اس کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنۃ فی لتؤمنن بہ و لتنصرنہ" لکھا، اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے آقا سب انبیاء کے نبی ہیں اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی ہیں، حضور کی نبوت و رسالت زمانہ آدم علیہ السلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، حضور کے نبی الانبیاء ہونے کا ہی باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدا کی، اور اس کا پورا ظہور قیامت کے روز ہوگا جب آپ کے جھنڈے کے نیچے یہ تمام انبیاء و رسل ہوں گے - اس رسالے کو بہت ائمہ نے پسند فرما کر اپنی تصانیف میں نقل کیا ۔

الحاصل مسلمان بنگاہ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے، صاف و صریح اشارہ فرما رہی ہے کہ یہ ذاتِ گرامی صفات، اصل الاصول اور رسولوں کے رسول ہیں، جو نسبت امتیوں کو انبیاء علیہم السلام سے ہے وہ نسبت رسولوں کو اس ذاتِ عالی صفات سے ہے۔ اور اس آیت کریمہ کی تاکیدات پر نظر کیجئے تو اس اونچے درجہ کی تاکیدیں ہیں کہ اس سے اونچی تاکید متصور ہی نہیں ہو سکتی، جس طرح توحید کے بارے میں تاکید کی گئی ہے کہ ملائکہ مقربین کو تہدید کی گئی کہ :-

ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جھنم

Marfat.com

كذٰلك نجزى الظالمين ۝ (الانبياء : ۲۹)

یعنی جو ان میں سے کہے گا کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

وہی تہدید یہاں رسولوں کو ہے گویا ارشاد ہے کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جزو اولی "لا الٰہ الا اللہ" کا اہتمام ہے یونہی جزو دوم "محمد رسول اللہ" سے اعتنائے تام ہے ۔ تمام جہاں کا خدا ہوں کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے، میرا رسول بھی سارے عالم کا رسول ہے کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے دائرہ محیط میں داخل ہیں والحمد للہ رب العلمین

اور یہی شانِ آپ کی بعثت میں نظر آتی ہے کہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (الانبیاء : ۱۰۷)

(اے محبوب !) ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر سارے جہاں کے لئے رحمت۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں، جس میں انبیاء، ملائکہ، جنات وانسان، شجر و حجر، صحرا و دریا بیسیوں قسم کے عوالم ہیں۔ اور اس آیۃ کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ سب پر رحمت ہیں، چناں چہ اولیاء کاملین فرماتے ہیں کہ جو کسی کو نعمت ملتی ہے وہ حضور کے توسط سے ملتی ہے، چناں چہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی اس بیت میں اشارہ فرمایا ہے، فرماتے ہیں :۔

فاشهد ان الله ارحم خلقه
وانك مفتاح الكنوز المواهب

یعنی کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرمانے والا ہے اور اس کی (شہادت دیتا ہوں) کہ حضور نعمتوں اور بخششوں کے خزانے ہیں۔

تو گویا کہ حضور کی تشریف آوری کا ذکر شریف تمام ہی انعام الٰہیہ کا ذکر ہے، بر خلاف اس کے کہ اگر آپ نعمتوں کے افراد پر نظر کریں تو کہاں تک اس کی نعمتوں کا ذکر کر سکتے ہیں ؟ جن کا شمار، شمار کرنے والے کی طاقت سے باہر ہے، جس کہ جناب باری خود ارشاد فرما رہا ہے :۔

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (النحل: ۱۸)

یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

تو جن کا شمار میں آنا ہی ممکن نہیں ان کا ذکر کیسے کیا جا سکتا ہے؟۔ ہاں اگر آپ نے حضور کا ذکر کر لیا تو گویا آپ نے تمام ہی انعام الٰہیہ کا ذکر کر لیا۔

الغرض خواہ حضور کو مجموعۂ انعام الٰہیہ تصور کیا جائے یا صرف ایک ایسی نعمت عظیمہ جس سے اونچے درجے کی کوئی نعمت نہیں بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضور کا ذکر شریف سب سے اونچے درجے کی نعمت ہے۔

یہ جو کچھ عرض کیا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی ابیات سے متعلق تھا اس سے بھی زیادہ مصنف "دلائل الخیرات شریف" نے اپنی ابیات میں جہاں اسم "رحمۃ اللہ" سے حضور کو خطاب کیا ہے وہاں آپ کے اسم "نعمۃ اللہ" سے بھی یاد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:-

یَا رَحمۃَ اللّٰہِ اِنِّی خَائِفٌ وَجِلٌ
یَا نِعمۃَ اللّٰہِ اِنِّی مُفلِسٌ عَانِی

یعنی اے اللہ کی رحمت! بیشک میں ڈر رہا ہوں لرز رہا ہوں
اے خدا کی نعمت! بے شبہ میں محتاج و عاجز ہوں!

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

وَلَیسَ لِی عَمَلٌ اَلقَی العَلِیمَ بِہٖ
سِوٰی مَحَبَّتِکَ العُظمٰی وَ اِیمَانِی

یعنی اور میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بھروسہ پر خدائے علیم کی جناب میں حاضر ہوں سوائے آپ کی محبت عظیمہ اور اپنے ایمان کے۔

فَکُن اَمَانِی مِن شَرِّ الحَیَاۃِ وَمِن
شَرِّ المَمَاتِ وَمِن اِحرَاقِ جُسمَانِی

یعنی تو حضور میرے لئے امان اور پناہ ہو جائیں زندگی اور موت کی برائی سے اور میرے بدن کے جلنے سے۔

Marfat.com

وکن غنی الذی ما بعدہ فلس
وکن فکاکی من اغلال عصیانی

یعنی اور حضور میرے حق میں ایسی غنا اور لاپرواہی ہو جائیں
جس کے بعد پھر محتاجی نہ ہو، اور حضور میرے گناہوں کے طوقوں
سے چھٹکارے کا باعث ہو جائیں۔

دیکھا آپ نے یہ ہے امت کے بزرگوں اور ولیوں کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں جذبات!

(ب)

اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں ـــــــ جو آیت میں نے تلاوت کی جو میرے بیان کی زیب عنوان ہے ـــــ میں نے اس کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کا ذکر کیا تھا تو اسی کو ذرا تفصیل کے ساتھ عرض کرتا ہوں، حضرت علی فرماتے ہیں:-

لم یبعث اللہ نبیا من آدم فمن دونہ الا اخذ علیہ
العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی
لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العھد بذالک علی قومہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے
سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی
کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے
اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

چناں چہ اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب جلیلہ و مناصب رفیعہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ اور اپنی پاک و مبارک مجالس و محافل میں حضور کی یاد و مدح کرتے اور اپنی امتوں سے حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے، یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ دینے والا، کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہتا ہوا تشریف لایا۔ یہ آیۃ کریمہ کا ایک جزء ہے، پوری آیۃ کریمہ

یوں ہے :-

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الصف : ۶)

یعنی محبوب ! ان اہل کتاب کو حضرت عیسیٰ ابن مریم کا قول تو یاد دلائیے، جب انہوں نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل ! میں خدا کی طرف سے بھیجا ہوا رسول آیا ہوں، یہ کتاب تورات جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرتا ہوا اور اس رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے اور جس کا نام نامی احمد ہے، پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس معجزاتِ باہر اور کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ تشریف فرما ہوا تو ہوا یہ کہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے"۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی یہ بشارت کوئی نئی نہ تھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم التحیۃ والثناء سے پیشین گوئی فرماتا رہا اور اس عہد کو یاد دلاتا رہا —— چناں چہ قدیم سے سب امتیں حضور کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی رہیں اور حضور کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح طلب کرتی رہیں (جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے)۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب یہود مشرکوں سے لڑتے تو دعا کرتے :-

اللّٰھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ ۔

الٰہی ! ان پر ہمیں مدد عطا فرما صدقہ اس نبی کا جو آخر زمانے میں مبعوث ہونے والا ہے، وہ جس کی تعریف ہم تورات میں پاتے ہیں -

چناں چہ اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی تھی، یہ اسی پیمانِ الٰہی کی وجہ سے ہے جس کا ذکر آیۃ کریمہ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین میں آیا ہے، اور کیوں نہ ہو

Marfat.com

حدیث میں آیا ہے :-

وَالذی نفسی بیدہٖ لو ان موسیٰ کان حیًا الیوم ما وسعہ الا ان یتبعنی۔

یعنی قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر آج موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ جب آخر زمانے میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو باوجودیکہ بدستور نبوت و رسالت کے منصب رفیع پر ہوں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل فرمائیں گے، حضور کے ایک امتی یعنی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

کیف انت اذا ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔

تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

حاکم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے :-

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عیسیٰ ان اٰمن بمحمد و اْمر من ادرکہ من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا، اور تیری امت میں سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انہیں حکم فرما کہ اس پر ایمان لائیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو۔

ابونعیم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید المرسلین علیہ التحیۃ الیٰ یوم الدین فرماتے ہیں :-

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ بنی اسرائیل انہ من لم یلقنی باحمد ادخلتہ النار الیٰ اٰخرہ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو خبر دے دو کہ جو احمد کو نہ مانے گا اسے دوزخ میں داخل کروں گا" —— عرض کیا

Marfat.com

احمد کون ہے"؟ ــــ فرمایا کہ "میں نے کسی مخلوق کو اس سے زیادہ عزت والا اپنی بارگاہ میں نہ بنایا ۔میں نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا اور جب تک وہ اور اس کی امت داخل نہ ہولے ،جنت کو اپنی تمام مخلوق پر حرام کیا" ــــ عرض کیا "اس کی امت کون ہے ؟" فرمایا "وہ بڑی حمد کرنے والی ہے اور دوسری صفات جلیلہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائیں ــــ عرض کیا کہ "الٰہی مجھے اس امت کا نبی فرما دے" ! ــــ فرمایا "ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا" ــــ عرض کیا، "مجھے اس کی امت میں داخل فرما" ! فرمایا "تو زمانے میں مقدم ہے اور وہ بعد میں آنے والا ہے ،مگر گھبراؤ نہیں ہمیشگی کے گھر میں تجھے اور اسے جمع کروں گا" ۔

علامہ فاسی ، مطالع المرآت (شرح دلائل الخیرات) میں تورات کی چند آیات نقل فرماتے ہیں جن میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

یاموسیٰ احمدنی اذ امننت علیک مع کلامی ایاک بالایمان باحمد ولو لم تقبل الایمان باحمد ماجاورتنی فی داری (الیٰ اٰخرہ)

اے موسیٰ ! میری حمد بجا لا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا کہ اپنی ہمکلامی کے ساتھ تجھے احمد پر ایمان عطا فرمایا اور اگر تو احمد پر ایمان نہ لاتا تو میرے گھر میں مجھ سے قربت بھی نہ پاتا ،نہ میری جنت میں چین کرتا ۔

اے موسیٰ ! تمام مرسلین میں سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے اور اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کا مشتاق نہ ہو ، اس کی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کے حفظ کرنے سے روک دوں گا اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا ۔اور اس کا نام دفتر انبیاء سے مٹا دوں گا ۔

اے موسیٰ ! جو لوگ احمد پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی وہی ہیں مراد کو پہنچے ہوئے ، اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار کیا اور اس کی تکذیب کی وہی زیاں کار ، وہی پشیمان ، وہی ہیں

Marfat.com

غافل، بے خبر۔ (تورات کی آیات کا ترجمہ ختم ہوا)

جن لوگوں کے دلوں میں حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت جلوہ گر نہیں ان کے قلوب پر تو ان آیات بینات کا مضمون نہایت درجہ شاق گزرے گا لیکن میں یہ اپنی طرف سے عرض نہیں کر رہا، خود اس قادر مطلق کا کلام پیش کر رہا ہوں جس نے اس ذاتِ گرامی صفاتِ کو یہ عزت اور جاہ و جلالت عطا فرمائی، اور اپنے کرم خاص سے نوازا، یہ کتاب اللہ تورات شریف کی آیات ہیں اور جن کو نقل کرنے والے علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے بزرگ ہیں جو ہم سے زیادہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا کیسا گناہ عظیم ہے! بلکہ قرآن کریم کی اس آیت شریف میں یہ مضمون موجود ہے۔

جو آیات کریمہ اوپر تلاوت کی گئیں ان میں حق جل مجدہٗ نے انبیاء کرام سے فرمایا کہ "لتؤمنن بہ" تم تو ضرور ضرور ان پر ایمان لانا" ——— جب تک دل میں محبت نہ ہو ایمان کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور محبت کا اظہار محبوب کی توقیر و تعظیم سے ہوتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کے لئے اس طرح ہدایت کی ہے

انا ارسلناک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ (الفتح: ۸،۹)

تفسیر درمنثور میں ہے:-

شاھدًا علیٰ امتہ وشاھدًا علی الانبیاء انھم قد بلغوا.

(ترجمۂ آیت) ہم نے آپ کو بھیجا شاہد اور بشارت دینے والا (اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو) اور ڈرانے والا (اس کی نافرمانی کرنے والوں کو)، (لوگوں ان کو سردار بناؤ) ان کی تعظیم اور ان کی تفخیم اور تشریف و تعظیم کرو۔

سیاق آیۃ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مبعوث کرنے سے جہاں یہ مقصود ہے کہ لوگ ہدایت پر آئیں وہاں آپ کی تعظیم و توقیر بھی ایک مقصود اصلی ہے چناں چہ ایمان کے ساتھ حضور کی تعظیم و توقیر کرنا لازم کے تحت بیان فرمایا یعنی تمہارے بھیجنے کی ایک غرض یہ ہے کہ لوگ ایمان لائیں تو اس کے ساتھ ہی دوسری غرض یہ بھی ہے کہ آپ کی تعظیم و توقیر کریں۔ دوسری آیت میں بطور حصر کے فرمایا کہ فلاح صرف انہیں لوگوں

Marfat.com

کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ اس محبوب کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور جو نور ان کے ساتھ بھیجا ہے اس کا اتباع کرتے ہیں، چناں چہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ۝ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ:- سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے، وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو۔

کیوں کہ اہل بلاغت جانتے ہیں کہ اولئک ھم المفلحون کی ترکیب حصر کے لئے ہے یعنی رستگاری اور نجات خاص انہیں کے لئے ہے جو ایمان کے ساتھ حضور کی تعظیم و توقیر اور پیروی بھی کرتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کے دلوں میں اتنی عظمت و ہیبت مستولی تھی کہ کوئی آنکھ بھر کر حضور کے چہرۂ انور پر نظر نہ ڈال سکتا تھا اور کسی میں جرأت نہ تھی کہ بلا تکلف کوئی بات یا مسئلہ پوچھ سکتا، حالاں کہ حضور کا خلق عظیم اس پایہ کا تھا کہ جس سے جانی دشمن بھی حلقہ بگوش ہو گئے اور وحشی صفت بیگانے مانوس ہو گئے، جہاں دیدہ لوگ جب صحابۂ کرام کی تعظیم و توقیر کرنے کو اور آپکی اطاعت گذاری کو دیکھتے تو بلا تأمل آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم تو نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی۔ چناں چہ حالت کفر میں ایک صحابی کہتے ہیں کہ :-

"اے قوم! خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی بیش گاہ میں گیا ہوں، مگر جس قدر کہ اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ان کی تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ایسی ہوتے نہ دیکھی، خدا کی قسم جب وہ چھینکتے ہیں تو سنک لوگوں کی ہتیلیوں میں گرتا ہے جس کو وہ لوگ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو غسالۂ مبارک لینے کے لئے اس قدر صحابہ کا ہجوم ہوتا ہے اور ایک کے اوپر ایک گرتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب جدال اور قتال کی نوبت پہنچ جائیگی اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو اس کے بجالانے کے لئے ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب کی آواز پست ہو جاتی ہے اور بوجہ تعظیم کے ان کو نظر جما کے کوئی دیکھ نہیں سکتا"۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرات تو انسان تھے، حیوانات میں حضور کی وہ محبت و شوق اور وہ عزت و عظمت بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ حضور کی برکت سے ان کی سرکشی جاتی رہتی تھی چناں چہ مواہب لدنیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی انصاری کے ہاں اونٹ تھا جس سے زراعت کو پانی دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہو گیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص بھی اس کے پاس نہ جا سکتا تھا، ان انصاری نے حضور کی خدمت میں اس کی حالت بیان کی اور عرض کیا کہ "زراعت اور نخلستان سوکھے جا رہے ہیں" ——— حضور اس باغ میں مع صحابہ کرام کے تشریف لے گئے جہاں وہ اونٹ تھا، حضور اس کی طرف بڑھے، انصاری نے عرض کیا، "حضور یہ اونٹ دیوانہ ہو گیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے" ——— فرمایا، "مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں ہے" ——— جب اونٹ نے حضور کو دیکھا، خود آگے بڑھ کر سجدے میں گرا، حضور نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ لئے تو وہ ایسا مسخر و مطیع ہو گیا کہ شاید ہی کبھی ہوا ہو۔

یہ ایک ہی واقعہ ایک جانور کے مطیع ہونے اور سجدہ کرنے کا نہیں، متعدد واقعات ہیں اور بڑے عجیب عجیب ——— اسی کو دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا تھا کہ "حضور کو جانور سجدہ کرتے ہیں ہم تو سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں" ——— جس کے جواب میں ارشاد فرمایا، "کسی انسان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ انسان کو سجدہ کرے"۔

صحابہ کرام حضور کا نہایت اونچا مرتبہ سمجھے ہوئے تھے اسی لئے تو سجدہ کی درخواست کی، حضور نے اس اندیشہ سے کہ کہیں مجھ کو خدا نہ کہنے لگیں، تواضع و انکسار کی وجہ سے اپنے کو انسانوں میں شامل کر کے تنبیہ فرما دی کہ "میں بھی منجملہ بندوں کے ایک بندہ ہوں"، لیکن ہمارے لئے جائز نہیں کہ ان کو اپنا سا انسان سمجھیں، گو حضور نے ہم کو بھائی کہا ہے مگر ہمارا یہ زہرہ نہیں کہ ہم ان کو بھائی کہنے لگیں ——— حضور نے ہم کو بھائی کہہ کر ہمارا درجہ اس قدر اونچا کیا ہے کہ جو اپنی رفعت میں نہایت درجہ بلند ہے، اس قسم کی قدر افزائیوں کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بارگاہ نبوی سے خاص قسم کی نسبت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سرکار عالم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لئے اجازت چاہی، حضور نے اجازت دے کر فرمایا :-

"اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا"

وہ کہتے ہیں کہ "اس ارشاد نے مجھ میں اس قدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہو جائے تو ان الفاظ کے مقابلے میں میرے نزدیک وہ کوئی چیز نہیں"۔

بظاہر حضور کا ارشاد کوئی ایسی بڑی بات نہ تھا، صرف دعا کے لئے فرمایا تھا لیکن اس کی وقعت کا اندازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے دریافت کرو کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اس کلمہ کی شانِ دل ربائی ایک طرف ـــــ یہاں سے صحابۂ کرام کے قلب پر جو حضور کی عظمت تھی اس کا پتا چلتا کہ کس قدر تھی ! ـــــ اس کے مقابل اس زمانے کے مسلمانوں کا حال ملاحظہ کریں کہ اس مقام تک پہنچ گئے جو کفار کہتے تھے :-

مَا انتم اِلّا بشرٌ مِثلنا ۵ (یٰسٓ : ۱۵)

یعنی تم تو ہمارے ہی مانند بشر ہو۔

معاذ اللہ ـــــ اور مولیٰ تعالیٰ جل مجدہٗ کا یہ حال ہے کہ بمقتضائے بشریت یا سادگی صحابہ کرام سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جس میں شائبہ بے ادبی کا ہوتا تو ساتھ ہی قرآنِ کریم میں اس پر تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہو جاتی، چناں چہ کسی صحابی سے حضور کے روبرو کسی بات میں آواز زور سے نکل گئی، غیرت الٰہی نے جوش کیا اور عتاب نازل ہوگیا :-

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی وَلا تجھروا لہٗ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وَانتم لا تشعرون ۵ (الحجرات : ۲)

یعنی ایمان والو ! نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے پر آواز بلند کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ "اب میں حضور سے اس طرح بات کروں گا جس طرح کوئی راز کی بات کہتا ہے" ـــــ حضرت

Marfat.com

عمرؓ رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ بات کرنے لگے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی ——
—— ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو نہایت درجہ صدمہ ہوا یہاں تک کہ راہ میں بیٹھ گئے اور روتے تھے اور کہتے تھے کہ "ہائے سب اعمال اکارت ہو گئے" —— عاصم بن عدی کا اس طرف سے گزر ہوا، پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہا کہ "مجھے خوف لگ رہا ہے کہ یہ آیت میری شان میں وارد ہوئی ہے اس لئے کہ میری آواز بلند ہے" —— عاصم نے یہ واقعہ سرکار اقدس کی خدمت میں عرض کیا، حضور نے فرمایا، "ان کو بلاؤ" ——
جب وہ آئے تو نہایت شفقت سے ان سے پوچھا کہ "تمہارے رونے کا کیا سبب ہے"؟ —— عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میری ہی آواز بلند ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے" —— فرمایا کہ "کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور تم شہید کئے جاؤ"؟ —— عرض کیا، "میں راضی ہوں، میں اب کبھی حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کروں گا"۔

یہاں سے غور کیجئے مولیٰ تعالیٰ کو اتنی سی بے ادبی بھی گوارہ نہیں اور اس کی سزا یہ مقرر فرمائی کہ ساری عمر کے اعمال صالحہ میٹ دیئے جائیں گے اور پھر ایسے حضرات کے کہ جن کے ایک عمل کے برابر ہماری تمام عمر کے اعمال نہیں پہنچتے — ان لوگوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے جو بکتے ہیں کہ "حضور ہمارے بھائی ہیں" —— کیا دیکھا نہیں کہ جو عورتیں آپ کے حبالۂ نکاح میں آگئی ہیں ان کو قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: ۳۲)

یعنی اے نبی کی بیویوں! تم دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہو۔

یہ ایک صہری اور سسرالی قرابت تھی جس پر یہ ارشاد ہو رہا ہے اگر کسی قربت کا اطلاق حضور پر دانستہ ہوتا تو البتہ والد بزرگوار کہنے کے لئے تو ایک وجہ تھی کیونکہ ازواج مطہرات کو حق تعالیٰ نے امہات المومنین فرمایا ہے، چناں چہ فرمایا :-

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: ۶)

ترجمہ:- اور آپ کی ازواج (مطہرات) ان کی مائیں ہیں

باوجود اس کے حق تعالیٰ نے اس قرابت سے بھی نفی فرما دی جیسا کہ فرمایا :-

Marfat.com

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ (الاحزاب : ۴۰)

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

یہاں "لاکن" حرف استدراک ہے جو کسی وہم کے دور کرنے کے لئے آتا ہے اور مردوں کے باپ ہونے میں تو کوئی وہم نہ تھا جس کو دور کیا جاتا اور رسول اللہ سے اس وہم کو دور کیا جا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ وہم رسالت سے متعلق تھا تاکہ ابوت و رسالت میں مناسبت ہو تو بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک باپ کی وقعت اور رتبہ سب سے بلند ہوتا ہے اس وجہ سے وازواجہ امھاتھم پر نظر رکھتے ہوئے صحابہ کرام حضور کو بجائے والد کے سمجھتے ہوں گے۔ جب حق تعالیٰ نے باپ ہونے کی نفی کردی تو اب یہ شبہ پیدا ہوا کہ "باپ سے زیادہ اور کیا مرتبہ ہوگا" ۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ اور خاتم النبیین کا مرتبہ نہایت بلند تر ہے جو تمہاری عقل میں نہیں آسکتا، اس مرتبہ کی بلندی کو تو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو کہ وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے تم صرف اتنا ہی جان لو کہ باپ کے مرتبے کو خاتم النبیین کے مرتبے سے کوئی نسبت ہی نہیں ۔ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں :-

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ

آپ سب نبیوں میں خَلق اور خُلق میں فائق اور نہایت بڑھ کر تھے، آپ کا علم و کرم میں کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ
وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمِ

علمی نقطۂ نگاہ سے آپ بشر تھے، حالاں کہ آپ سب خلق خدا سے بہتر تھے۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

Marfat.com

(جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم) اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں کوئی ان کا بالذات شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں۔ (اور دوں میں جو خوبیاں ہیں آپ ہی کی خوبیوں کا پرتو ہیں)۔

چناں چہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "اوّل کیا شئے پیدا ہوئی تھی؟" — تو حضورؐ نے فرمایا :-

اوّل حق تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا پھر اس سے نور پھیلایا اور اس سے لوح و قلم، عرش و کرسی، ملک و ملکوت، عالم و آدم پیدا کئے"۔

علامہ بوصیریؒ کے مذکورہ شعر میں لفظ "جوہر" میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ حقیقت حسن عدم انقسام میں مثل جوہر فرد کے ہے کہ تقسیم نہ ہو سکے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کے حسن کی تقسیم نہیں کی گئی، دوسروں پر صرف اس کا پرتو پڑا ہے —— ایک شاعر کہتا ہے :-

آنچہ اسباب جمال است سخ خوب ترا
ہمہ بر وجہ کمال است کما لا یخفی

علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں :-

دع ما ادعتہ النصٰرٰی فی نبیّہم
واحکم بما شئت مدحًا فیہ واحتکم

(جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام محاسن کے آپ ہی منبع ہیں) تو اس دعوی کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کیا ہے (کہ من جملہ تین خدا کے ایک خدا ہیں اس کو) تو چھوڑ دے، صرف ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا، آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا دل چاہے حکم جازم لگا اور قطعی دعویٰ کر اور اس پر مستحکم رہ۔

پھر فرماتے ہیں :-

وانسب فی ذاتہ ما شئت من شرف
وانسب علیٰ قدرہ ما شئت من عظم

(جب تو نے جان لیا کہ باعث خلق عالم آپ ہی کی ذات ہے اور جو کمالات

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئے ہیں آپ ہی کی ذات کے آفتاب فیوض کا پرتو ہیں اور آپ ہی کے دریائے وجود کا ایک قطرہ ہیں اور تجھ کو اجمالاً حضور کے جمالِ ظاہری اور کمالِ باطنی پر آگاہی ہوگئی تو اب) آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں (سوائے الوہیت کے ہوں)، تو جو تو چاہے منسوب کر وہ سب قابلِ تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدرِ عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے منسوب کر وہ صحیح و درست ہوں گی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

فان فضل رسول اللہ لیس لہٗ

حد فیعرب عنہ ناطق بفم

(اور میرا یہ دعویٰ کہ حضور کی ذات شریفہ اور قدرِ منیف کی طرف جو خوبیاں اور بڑائیاں تو چاہے منسوب کر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) حضور کے فضل کی کچھ حد نہیں کہ کوئی کہنے والا ان کو بذریعہ زبان کے ظاہر اور بیان کر سکے۔

یہ قصیدہ تو بہت لمبا ہے میں نے تو صرف چند ہی اشعار کو لیا ہے جسے شوق ہو اس کو دیکھنے کا تو وہ ضرور اس کو دیکھے اور اپنے پاس رکھے بڑی برکت کی شے ہے۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(تالیف ۱۹۶۲ء)

وہ دانائے سُبل ختم الرُّسل، مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(اقبال: بالِ جبریل، ص-۱۲)

④

ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(ا)

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ۔ (الفتح : ۹،۸)

(ترجمہ) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا کر کے بھیجا تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔

اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ حضور اصل الاصول ہیں تو سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کوئی ایسا مستحق نہیں جو حضور سے زائد تعظیم کا استحقاق رکھتا ہو، خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کی بعثت کی غرض ہی یہ ہو کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے کہ لام کے تحت میں جہاں یہ بتلایا ہے کہ اس ذات کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لایا جائے وہاں یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ بھی غرض ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے ۔ سلمان صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا :-

وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیَّ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِاُعَرِّفَھُمْ کَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ عِنْدِیْ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ۔

یعنی میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے بہتر ہو اور یقین جانیئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ان کو آپ کی بزرگی اور مرتبہ معلوم کراؤں جو آپ کا میرے نزدیک ہے

اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ (مواہب لدنیہ)

اور اسی ضمن میں صاحب روح البیان نے آپ کے علم پر کچھ روشنی ڈالی تھی کہ چوں کہ آپ سب سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے بعد تمام مخلوق پیدا کی گئی تو مخلوق میں سے ایسی کوئی شے باقی نہ رہی جو آپ کے علم میں آئی ہو، یہ معنی ہمارے سمجھ میں آنا بہت دشوار ہیں اس کو تو وہی اہل باطن خوب سمجھ سکتے ہیں جن کی چشم بصیرت روشن ہے، چناں چہ ابریز شریف میں صاحب کتاب اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

روحی امتیاز میں سب سے زیادہ قوی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں، یہ روح پاک عرش اور عالم کی بلندی و پستی پر اور دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے، لان ذالک خلق لاجلہ اس لئے کہ یہ سب اسی ذات مجمع الکمالات کے لئے ہی تو پیدا کی گئی ہے، آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے، آپ کو اجرام سموٰت کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے، کیوں پیدا کئے گئے اور آخر کیا ہو جائیں گے، آپ کو ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے ہیں اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردے کے فرشتوں کی بھی تمیز ہے، عالم علوی: اجرام نیرہ، ستارے سورج، چاند، لوح و قلم، برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے، اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے، اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب ہی تو معلوم ہیں، اسی طرح تمام جہانوں کا علم ہے۔"

پھر بعض شبہات کا ازالہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

ولیس فی ھذا امن احمۃ للاحاطۃ التفصیلی الذی لا نہایۃ لمعلوماتہ وذالک لان ما فی العلم القدیم لا ینحصر فی ھذہ العوالم فان اللہ اسرار الربوبیۃ واوصاف الالوھیۃ التی

لانہایۃ لہا لیست من ہذا العالم فی شئ ۔

یعنی (یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حضور کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر کر دیا
ـــــــــ اس لئے کہ) اس علم کو ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے
جس کے معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کہ علم قدیم کے معلومات
صرف اسی عالم میں منحصر نہیں اس لئے کہ اسرار ربوبیت اور اوصافِ
الوہیت جن کی کوئی انتہا ہی نہیں وہ اس عالم سے ہیں ہی نہیں ۔

یہ ہیں قطب الواصلین غوث العارفین حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کے کلماتِ طیبات جن کی ولایت کا امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء میں سے ہر عالم کو اعتراف ہے اور اولیاءِ کرام کی گردنیں ان کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ یہ بزرگ اسی حدیث کا توبیان فرما رہے ہیں جس میں ارشاد فرمایا کہ

علمتُ ما کان وما سیکون

یعنی جو ہو چکا، جو ہونے والا ہے، سب ہی کا مجھے علم دیا گیا ہے ۔

(ب)

میرا مقصود حضور کے علم کے متعلق کچھ زیادہ بیان کرنا نہیں، صاحب فتح البیان نے آیۃ کریمہ انا ارسلناک الخ کی تفسیر کے ضمن میں کچھ اس پر روشنی ڈالی تھی، اسی سلسلے میں دو ایک شواہد میں نے بھی (بیان کر دیئے)۔ اصل مقصود تو میرا یہ ہے کہ میں یہ بتلاؤں کہ جب سرکار عالم کی تشریف آوری اس لئے ہوئی تھی کہ موجوداتِ عالم ان کی عزت و توقیر کرے تو پھر ان کی عزت و توقیر کیا کی گئی؟ لیکن یاد رکھیئے کہ جب تک کسی کی عظمت کا علم نہ ہو اس کی تعظیم و توقیر نہیں کی جا سکتی تو انسان اور جنات کو تو قوت مدرکہ دے کر اس کا امتحان مقصود ہے کہ اس قوت سے ان کی عظمت کا علم حاصل کر کے ان کی عظمت و توقیر کی جائے تو ان میں سے جن کو اس کا علم حاصل ہو گیا انہوں نے تو قدر و منزلت آپ کی کی اور باوجود اس کے اگر ان سے کچھ حضور کی عظمت میں لغزش واقع ہوئی تو ان کے مولیٰ کی طرف سے اس پر تنبیہ فرمادی جاتی کہ دیکھو جس غرض سے ہم نے تم کو اپنا حبیب عطا کیا ہے اس کی پوری رعایت رکھو اور اس پر زجر و توبیخ بھی نازل کی جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے

Marfat.com

چناں چہ کسی صحابی نے حضرت کے روبرو کچھ بلند آواز سے بات کہی تو غیرت الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا ۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ○ (الحجرات : ۲)

یعنی اے ایمان والو ! نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور بات کرو تو اس طرح آواز سے بات نہ کرو جس طرح آپس میں بات کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال ملیامیٹ نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۔

جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر نے تو قسم کھالی کہ اب میں حضرت سے ایسی آہستہ بات کروں گا جیسے کوئی چپکے سے راز کی بات کرتا ہے ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر آہستہ بات کرنے لگے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی کہ تم کیا کہہ رہے ہو ۔ ثابت بن قیس کی یہ حالت ہوئی کہ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے میرے سب اعمال اکارت گئے ۔ اس حالت میں کہیں عاصم بن عدی کا اُدھر سے گذر ہوا ، پوچھا ، "کیوں روتے ہو ؟" کہا "مجھے یہ خوف گذر رہا ہے کہ یہ آیت میرے ہی باب نازل ہوئی ہے کیوں کہ میری ہی آواز بلند ہے ، عاصم نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا ۔ ارشاد فرمایا "اُن کو میرے پاس لاؤ" جب وہ حاضر ہوئے تو شفقت کے انداز میں فرمایا ، "کیوں ثابت تمہیں کس چیز نے رُلایا ؟ ۔ عرض کیا "حضور میری آواز بلند ہے میں ڈر رہا ہوں کہ یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہے" ۔ ارشاد فرمایا "نہیں ، کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور جب قتل کئے جاؤ تو اچھی حالت کے ساتھ جنت میں داخل ہو" ۔ عرض کیا "حضور میں اس سے راضی ہوں ۔ اب کبھی میں حضور کی آواز پر ، آواز بلند نہ کروں گا" ۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اتنی بات پر کہ حضور کے سامنے آواز بلند ہو جائے اس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی کہ صحابہ کی تمام عمر کی جانفشانیاں حبط اور اکارت ہو جائیں اور وہ بھی ایسے ۔ اعمال ملیامیٹ دئے جائیں جن میں کے ایک عمل کے برابر ہماری

ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے، تو قیاس کیجئے کہ اس سے اونچی بے ادبیوں کی کیا سزا ہو گی، ظاہر ہے کہ حضور کی خود تو یہ درخواست تھی نہیں، پھر کیا بات تھی کہ اتنی سی بات پر ایسی سخت وعید ؟۔ معلوم ہوا کہ غیرت الٰہی اس کی مقتضی تھی کہ میرے حبیب کی کسرِ شان کسی قسم سے ہونے نہ پائے اور صحابہ بھی ہمیشہ خائف، ترساں اور لرزاں رہے کہ کہیں ایسی حرکت صادر نہ ہو جائے جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے، پھر جب حضور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو کیا ان کی محبوبیت میں کچھ فرق آ گیا؟ اور غیرت کبریائی میں معاذ اللہ کچھ تغیر واقع ہو گیا ؟۔ وہ کون مسلمان ہے جو صفات الٰہیہ میں کسی قسم کے تغیر کی گنجائش روا رکھتا ہو ؟۔ ہماری نظر سے وہ روپوش ہیں، ان کی نظر سے تو ہم روپوش نہیں ؟ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیت مذکورہ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون کو پیش نظر رکھ کر حضور کے ساتھ ظاہر و باطن میں ویسا ہی مؤدب رہے جیسے صحابہ کا حال رہا، یہ نہ خیال کرے کہ حضرت کے روبرو ادب کی ضرورت تھی، اب نہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ادب اب بھی فرض ہے اور آپ کی بے ادبی کفر۔ کہ غیرت الٰہی اس بات کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ ان کو ان کا نام لے کر بھی پکارا جائے چنانچہ

لا تجعلوا دعاء الرسول (بینکم) کدعاء بعضکم بعضا

یعنی مسلمانوں رسول کا پکارنا اپنے درمیان ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے آپس میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ و قولوا لہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ۔

فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ حضور کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اس کا نام لے کر پکارتا ہے ولیکن ان کی توقیر و تعظیم کرو اور یوں پکارو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ!

طرفہ یہ کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا تو یا ایھا النبی! یا ایھا الرسول: یٰس! یا ایھا المزمل

Marfat.com

یٰایھا المدثر! کے ساتھ کہ جو یا توصفاتِ کمالیہ کو متضمن ہیں یا انداز محبوبانہ - برخلاف دوسرے انبیاء کے کہ باوجود ان کی جلالتِ شان کے نام ہی کے ساتھ خطاب ہوا کیا، جیسا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے پر ظاہر ہے۔

یا آدم است باپدرِ انبیا خطاب
یا ایھا النبی خطاب محمد است

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے، اس کو میں کچھ وضاحت کے ساتھ بیان کرتا لیکن چوں کہ یہ ایک علمی بحث ہے عوام کو فائدہ نہ دے گی اس لئے اس کے لئے معذور ہوں لیکن اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ بجائے عَلَم یعنی بجائے نام کے، خاص اوصاف ہی کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ندا مقصود ہے وہاں نعت بھی ایک مقصود اصلی ہے ؎

باوصافش رسید کے تواند انبیا اورا
کہ تا نعتش نبی گوید نبی خواند خدا اورا

یہاں مجھے صرف یہی بتلانا تھا کہ انسان کو چوں کہ قوت مدرکہ عطا فرمادی گئی ہے اس لئے ان کا امتحان لیا گیا ہے کہ دیکھیں انسان اس قوت سے کام لے کر کیوں کر میرے محبوب کی عظمت کو قلب میں جگہ دیتے ہیں۔

(ج)

اب ہے مخلوق میں سے وہ افراد جن کو قوت مدرکہ عطا نہیں کی گئی تو ان کے قلوب میں تو بلا واسطہ حضور کی پہچان اور عظمت و اطاعت بیوست کردی گئی ہے، ایسے افراد عالم علوی کے ہوں، خواہ عالم سفلی کے، سب میں یہ مادہ موجود ہے - چناں چہ ایک مرتبہ حضور کو اونٹ نے سجدہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا حضور جانور بھی آپ کو جانتے ہیں ؟ - ارشاد فرمایا کہ "سوائے کافر انسان و جنات کے سب مجھے جانتے اور پہچانتے ہیں"۔ عالم علوی کے بڑے افراد چاند و سورج شمار کئے جاتے ہیں جن کا یہ حال ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور کے چچا ایک مرتبہ حضور سے عرض کرتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کا باعث آپ کی نبوت کی ایک علامت ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جھولے میں چاند کی طرف جدھر اشارہ کرتے

Marfat.com

ہیں اسی طرف وہ جھک جاتا تھا، آپ نے فرمایا کہ میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اس طرح وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سُنتا تھا۔

یہ تو تھا آپ کے بچپن کا حال، اور جوانی کے زمانے کا حال تو خود قرآنِ کریم بیان فرماتا ہے کہ

اقترب الساعۃ وانشق القمر (القمر: ۱)

یعنی نزدیک ہوئی قیامت اور پھٹ گیا قمر۔

جس کا واقعہ حدیثوں میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ قبل ہجرت کے مکہ معظمہ میں ابوجہل ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضور سے عرض کیا کہ "اگر تم سچے ہو چاند کے دو ٹکڑے کر دو"۔ فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو تم ایمان لاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے"۔ آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے ہو گئے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ حضور نے پکار کر فرمایا کہ "او فلانے فلانے دیکھ لو اور گواہ رہو"۔ لیکن جس کی قسمت میں جہنم ہی لکھی ہو وہ کیا ایمان لا سکتا تھا، کہنے لگے کہ "یہ تو سحر ہے"۔ ابوجہل نے کہا "اگر یہ سحر ہے تو تم ہی پر تو ہو گا سارے زمین والوں پر تو نہیں ہو سکتا"۔ دوسرے شہر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی بیان کیا کہ ہم نے بھی چاند کا شق ہونا دیکھا۔

نوٹ :- چاند کے متعلق جدید انکشافات سے شاید بعض حضرات معجزۂ شق القمر کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں مگر نہیں عین ممکن ہے کہ یہ انکشافات اس معجزے کے لئے بعض شواہد مہیا کر دیں، یہ مہتم بالشان معجزہ ہے جس کا قرآن کریم نے بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ عہد نبوی کی ہندوستان کی دینی کتب میں بھی اس معجزے کا ذکر ملتا ہے جس کو حضرت مولینا رکن الدین شاہ الوری نے شرح وبسط کے ساتھ اپنی تالیف توضیح العقائد (مطبوعہ دہلی) میں بیان فرمایا ہے۔

(مرتب)

Marfat.com

اب آفتاب کی حکم برداری ملاحظہ فرمائیں، موضع صہبا میں حضور، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی جس کی وجہ سے سخت بیچین تھے، لیکن یہ بھی ناگوار تھا کہ حضور کے آرام میں خلل آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، جب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو دریافت فرمایا کہ "تم نے نماز عصر پڑھ لی"؟ - عرض کیا "نہیں"۔ حضور نے آفتاب کی طرف اشارہ کیا، اسماء بیان کرتی ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ آفتاب لوٹ آیا، یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی، مولینا احمد رضا خاں صاحب نے اسی واقعہ کی طرف اپنے بعض اشعار میں اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں ؎

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پر دے چکے — اور حفظ جاں تو جاں فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیری نماز — پردہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان اشعار میں ایک معجزہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر جب حضور کو لے کر غار ثور میں گئے تو دیکھا کہ جا بجا اس میں سوراخ ہیں اس خیال سے کہ کوئی جانور حضور کو تکلیف نہ دے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کر دیا، ایک سوراخ باقی رہا تو اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا اور حضور کو اندر بلا لیا، حضور نے ان کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا، اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا اس نے اپنا سر صدیق اکبر کے انگوٹھے پر ملا مگر یہ جاں نثار کب اس کی سنتے تھے، اس خیال سے کہ جان جائے لیکن محبوب کے آرام میں خلل نہ آئے، پیر نہ اٹھایا، مجبوراً اس نے پاؤں میں کاٹ لیا، حضور جب بیدار ہوئے تو یہ واقعہ معلوم کر کے صدیق اکبر کے پاؤں پہ لعاب دہن لگا دیا، فوراً سکون آ گیا لیکن ہر سال وہ زہر عود کرتا آخر اسی سے شہادت پائی۔

عمرو بن العاص کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میں بوقت ولادت حضور، حاضر تھی تو جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب

Marfat.com

ہو گئے تھے اور لٹک آئے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ اب یہ زمین پر گر پڑیں گے۔

اب ذرا آسمان سے نیچے کا سماں ملاحظہ کیجئے، ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! مال ہلاک ہوا جا رہا ہے اور ہماری عیال بھوکوں مر رہی ہے، مینہ طلب فرمائیں"۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس وقت ابر کے کسی ٹکڑے کا بھی نشان نہ تھا، راوی کہتے ہیں کہ ابھی آپ ہاتھ رکھنے نہ پائے تھے کہ بادل ہر طرف سے پہاڑوں کی مانند گھر آئے اور آپ ابھی ممبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرات گرنے لگے، سو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی، دوسرے جمعہ کو پھر کسی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ "حضور مکان گر رہے ہیں، مال ڈوبا جا رہا ہے"۔ آپ نے پھر دونوں دست مبارک اٹھائے اور فرمایا کہ "ہمارے گرد برسے نہ ہم پر"۔ اب جدھر آپ نے اشارہ فرمایا ادھر ہی سے ابر کھل گیا یہاں تک کہ مدینہ پر تو پانی بالکل موقوف ہو گیا اور اطراف میں برستا رہا، اطراف سے جو لوگ آتے تھے مینہ کی کثرت بیان کرتے تھے: اس معجزے میں پانی اور ہوا دونوں کی اطاعت ظاہر ہے۔

اب اور نیچے آئیے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ میں حضور کے ساتھ تھا حضور اطراف مکہ کی طرف نکلے، سو میں نے دیکھا کہ جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا "السلام علیک یا رسول اللہ"۔

ایک مرتبہ حضور جبل احد پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے تو حضور کے جاہ و جلال کی برداشت نہ لا کر پہاڑ تھرتھرانے لگا، آپ نے پائے مبارک مارا اور فرمایا کہ او احد ٹھہر تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ اس معجزے میں جہاں پہاڑ کی اطاعت پر روشنی پڑتی ہے وہاں غیب کی خبر پر بھی کہ عثمان و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی بتلا دیا کہ یہ دونوں شہید ہونے والے ہیں۔

اب اور نیچے آئیے، جب مکہ معظمہ سے حضور نے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سراقہ بن مالک نے آپ کا پیچھا کیا اور سراغ لگاتا ہوا آپ کے قریب پہنچ گیا، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا ہمیں ایک شخص نے

Marfat.com

آلیا" فرمایا :-

لا تحزن ان اللہ معنا (التوبہ : ۴۰)

ترجمہ :- تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ :-

یا ارض خذیہ

او زمین اس کو پکڑ لے!

اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا۔ چلایا کہ "مجھے نجات دیجئے، میں تمہارے طلب کرنے والوں کو بھی پھیر دوں گا"۔ اور اس پر اس نے قسم کھائی، حضور نے دعا کی اور اس نے نجات پائی ، اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے مقابل آپ دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ اس معجزے میں رحمت کا پورا منظر نظر آئے گا کہ حضرت موسیٰ سے قارون کمال زاری و عاجزی کرتا رہا لیکن انہوں نے کچھ رحم نہ کیا اسی جہت سے وحی نازل ہوئی کہ "موسیٰ تم سے قارون نے کس قدر زاری اور عاجزی کی مگر تم اس کے دہانے پر ہی جمے رہے، میری جناب میں اگر ایک مرتبہ بھی عرض کرتا تو میں اس کو نجات دے دیتا"۔ اب حضور کے اس معجزے پر نظر ڈالیں کہ سراقہ نے ادھر عاجزی کی اور ادھر رحمت جوش میں آئی اور اس کو اس عذاب سے نجات دیدی بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تین مرتبہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ جب اس نے زاری کی، نجات دے دی اور جب اس نے کچھ شرارت کرنی چاہی، دھنسا دیا، کیا آپ کو کوئی ایسا کریم نظر آتا ہے کہ بار بار خطائیں کرنے پر چھوڑتا ہے ۔

اب آیئے دیکھئے پانی پر کیسی حکومت تھی۔ حضور نے تو بکثرت دریا بہائے ہیں کھاری کنوؤں کو میٹھا بھی کیا ہے، یہاں یہ بتلا دوں کہ حضور نے اس حکومت کا کچھ حصہ اپنے غلاموں کو بھی عطا فرمایا ہے یا نہیں ؟۔ مصر جب فتح ہوا تو لوگوں نے وہاں کے حاکم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا "دریائے نیل کی یہ عادت ہے کہ جب تک ہر مہینہ ہم ایک کنواری (لڑکی) کا بھینٹ نہیں چڑھاتے، یہ جاری نہیں ہوتا"۔ آپ نے فرمایا کہ "اب اسلام میں یہ بات نہیں ہو سکتی"۔ چناں چہ جب ایسا نہ کیا گیا تو وہ تین ماہ تک جاری نہ ہوا، لوگ جب تنگ ہوئے اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوئے

Marfat.com

تو عمرو بن عاص نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، حضرت نے ان کو ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ اسے رود نیل میں ڈال دو۔ اس میں تحریر فرمایا تھا:۔

"عمر کی طرف سے۔ اے رود نیل! اگر تو اپنے آپ جاری ہوتا ہے تو جاری نہ ہو اور واحد قہار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہماری اُس ہی سے شکایت ہے کہ وہ تجھے جاری کر دے"۔

چناں چہ جس رات عمرو بن عاص نے وہ رقعہ ڈالا، اسی رات وہ جاری ہو گیا۔

اب نظر کیجئے شجر اور پتھروں کی جانب ، ایک جہاد کے سفر میں آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "دیکھو کہیں درخت یا پتھر ہیں"۔ انہوں نے عرض کیا "ہاں"۔ فرمایا "جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم کرتے ہیں کہ اکھٹے ہو جاؤ"۔ سو وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے جا کر کہا تو خدا کی قسم یکدم درخت قریب ہو کر ایک جگہ مل گئے اور پتھر بھی مل کر مثل دیوار ہو گئے"۔ حضور نے اس کے پیچھے بیٹھ کر قضائے حاجت کی جب فارغ ہوئے تو فرمایا "ان سے کہہ دو کہ اب یہ حکم ہے کہ علیحدہ ہو جاؤ"۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا یہ کہنا تھا کہ وہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے"۔

اب آگ کی طرف توجہ کیجئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک مرتبہ مہمان آئے، خادمہ جب دستر خوان لائی تو وہ نہایت میلا تھا، حضرت انس نے خادمہ سے فرمایا کہ اس کو تنور میں ڈال دو چناں چہ اس نے تنور میں ڈال دیا۔ مہمانوں کو بڑی حیرت ہوئی اور اس انتظار میں رہے کہ اب اس کو لو اٹھتی ہے اور دھواں نکلے گا مگر وہاں نہ لو اٹھی اور نہ دھواں نکلا۔ کچھ دیر کے بعد تنور میں سے دستر خوان تو نہایت سپید میل کچیل سے پاک نکلا، مہمان حیران رہ گئے۔ دریافت کیا کہ "اے انس! یہ کیا معاملہ ہے، آگ نے اس کو جلایا نہیں؟"۔ فرمایا کہ "یہ کیسے جل سکتا تھا اس دستر خوان سے تو میرے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اور دہن شریف پونچھے تھے تو آگ کی کیا مجال کہ اس پر اثر کر سکے؟"

حضرت مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ اس معجزے کو مثنوی شریف میں لکھ کر فرماتے ہیں:۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب   با چناں دستے و لبے کن اقتراب

Marfat.com

چوں جمادی را چنیں تشریف داد　　جان عاشق را چہا خواہد کشاد

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم　　زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم
رشتۂ ما یک تولّا بیش نیست　　چشم ما را کیف صہبا بیش نیست
مستیٔ او تا بخون ما دوید　　کہنہ را آتش زد و نو آفرید
عشق او سرمایۂ جمعیت است　　ہم چو خون اندر عروقِ ملت است

(اقبال : اسرار بیخودی، ص-۱۹۰)

(نوٹ) یہ تقریر آخر میں کچھ نامکمل معلوم ہوتی ہے، مسودے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا نقل کر دیا گیا، ممکن ہے کہ کسی دوسرے مسودے میں اس تقریر کو مکمل فرمایا ہو۔

(مرتب)

Marfat.com

(۵)

درود و دعاء

(۱)

الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین
نذیرا ارسلہ رحمۃ للعالمین بشیرا، انزل الیہ اٰیات
بیّنات فعلیہ افضل الصلوٰۃ واشرف التسلیمات وعلیٰ
اٰلہ الکرماء البررۃ وصحبہ الرحماء الخیرۃ - امّا بعد
فقد قال اللہ تعالیٰ

انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یاایھا الذین
اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماہ (الاحزاب : ۳۳)

باری تعالیٰ اپنے کلام معجز نظام میں ارشاد فرماتا ہے کہ "بیشک و بے شبہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پر درود بھیجتا ہے اور ملائکہ بھی حضور سرور کائنات پر درود شریف کے تحفے بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی میرے حبیب پاک پر درودوں کے تحائف اور سلام پیش کرو، ایسا سلام کہ سلام کا حق ادا ہو جائے۔"

تو اس آیۃ کریمہ میں مولائے کریم اپنے محبوب کے محبوں کے لئے ایک نہایت سہل زود اثر اور غایت درجہ قوت ایمانی اور ترقی درجات کی تحصیل کے لئے اور امراض روحانی سے شفا پانے کے لئے ایک مجرّب نسخہ عطا فرما رہا ہے اور انتہا درجہ کا شوق دلانے کے لئے سب سے اوّل یوں ارشاد فرماتا ہے :-

انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی

کہ یہ خود ہمارا فعل ہے جو ہم تم کو اپنے کرم سے عطا فرماتے ہیں اگر تم نے اب بھی اس میں کوتاہی کی تو آخر کار سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

Marfat.com

اور اگر اپنے دل میں شیطانی وسوسوں کو جگہ دی اور اس کے برخلاف چلے تو ایمان بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

صلوٰۃ کے معنی

عربی میں "صلوٰۃ" کے چند معنی آتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی تو "دعاء" کے ہیں لیکن یہ معنی چوں کہ باری تعالیٰ کے حق میں صحیح نہیں ہوتے اس لئے بعض مفسرین نے اس

رحمت و استغفار وغیرہ

تعالیٰ کے حق میں "رحمت" کے معنی لئے ہیں اور ملائکہ کے حق میں "استغفار" کے معنی لئے ہیں اور مسلمانوں کے حق میں "دعاء" کے لئے ہیں تو اس صورت میں آیۃ کریمہ کے یوں معنی ہوں گے :۔

"اللہ تعالیٰ حضور پر رحمت نازل فرماتا ہے اور ملائکہ آپ کے لئے استغفار کرتے ہیں تو مسلمانو! تم ان کے لئے دعا کیا کرو"۔

لیکن وجدانِ سلیم گواہی دیتا ہے کہ یہ معنی اگر لئے جائیں تو کلام کا اوّل و آخر باہم مرتبط نہیں ہوتا اور ایک مقام کے معنی کا دوسرے مقام کے معنی سے کچھ تعلق ہی معلوم نہیں ہوتا اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد ملائکہ کے سامنے

صفت و ثناء بیان کرنا

حضور کی صفت و ثناء بیان کرنا ہے، صاحب روح البیان نے بھی اسی معنی کو پسند کیا ہے اور اس معنی کی صحت کے لئے انہوں نے چھ وجہیں قائم کی ہیں اور کہا ہے کہ یہاں رحمت کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے، جن میں سے ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (البقرۃ : ۱۵۷)

یعنی ان لوگوں پر حق تعالیٰ کی صلوات ہیں اور رحمتیں۔

تو یہاں 'رحمت' کا عطف 'صلوات' پر ہے اور عطف مغائرت کا مقتضی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ 'رحمت' 'صلوات' کا غیر ہے۔ اور جب 'رحمت' 'صلوات' کا غیر ہے تو اس کا عین کیسے ہو سکتا ہے؟۔ تو اس لئے ان علماء کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو اس کے معنی صفت و ثنا کے لیتے ہیں تو یوں اس معنی کے لحاظ سے تینوں مقام کا مضمون ایک ہو جاتا ہے تو اب آیۃ کریمہ کے معنی یوں ہوں گے :۔

"اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام ملائک حضور کی صفت و ثنا بیان کرتے ہیں تو مسلمانو! تم بھی ان کی تعریف اور صفت و ثنا بیان کیا کرو۔

Marfat.com

لیکن چوں کہ تم سے ان کی تعریف کا حق ادا ہونا دشوار ہے اس لئے تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ الٰہی ہماری طرف سے بھی تو ان کی صفت و ثنا بیان فرما تمہاری اس طرح دعا کا یہ اثر ہوگا کہ تمہاری قوتِ ایمانی اعلیٰ درجہ کی ہو جائیگی اور تم خود اللہ کی صفت و ثنا کے قابل ہو جاؤ گے یعنی اللہ تعالیٰ خود تمہاری صفت و ثناء ملائکہ کے سامنے بیان فرمائے گا۔

میں نے اپنے ابتداء کلام میں کہا تھا کہ درود شریف امراضِ روحانیہ سے شفایاب ہونے کا مجرب نسخہ ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ صوفیائے کرام یعنی سالکین راہ طریقت پہلے اسی کی تلقین کرتے ہیں، وہ کس لئے ؟۔ اسی لئے کہ امراضِ روحانیہ اس سے دور ہو جائیں جنہوں نے اس کو بوجھل کر رکھا ہے اور اس راہ میں ایک قدم چلنا اس کے لئے دشوار ہے، اس کے بعد ہی تو ذکر الٰہی کی ان کو مفرح یاقوتی دی جاتی ہے تاکہ وہ اس راہ میں شہسواروں کی طرح گام زن ہوں، جسمی امراض کے لئے مسہلات کی آپ نے خاصیت دیکھی ہوگی کہ وہ مادۂ فاسدہ کو تو ضرور نکالتے ہیں لیکن ساتھ ہی جسم کو غایت درجہ کمزور کر دیتے ہیں لیکن درود شریف وہ ہے کہ جہاں مادۂ عصیان کا اخراج کرتا ہے وہاں روح کو بھی اس قدر قوت بخشتا ہے کہ بعض سالکین اسی قوت کی وجہ سے واصل باللہ ہو گئے۔

ہاں تو ذرا غور فرمائیے کہ حضور سرورِ کائنات کے صدقے و طفیل میں کن کن نعمتوں اور رحمتوں سے نوازا گیا ہے کہ ہم ناچیزوں سے باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہ تم بھی ان کی صفت و ثنا بیان کرو، تو بھلا چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؟۔ ہم ناچیزوں سے اور وہ خطاب فرما رہا ہے ؟۔ اَللّٰہُ اَکْبَر ! تو یہ نعمت اور رحمت کس کے طفیل میں ملی ؟۔ یہ رحمت میرے آقائے نامدار حضور سرورِ کائنات کے طفیل میں ملی ہے جس کی عظمت و شان میں باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے :۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء : ۱۰۷)

(اے پیارے حبیب) ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت کاملہ بنا کر بھیجا ہے۔

تو جب آپ مجسمۂ رحمت ہیں تو ظاہر ہے کہ رحمت کے طفیل تو رحمت اور نعمت ہی سے نوازا جائے گا۔

بعض علماء کرام اس آیۃ کریمہ کی شانِ نزول میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

چوں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات و اکرامات ہم پر کچھ کم نہیں، مختصرا یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب حضور سرور کائنات کا نور عالم فلکی میں ظہور میں آیا تو اس نور نے لاکھوں برس اپنے مولیٰ کی عبادت کی تو جب باری تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے حبیب کچھ طلب فرمائیے؟" —— تو میرے آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عبادت جو لاکھوں برس کی تھی وہ شان امت پروری سے امت کو مرحمت فرمادی اور اس عبادت کے صلے میں امتِ عاصی کی مغفرت طلب فرمائی حالاں کہ اس وقت تک امت کا ظہور بھی نہ ہوا تھا اور پھر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی میں تشریف لائے تو جب بھی آں حضرت نے اس امت عاصی کی مغفرت چاہی اور جب تک اس عالم دنیا میں حیاتِ ظاہری کے ساتھ قیام فرما رہے ہمہ تن مغفرت امتِ عاصی میں مصروف رہے اور ایک شب کیا بلکہ ایک لحہ بھی اس امت کی فکر نجات سے بے فکر نہ رہے۔

امت پر رحمت

کونین کا غم، یادِ خدا، وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطانِ مدینہ

اور یہاں تک کہ شب معراج میں اور اس قرب خاص میں بھی اس امتِ عاصی کو فراموش نہ فرمایا۔ اس پر بھی بس نہیں بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قبر شریف میں بھی آپ نے اپنی اس امت عاصی کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، حضور کے لب مبارک کو جنبش ہو رہی تھی جب سُنا تو امتِ عاصی کے لئے مغفرت طلب فرمائی جا رہی تھی سبحان اللہ، سبحان اللہ! کیا کیا احسانات و اکرام ہیں اور کیسی محبت کہ ایسی محبت تو والدین کو اپنی اولاد سے بھی نہیں ہو سکتی، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اپنی جانب سے ہر ایک سانس پہ غفلت پائی
ان کی جانب سے محبت ہی محبت دیکھی

اس کے بعد بھی آں حضرت بس نہ فرمائیں گے بلکہ جب یوم قیامت آپ قبر شریف سے باہر تشریف لائیں گے تو سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس امت عاصی کے لئے دریافت فرمائیں گے اور میدانِ حشر میں جب کہ

کہیں گے اور نبی اذہبوا الیٰ غیری　　مرے حبیب کے لب پہ انا لہا ہوگا

Marfat.com

اور شفاعت فرمائیں گے اور جب کثرتِ عصیان سے کسی امتی کا سر نگوں ہوگا تو آپ جوشِ محبت میں آکر اس کو اپنے دامنِ پاک میں ڈھانپ لیں گے ؎

بڑھ کے آغوشِ کرم نے مجھے اپنا ہی لیا
حشر میں جب مرے چہرے پہ ندامت دیکھی

تو اب ان احسانات و اکرام کا شکریہ کیسے ادا ہو ؟ - تو ہم ناچیزوں سے تو کبھی اس کا شکریہ ادا ہو ہی نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی اس کا کرم دیکھئے کہ اگرچہ ہم کتنے ہی نا اہل ہوں لیکن جوشِ محبت کا یہ تقاضہ نہیں ہے کہ ہم کو اس نعمتِ عظمیٰ سے فراموش کر دیا جائے۔ ذرا غور تو کیجئے آپ کو ایسی محبت کسی اور جگہ اور کسی اور میں مل سکتی ہے ؟ مگر یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو صاحب نظر ہیں اور جو صاحب نظر نہیں ان کے لئے نعمتوں سے نوازا جانا اور نہ نوازا جانا دونوں برابر ہیں ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے ؟

(ب)

بہر حال جب یہ دیکھا کہ ان سے کسی صورت سے بھی احسانات کا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا تو جوشِ محبت میں آکر ارشاد فرمایا :-

درود اور دعا

صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

کہ مسلمانو تم بھی ان کی تعریف اور صفت و ثنا بیان کیا کرو کہ یہی تمہارے لئے فلاح دنیوی اور نجات اخروی کا باعث ہے، اور یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے درود شریف کی وجہ سے دعاء کو مقبولیت عطا فرمائی، کہ جو شخص اپنی دعاء کے اوّل و آخر درود شریف پڑھ لے گا اس کی دعاء ضرور مقبول ہو گی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا خلوص و صدق بھی ضروری ہے اگر خلوص نہ ہوا تو اس کا ظہور بھی نہیں ہو گا جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے :-

خلوص و صدق

"جو میرے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اس کے ساتھ ویسا ہی پیش آؤں گا"۔

Marfat.com

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی دعائیں ایسی ہیں کہ جو صدق دل سے کی جاتی ہیں مگر پھر بھی ان کا ظہور نہیں ہوتا اور وہ مقبول نہیں ہوتیں، یہ ٹھیک ہے کہ ان کا ظہور نہیں ہوتا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مقبولیت حاصل نہیں کرتیں چوں کہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہماری آرزو یا کوئی مقصد جس کو ہم اپنے فہم میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن وہاں اس کے برعکس ہو رہا ہے کہ بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے، چناں چہ باری تعالیٰ قرآنِ کریم میں خود فرما رہا ہے :۔

دعا کا ظہور نہ ہونے کی وجہ

وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ۔ (البقرۃ : ۲۱۶)

ترجمہ :۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کو تم بُرا سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے اچھا ثابت ہوتا ہے اور جس کو تم اچھا سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے بُرا ثابت ہوتا ہے۔

اور یہ کیوں ہے ؟ محض ہماری نادانی اور کم علمی کی وجہ سے۔ خیرِ حقیقی کا علم تو باری تعالیٰ کو ہے وہ کیسے گوارہ فرما لے کہ میرے محبوب کی امت کو نقصان و تکلیف پہنچے، وہ ہم سے والدین سے بھی زیادہ انسیت و محبت رکھتا ہے، نقصان نہ پہنچنے دینا، ان کی عین محبت و شفقت ہی تو ہے، مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک بچہ بیمار ہے اور وہ اپنے ماں باپ سے وہ چیز طلب کر رہا ہے کہ جو اس کو نقصان دیتی ہے تو وہ اس کو محبت و شفقت کی بنا پر نہیں دیتے نہ یہ کہ اس بچے سے کچھ دشمنی ہے تو اسی طرح باری تعالیٰ کا اس دعاء کو ظہور میں نہ لانا ہی عین شفقت و رحمت ہے، مولانا رومؒ فرماتے ہیں :۔

بس دعا ہا کاں زیان است و ہلاک
وز کرم می نشنود یزدانِ پاک

بہت سی دعاؤں میں نقصان و ہلاکت مضمر ہوتی ہے اس لئے حق جل مجدہٗ ایسی دعاؤں کو بتقاضائے کرم سنتا ہی نہیں۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ دعاء جس کا دنیا میں ظہور نہیں ہوا، رد کر دی جاتی ہے جیسا کہ اس دور میں بعض حضرات کا خیال ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے، قبولیت

Marfat.com

دعاء کا دنیا میں ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ عقبیٰ میں بھی اس کے ثمرات سے محروم رکھا جائے گا، ہاں دعا کرنے والے پر یہ لازم ہے کہ وہ دعا کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھے، اگر یہ آداب ملحوظ خاطر نہ رکھے گئے تو عین ممکن ہے کہ دعاء رد ہی کر دی جائے اور آسمان تک نہ پہنچ پائے۔

آداب دعا

(۱) دعاء کے آداب میں ایک ادب یہ ہے کہ حرام روزی سے بچا جائے، یہ زہر ہلاہل ہے جو کسی وقت دعا یا عبادت کو قبول ہونے نہیں دیتی چنانچہ

حلال روزی

قال وهب بن منبه بلغني ان موسى عليه السلام مر برجل قائم يدعو ويتضرع طويلا وهو ينظر اليه قال موسى يا رب اما تستجيب لعبدك فاوحى الله تعالى اليه يا موسى لو انه بكى حتى تلفت نفسه ورفع يده حتى تبلغ عنان السماء ما استجبت له فقال يا رب لم ذالك قال لان في بطنه الحرام وعلى جسده الحرام وفي بيته الحرام -

حضرت وہب بن منبہ روایت کرتے ہیں کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) ایک جگہ سے گزرے، دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا دعا مانگتا ہے اور نہایت آہ وزاری اور انکساری وعاجزی کرتا ہے مگر کسی طرح اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو ترس آیا، آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ "یا الٰہی تو اس کی دعا کیوں قبول نہیں فرماتا؟" — ارشاد ہوا، "موسیٰ اگر یہ روتے روتے مر بھی جائے اور اپنے ہاتھ آسمان تک بھی کر لے تو بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوگی"، عرض کیا یا اللہ کیا قصور ہے؟ - ارشاد ہوا کہ "حرام کا لقمہ اس کے پیٹ میں ہے، حرام کا لباس اس کے بدن پر ہے اور حرام اس کے گھر میں موجود ہے"۔ (پس جب تک یہ بندہ ان محرمات سے پرہیز نہ کرے گا کبھی اس کی دعا قبول نہ ہوگی)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

Marfat.com

جب حاجی ناجائز مال لے کر حج کو چلتا ہے اور لبیک پکارتا ہے تو ایک ندا آسمان سے آتی ہے کہ تیری لبیک مقبول نہیں ہے نہ تجھے کچھ اجر ملے گا کیوں کہ سفر خرچ تیرا حرام کا ہے، کھانا تیرا حرام کا ہے، تیرا حج تو عبادت میں داخل نہیں ہے بلکہ گناہ میں شامل ہے۔)

(۲) دعاء کا دوسرا ادب یہ ہے کہ دعا کرنے والا حضوری قلب کے ساتھ دعا کرے، غافل دل سے دعا کرنا بیکار محض اور رائیگاں ہے چناں چہ نزہۃ المجالس میں ہے :-

حضوری قلب

رأی موسٰی رجلاً یدعو ویتضرع فقال یا رب لو کانت حاجتہ بیدی لقضیتھا فاوحی اللہ لہ یا موسٰی انا ارحم بہ منک ولکنہ یدعونی وقلبہ عند غنمہ وانا لا استجیب لمن یدعونی وقلبہ عند غیری۔

حضرت موسیٰ نے ایک دفعہ ایک شخص کو بہت روتے دعا کرتے دیکھا تو جناب الٰہی میں عرض کیا، "الٰہی اگر اس کی حاجت میرے قبضے میں ہوتی تو میں اس کو پوری کر دیتا"، ارشاد باری ہوا کہ موسیٰ ہم تم سے زیادہ رحم والے ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں کہ یہ شخص دعا کے ہاتھ تو ہمارے سامنے پھیلائے ہوئے مانگ رہا ہے مگر اس کا دل ہماری جناب سے غافل ہے، بکریوں کے ریوڑ میں پڑا ہوا ہے اور ہم ایسے شخص کی دعا نہیں قبول کرتے جو دعا تو ہم سے کرے اور دل دوسرے کے پاس رکھے (جب یہ دل حاضر کر کے دعا کرے گا اسی وقت ہم اس کی دعا قبول کریں گے)۔

بنی اسرائیل کا واقعہ

بہر حال اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دعا کے لئے حضوری قلب نہایت ضروری ہے، ورنہ وہی حال ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہوا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل نے بغیر حضوری قلب غافل دل سے بارش کے لئے دعا کی، بارش ہوگئی، کھیت اور باغات سرسبز و شاداب ہوگئے مگر جب غلہ کاٹنے کا وقت آیا تو سوائے بھُس کے کچھ بھی برآمد نہ ہوا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی

Marfat.com

یہ کیا ہوا ؟" ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ جیسی تمہاری دعا تھی ویسی ہی اس کی قبولیت ہوئی ۔ دعا زبانی تھی ، دل سے نہ تھی اسی طرح اس کا اثر ظاہر میں تو ہوا مگر باطن میں نہ ہوا ، باطن دعا کا بھی خالی تھا ، باطن کھیتوں کا بھی خالی رہا"۔ ہمیشہ تہہ دل سے دعا کرو ، ظاہر و باطن سے جناب باری کی طرف متوجہ ہو کر مانگو پھر دیکھو کس طرح دعا قبول نہیں ہوتی ۔

ناجائز امور کی طلب نہ ہو

(۳) آداب دعاء میں تیسرا ادب یہ ہے کہ ناجائز امور اور محرمات کی طلب نہ کرے چناں چہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ہمیشہ بندے کی دعا قبول ہو جاتی ہے مگر جب بندہ حرام چیز طلب کرتا ہے یا قطع رحمی کی دعا مانگتا ہے (تو اس وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی) جیسے اکثر لوگ حرام شئے یا حرام مال خدا سے طلب کرتے ہیں یا حرام پیشہ کرتے ہیں اور پھر اپنے پیشے یا کاروبار کی ترقی کی خدا سے دعا مانگتے ہیں ، ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو ایسی جیسے کفار کی قبول ہوتی ہے یا فرعون و یزید کی دعا ۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد اسی طرف غمازی کرتا ہے :۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝

جو شخص ہم سے دنیا کے پھل پھول (حاجتیں) طلب کرتا ہے (اور آخرت کا کچھ خیال نہیں کرتا) ہم اسے دنیا سے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا اور ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے ۔

لگاتار دعا کرے

(۴) آداب دعاء کا چوتھا ادب یہ ہے کہ منعم حقیقی سے مانگتا ہی رہے تھک کر یا مایوس ہو کر دعا ترک نہ کرے چناں چہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے مگر بندہ جب تک جلدی نہ کرے ، عرض کیا ، یا رسول اللہ جلدی کرنے کے کیا معنی ؟۔ فرمایا ، "جب بہت سی دفعہ دعا کر چکے اور قبولیت کا اثر نہ دیکھے تو کہے خدا میری دعا قبول نہیں فرماتا"۔

Marfat.com

(پھر میں کیوں دعا مانگوں ؟ - یہ خیال کر کے دعا کرنی چھوڑ دیتا ہے، پس ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی) -

شیطان کی دعا قبول

یہاں یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور قرآن مجید پر آپکا ایمان ہے تو یہ جان لیں کہ خدا کی ذات عالی نہایت بے پرواہ ہے، اس نے شیطان لعین کی دعا قبول فرمائی - جب شیطان حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر راندۂ درگاہ ہوا اور اسے آسمان سے نکل جانے کا حکم ہوا تو اس نے دعا کی کہ "الٰہی مجھے قیامت تک کی عمر عطا کر دے" :-

قَالَ اَنظِرنِی اِلٰی یَومِ یُبعَثُونَ ۝ قَالَ اِنَّکَ مِنَ المُنظَرِینَ ۝

(الاعراف : ۱۴ و ۱۵)

اے اللہ مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے، ارشاد ہوا کہ اے شیطان تجھے قیامت تک کی مہلت دی .

جب شیطان کی دعا قبول ہو سکتی ہے تو مسلمان کی دعا کیسے قبول نہیں ہو سکتی کیا مسلمان شیطان سے بھی گیا گزرا ہے - (معاذ اللہ)

فرعون کی دعا قبول

عرض کیا گیا کہ وہ منعم حقیقی تو فرعون کی بھی دعا قبول فرماتا ہے چناں چہ ابتداء زمانہ میں جب فرعون تخت نشین ہوا تو ملک مصر میں قحط سالی ہوئی، بارش نہیں ہوئی مصر کے لوگ فرعون کے پاس آئے کہ "اے فرعون کھیت خشک ہو گئے، جانور پیاسے مرنے لگے، دریائے نیل خشک ہو گیا، تو کیسا خدا ہے مینہ نہیں برساتا؟" کہا "اچھا ہم کل مینہ برسائیں گے" - دوسرے دن تاج سر پر رکھا، خلعت شاہانہ پہن کر، گھوڑے پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کے غار میں گیا، وہاں پہنچ کر سر سے تاج پھینکا، سر پہ خاک ڈال کر عرض کیا کہ "اے خدا میں جانتا ہوں کہ مالک ملک تو ہی ہے، میں ایک نالائق بندہ ہوں، مگر میں نے دنیا خرید لی ہے اور آخرت بیچ ڈالی ہے تو میری دنیا میں کمی نہ کر" ——— بس یہ عرض کرتے ہی ابر آیا اور فرعون کے ساتھ ساتھ مینہ برساتا چلنے لگا - اہل مصر نے یہ معاملہ دیکھ کر فرعون کو سجدہ کیا اس کی خدائی کا پورا پورا اعتقاد جم گیا - معاذ اللہ فرعون اور شیطان تو خدا سے ناامید نہ ہوئے، اپنی اپنی حاجتیں مانگیں اور انہیں خدا نے دیں تو تمہیں کیوں

Marfat.com

نہ دے گا؟ اتنا جان لینا چاہیئے کہ دنیا ہی میں تمام حاجات کا پورا ہو جانا بڑے خطرے کی بات ہے، دعا کے پورے ہونے نہ ہونے کی حکمت تو وہی تعالیٰ خوب جانتا ہے، ہمیں اس کی کچھ خبر نہیں، بندہ دعا کرتا رہے اور وہ قبول ہوتی رہے تو شاید بندگان خدا میں ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ٹھیک نظر آئے اور اکثر گمراہ ہو جائیں۔

طہارۃ القلوب میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا :-

دعا کا اثر

"جب کوئی مسلمان بندہ دعا کرتا ہے تو وہ دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے بشرطیکہ کسی گناہ یا ناجائز بات کے لئے یا کسی بیگانہ مسلمان کی تکلیف دہی کے لئے دعا نہ کی ہو، لیکن اس کا اثر یا تو یہاں ظاہر ہو جاتا ہے یا دعا کا اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے کہ کوئی آسمانی یا دنیاوی بلا اور مصیبت اس بندے پر نازل ہونے والی تھی وہ اس کی دعا سے دفع ہو گئی اور اس بندے کو اس بلا کی خبر تک نہ ہوئی یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہو گا جو نہایت ضرورت کا وقت ہے اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی ساری کی ساری دعائیں آج ہی قبول ہوتیں"۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رب العالمین اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا :-

سب دعائیں قبول

اے بندو! دنیا میں ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ "تم دعا کرو ہم قبول کریں گے" کہیں گے، "بیشک اے رب درست ہے" - ارشاد ہو گا کہ "تم نے جو دعائیں دنیا میں مانگی تھیں وہ سب ہم نے قبول فرمائیں" ——

"اے بندو! دیکھو تمہاری فلاں دن فلاں وقت کی دعا کا اثر دنیا میں ظاہر کر دیا تھا" —— عرض کریں گے، "ہاں بیشک!" —— ارشاد ہو گا، تمہاری فلاں فلاں دعا فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی مگر اس کا اثر ہم نے بدل دیا۔ اس دعا کے بدلے تم پر جو مصیبت آنے والی تھی ہم نے فلاں دعا کے سبب وہ مصیبت دفع کر دی اور تمہیں اس کے صدمہ

Marfat.com

سے بچالیا" ـــــــ عرض کریں گے، "بیشک یارب ایسا ہی ہوا تھا"۔
پھر ارشاد ہوگا کہ، "اے بندو! تم نے فلاں دن فلاں وقت فلاں فلاں دعائیں مانگی تھیں مگر ہم نے اس کا کوئی نتیجہ دنیا میں ظاہر نہیں کیا بلکہ آج کے لئے رکھ چھوڑا ہے، لو یہ تمہاری امانت موجود ہے"۔
پھر جو کچھ ان کی دعاؤں کے ثمرات ان کے سامنے آئیں گے تو سب کے سب یہی تمنا کریں گے کہ "الٰہی کاش ہماری کسی دعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوتا، ساری کی ساری دعائیں آج کے لئے جمع رہتیں تو کیا اچھا ہوتا"۔

اب خیال فرمائیے کہ رب تبارک و تعالیٰ کا دعا قبول نہ کرنا اور آخرت کے لئے اٹھا رکھنا، کمالِ شفقت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا عالمِ فانی ہے، اس کی ہر شے فنا ہونے والی ہے، اس لئے جو نعمت عالم فانی میں عطا کی جائے گی اس کو بھی یقیناً فنا ہے تو امتِ محمدیہ علیہ التحیۃ و التسلیم پر باری تعالیٰ کا بڑا اکرم ہے کہ امت تو وہ چیز طلب کر رہی ہے جس کو فنا حاصل ہے اور اس کے عوض باری تعالیٰ وہ نعمت عطا فرماتا ہے جو لازوال ہے۔ اور جس کو کبھی فنا نہیں، یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ صدقہ ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ ہم عاصیوں کو ان گنت نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔

اس حقیقت کو اس مثال کے ذریعہ بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ بندۂ مومن بمنزلہ نابالغ بچے کے ہے اور رب العالمین بمنزلہ ولی اقرب کے، اور مسلمانوں کی دعاؤں کا اثر بمنزلہ ایک ریاست کے ہے، اگر دنیا میں کسی نابالغ چھوٹے بچے کے حصے میں ایک بڑی ریاست آگئی تو کیا اس بچے کے اولیاء وہ ریاست و دولت اس ناسمجھ بچے کے حوالے کردیں گے، ہرگز نہیں، بقدرِ ضرورت اس کو دیں گے باقی اس وقت تک محفوظ رکھیں گے جب وہ ریاست کے سنبھالنے کا اہل ہو جائیگا اسی طرح دعاؤں کے ثمرات رب العالمین اسی قدر عطا فرمائے گا جس قدر اس دنیا میں ضرورت ہوگی، باقی اہلیت اور لیاقت کے بعد عطا کئے جائیں گے، اسی لئے حق جل مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے :۔

بچہ اور ولی اقرب کی مثال

عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرۃ : ۲۱۶)

یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرتے ہو (اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو) مگر وہ شے تمہارے حق میں سخت مضر ہوتی ہے جس کا تمہیں کچھ علم بھی نہیں ہوتا، ہاں اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر ہے پس وہ جانے (وہ اللہ اپنے علم اور مصلحت کے موافق کام کرتا ہے تم بے خبر بے علموں کی خواہش کے مطابق نہیں کرتا) -

(۵) آداب دعا میں پانچواں ادب یہ ہے کہ انسان اپنے اللہ سے پورے وثوق اور بھروسے کے ساتھ دعا کرے اور اپنی تدبیروں اور کوششوں میں معاذین مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہو، اللہ کے سوا دوسری چیزوں کو اپنی حاجت روائی کے لئے موثر نہ جانے، ایسی دو دلی کی حالت میں کبھی دعا قبول نہیں ہوتی، جب دعا کرو ایک دل ہو کر ایک سو ہو کر، قبولیت کا پورا یقین دل میں لاکر، ہر شے سے بے نیاز ہو کر دعا کرو اور یہ کچھ کمال کی بات نہیں، کیا آپ نے شیر خوار بچہ کو نہیں دیکھا، وہ کائنات سے بے نیاز ہو کر آغوش مادر میں لیٹا ہوا ہے، اس کی امیدیں اور آرزوئیں اسی آغوش سے وابستہ ہیں وہ دنیا کی بڑی سے بڑی شے کو بھی خاطر میں نہیں لاتا، اس کی ماں اس کو مارتی ہے، مگر قربان جائیے اس کی وفا شعاری کے کہ ذرا بدل نہیں اسی پر نثار ہوتا ہے، اس جاں نثاری کا صلہ اس کو یہ ملتا ہے کہ اس کی ماں پھر اس پر مہربان ہو جاتی ہے اور آغوش شفقت میں لپٹا لیتی ہے، لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ وہ نوجوان ہو کر بھی اس بچے سے کہیں گیا گزرا ہے اور مسلمان ہو کر مایوسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے خدا سے اپنی آرزوئیں وابستہ نہیں رکھتا در ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے مصیبت کے وقت خدا کو بھول جاتا ہے، اغیار کی طرف متوجہ ہو کر اپنے اللہ کو چھوڑ دیتا ہے اور اگر اس مصیبت میں کبھی یاد بھی کرتا ہے تو بے دلی سے، یاد رکھو کہ ایسی دعا کبھی نہیں قبول ہوتی۔ وہ واحد وقہار بڑا غیور ہے :-

لا تسئلن بنی آدم حاجۃ واسئل الذی ابوابہ لا تحجب

Marfat.com

اللہ یغضب ان ترکت سوالہ وابن آدم حین یسئل یغضب

مانگو تو اسی سے مانگو جس نے ہر وقت کرم اور جود و عطا کے دروازے کھول رکھے ہیں، خدا اور بندوں میں یہ فرق ہے کہ اگر بندوں سے مانگوں تو ناراض ہوں گے، خدا سے جس قدر مانگو تو راضی (اور جو نہ مانگو تو ناراض ہوگا - دے کر خوش ہونے والا اور نہ دے کر ناراض ہونے والا وہی ہے)۔

یوسف علیہ السلام کا واقعہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ :-
جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قیدی سے جو قید سے چھوٹ کر اپنے سابقہ عہدہ پر فائز ہونے جا رہا تھا اتنا کہا تھا "اذکرنی عند ربک یعنی میرا ذکر بادشاہ سے کرنا" اتنا کہنا تھا کہ زمین میں زلزلہ آگیا، پہاڑ لرزنے لگے، قید خانے کی دیوار شق ہو گئی، حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور فرمایا کہ "یوسف یہ آج تم نے کیا کیا جو خدا کو چھوڑ کر بندے سے مانگا، مولیٰ فرماتا ہے کہ "یوسف یہ حسن آپ کو کس نے دیا؟" حضرت یوسف نے عرض کیا، "خدا نے" - پھر "بھائیوں کے ہاتھ سے کس نے بچایا؟" - عرض کیا، "خدا نے" ——— "کنوئیں کی تہہ میں کس نے زندہ رکھا؟" ——— عرض کیا، "خدا نے" ——— زلیخا کے مکر سے کس نے بچایا؟" — عرض کیا "خدا نے" ——— "قید خانے میں جنت کا آرام کس نے دیا؟" — ——— عرض کیا "خدا نے" ——— ارشاد فرمایا کہ "اے یوسف آج تک، تو ہم نے تمہارے کام بنائے پھر آج ہم میں کونسا قصور ہوا ہے، جو تم نے ہمیں چھوڑ کر بندے سے مدد مانگی، ہمیں قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ اس جرم میں تمہاری قید زیادہ کریں گے"
فلبثت فی السجن بضع سنین یعنی پھر قید رہے اس کے بعد اور کتنے سال تک۔ (انتہی ملخصاً)

اس عرصہ میں حضرت یوسف نے بہت کچھ معافی مانگی اور حق تعالیٰ سے نجات طلب کی مولیٰ نے قید سے نکال کر مصر کا مالک بنایا جس کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔

Marfat.com

(۶)

تحدیثِ نعمت

(۱)

الحمد لمن لا یحصی ثناؤہ ولا الٰہ غیرہ وھو الحلیم و الکریم والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی رفع ذکرہ واعلےٰ شانہ وھو بالمؤمنین رؤف رحیم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین اتبعوہ ونصروہ وعظموہ فرضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم - امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَامّا بنعمۃِ ربّکَ فحدِّث (الضحیٰ: ۱۱)

جو آیۃ کریمہ اس عاجز نے اس وقت تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہو۔

منعم حقیقی جل اسمہٗ نے اس آیۃ کریمہ میں اپنے بندوں سے اس کا مطالبہ فرمایا ہے کہ ہماری نعمتوں کا ذکر کیا کرو تا کہ سننے والوں کو ہم سے لگاؤ پیدا ہو اور ان کے قلوب میں ہماری محبت جلوہ گر ہو اور وہ ہمیں پہچانیں کہ انسان کی پیدائش کا اصل منشاء یہی ہے۔

اس مقام پر اگرچہ مخاطب صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن حکم عام ہے جس پر متعدد آیات شاہد ہیں، چناں چہ ایک مقام پر ارشاد ہے :-

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ واتقوا اللہ واعلموا انّ اللہ بکل شیٔ علیم

(البقرہ: ۲۳۱)

یعنی اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کا ذکر کرو، خصوصاً کتاب اللہ کا

Marfat.com

اور احادیث رسول اللہ کا (جس میں حکمت کی باتیں ہیں اور جن کے ذریعہ اور وسیلے سے) وہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے (اور ایمان و اسلام سے نوازتا ہے جو اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے اور ظاہر ہے کہ سب سے اونچے درجہ کی نعمت سرکار اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے کہ جب تک تم میرے اس بندۂ خاص کا ذکر نہ کروگے اور ان کے مناقب جلیلہ کا ذکر اور اشاعت نہ کروگے میرے اس حکم کی فرماں برداری سے قاصر رہو گے اور ہرگز میری معرفت حاصل نہ کرسکوگے اس لئے کہ جب تک کسی کی ذات وصفات کی معرفت نہ ہو، اس کی معرفت متعذر ہے اور میری ذات وصفات کا مظہر یہ برگزیدہ بندہ ٹھیرا تو جب تک اس کی معرفت نہ کرائی جائے میری معرفت کسی کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟) آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

وَاتقوا اللہ وَ اعْلَمُوا انَّ اللہ بکل شیٔ عَلیمٌ

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے یعنی وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارے اس فرمان واجب الاذعان کی اطاعت میں کون سرگرم ہے اور کون اس کے حقوق واجبہ ادا کرنے میں لاپرواہ ہے یا معاذ اللہ کسی حق کے ادا کرنے کو گمراہی کہتا ہے ۔

اسس فرمان میں اس عزیز و قہار نے نہایت درجہ کی تہدید و ترہیب کا اظہار فرمایا ہے خصوصًا ان لوگوں کے لئے جو سرکار اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو معاذ اللہ گمراہی بتلاتے ہیں، ان لوگوں کے لئے تو اس آیۃ کریمہ میں انواع عذاب و عتاب کے ساتھ مواخذہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ناپاک خیالات سے محفوظ رکھے ۔

اس آیۃ کریمہ کے معنی میں جو کچھ اس عاجز نے عرض کیا اپنی طرف سے ہرگز کچھ نہیں کہا، مفسرین نے جو کچھ فرمایا ہے انہیں کے کلام کو اردو زبان میں ادا کیا ہے، چناں چہ تفسیر سراج المنیر میں ہے :۔

(وَاذکروا نعمۃ اللہ علیکم) ای التی مِنْ جملتہا الاسلام

والایمان وبعثۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (وما انزل علیکم من الکتاب) ای القرآن (والحکمۃ) ای السنۃ

اور تفسیر روح البیان میں ہے :-

(واتقوا اللہ) فی شان المحافظۃ علیہ والقیام بحقوق لواجبۃ (واعلموا ان اللہ بکل شئ علیم) فلا یخفی علیہ شئ مما تاتون وما تذرون فیواخذکم بانواع العذاب۔

ان عبارات کا وہی مفاد ہے جو میں اوپر عرض کر چکا، اس عاجز کی دلی خواہش تو یہی تھی کہ سرکار اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب عالیہ ہی میں کچھ عرض کرتا لیکن اپنے بیان کو ان آیات بیّنات کے عنوان سے معنون کرنے کی ضرورت یوں ہوئی کہ کسی نے ایک گمنام خط بھیجا جس کا مضمون یہ ہے کہ :-

"آپ ایک عالم اور مفتی اعظم ہوتے ہوئے ایک ایسے فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں جو بدعت ہے" [۱]

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اس شبہ کو بھی رفع کر دینا چاہیئے تاکہ یہ لوگ مسلمانوں پر بدگمانی کرنے اور اس ذکر خیر کو معصیت کہنے سے باز رہیں کہ یہ دونوں باتیں گناہ عظیم ہیں غرض اس وجہ سے مجھ کو اس راستہ کو طے کرنا پڑا ورنہ ہمیشہ ہم ایسے اعتراض کو نظر انداز کرتے رہے اس لئے کہ ایسے اعتراضات کے جوابات میں بسا اوقات ایسے کلمات بھی صادر ہو جاتے ہیں جو مخاطب کے لئے باعث اذیت ہوتے ہیں اور یہ بھی شرعاً ممنوع ہے لیکن اسس

---

[۱] حضرت علیہ الرحمہ ۱۲ ربیع الاول کی شب کو سالانہ محفل میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد کرایا کرتے تھے جو اپنی نوعیت کی پاک و ہند میں واحد محفل تھی جہاں آداب شریعت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا، یہ مجلس مبارکہ مسجد جامع فتحپوری (دہلی) میں بعد نماز عشاء شروع ہوتی اور نماز فجر تک جاری رہتی، نماز فجر کے بعد تقریباً دس من شیرینی تقسیم کی جاتی اس سے حاضرین کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ۱۲ ربیع الاول کو صبح ۱۰ بجے سے لنگر جاری ہوتا اور سہ پہر تک تقریباً چالیس پچاس من کھانا کھلایا جاتا، پھر بعد نماز ظہر دوسری مجلس ہوتی جو نماز عصر تک جاری رہتی — اس گمنام خط میں انہیں محافل کی طرف بعض معاندین کا اشارہ ہے۔

Marfat.com

وقت اس اصل پر نظر رکھتے ہوئے کہ اذا ابتلی ببلیتین فاختار اھون منھما ناچار اس طرف متوجہ ہونا پڑا لیکن پھر بھی اپنے بیان میں ہرگز ہرگز کسی خاص شخص کو مخاطب نہ کروں گا۔

یہاں تک ان آیات بیّنات کا ترجمہ اور تفسیر تھی جو میرے بیان کی زیب عنوان ہیں لیکن تاویل کا دروازہ ابھی کشادہ ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ وذکروا نعمۃ اللہ علیکم میں "نعمۃ اللہ" سے حضور اقدس مراد ہوں تو بعید نہیں اس لئے کہ حضورؐ کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم "نعمۃ اللہ" بھی ہے چناں چہ دلائل الخیرات شریف میں حضور کے اسمائے شریفہ میں اس اسم شریف کو بھی بیان فرمایا ہے بلکہ مصنف دلائل الخیرات رحمۃ اللہ علیہ اپنی ابیات میں جہاں حضورؐ کے اسمائے شریفہ میں سے اسم مبارک "رحمۃ اللہ" کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا ہے وہاں اسم مبارک "نعمۃ اللہ" سے بھی آپ کو مخاطب کیا ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں:-

یارحمۃ اللہ انی خائف وجل
یانعمۃ اللہ انی مفلس عانی

یعنی اے اللہ تعالیٰ کی رحمت بیشک میں ڈر رہا ہوں اور لرز رہا ہوں
اے خدا کی نعمت بے شبہ میں محتاج اور عاجز ہوں۔

ولیس لی عمل القی العلیم بہ
سوا محبتک العظمیٰ وایمانی

یعنی اور میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بھروسے پر خدائے علیم کی جناب میں حاضر ہوں سوائے آپ کی محبت عظمیٰ اور اپنے ایمان کے۔

فکن امانی من شرّ الحیٰوۃ ومن
شر الممات ومن احراق جسمانی

یعنی تو حضورؐ میرے لئے امان اور پناہ ہو جائیں زندگی اور موت کی برائی سے اور میرے بدن کے جلنے سے۔

وکن غنای الذی ما بعدہ فلس
وکن فکانی من اغلال عصیانی

Marfat.com

یعنی اور حضور میرے حق میں ایسی غنا اور لاپرواہی ہو جائیں جس کے بعد پھر محتاجی نہ ہو، اور حضور میرے گناہوں کے طوقوں سے چھٹکارے کا باعث ہو جائیں۔

میری غرض ان ابیات کے ذکر کرنے سے صرف اسی قدر ہے کہ آیۂ کریمہ وا ذکروا نعمۃ اللہ میں اگر نعمت اللہ سے حضور کی ذاتِ اقدس مراد لی جائے تو بیجا نہیں اس لئے کہ یہاں نعمت اللہ سے عام انعام الٰہیہ مراد ہیں جس میں کسی کو بھی مقالِ دم زدن نہیں اور یہ بھی اپنے مقام پر ثابت کہ حضور تمام انعام الٰہیہ کا سرچشمہ ہیں جس کو جو کچھ ملا اور ملتا ہے اور ملے گا سب میں حضور ہی واسطہ ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اپنی اس بیت میں اشارہ فرمایا ہے:-

فاشهد ان الله ارحم خلقه

وانك مفتاح لكنز المواهب

یعنی میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر رحم فرمانے والا ہے اور اس کی (شہادت دیتا ہوں) کہ حضور نعمتوں اور بخششوں کے خزانہ کی کنجی ہیں۔

تو حضور کا ذکر گویا تمام ہی انعام الٰہیہ کا ذکر ہے برخلاف اس کے اگر آپ نعمتوں کے افراد پر نظر کریں تو کہاں تک آپ اس کی نعمتوں کا ذکر کر سکتے ہیں، جن کا شمار، شمار کرنے والے کی طاقت سے باہر ہے جس کو جناب باری خود ارشاد فرماتا ہے:-

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (النحل: ۱۸)

یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے۔

تو جس کا شمار ہی آنا ہی ممکن نہیں ان کا ذکر کیسے کیا جا سکتا ہے، ہاں اگر آپ نے حضور کا ذکر کر لیا تو گویا آپ نے تمام ہی انعام الٰہیہ کا ذکر کر لیا، غرض خواہ حضور کو مجموعۂ انعام الٰہیہ تصور کیا جائے یا صرف ایک ایسی نعمت عظمیٰ جس سے اونچے درجہ کی کوئی نعمت نہیں یہ ثابت ہے کہ حضور کا ذکر شریف بنص قطعی ان کے مولیٰ جل وعلیٰ نے ہم پر واجب کیا ہے تو جو شئے ہم پر واجب کر دی گئی تو اس کو کس کی جرأت ہے کہ بدعت کہے؟ - اور جب ان کے ذکر کے بلند کرنے کا ذمہ خود ان

کے مولیٰ نے لے لیا تو کس کا زہرہ ہے کہ ان کے ذکر کو بدعت کہہ کر مٹانے کی ہمت کرے؟ اور وہ چاہے بھی تو یہ ذکر مٹ کیسے سکتا ہے جب کہ ان کے مولیٰ کا ارشاد ہے :-

ورفعنا لك ذكرك

محبوب ہم نے تمہارے ذکر کو بلند فرمایا۔

پھر یہ دولت حضور کو آج ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ ازل سے حاصل ہے جناب آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے قالب میں روح پہنچانے کے بعد ان کی پہلی نظر اسی محبوب پاک کے اسم شریف پر ڈلوائی جاتی ہے کہ انہیں پہچان لو، ہمارے ساتھ اس ہمارے محبوب پر بھی تمہیں ایمان لانا ہوگا اور اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرنی ہوگی کہ ان کا ذکر ہمیشہ جاری رکھیں، چناں چہ انہوں نے حضرت شیث علی نبینا وعلیہ السلام کو اس کی وصیت کی پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مسیح کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام "مُبشرًا برسول یأتی من بعدہ اسمہٗ احمد" کہتے ہوئے تشریف فرما ہوئے یعنی "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں اس کی بشارت دیتا ہوا کہ میرے بعد وہ رسول آنے والے ہیں جن کا اسم گرامی احمد ہے" —— غرضیکہ ورفعنا لك ذكرك کے جلوہ کا ظہور کچھ حضور کے مبعوث ہونے کے بعد ہی پر موقوف نہیں اس سے قبل بھی حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثناء حضور کے مناقب شریفہ کے ذکر سے رطب اللسان رہے اور اپنی مجالس و محافل کو حضور کی یاد و ذکر سے زینت دیتے رہے۔

علامہ فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ مطالع المرآت شرح دلائل الخیرات میں چند آیات تورات نقل فرماتے ہیں جن میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

یاموسیٰ احمد فی اذا امننت علیك مع كلامی ایاك بالایمان باحمد ولو لم تقبل الایمان باحمد ما جاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یاموسیٰ من لم یومن باحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم

یشتق الیہ کانت حسناتہ مردودۃ علیہ ومنعتہ حفظ الحکمۃ ولا ادخل فی قلبہ نور الھدیٰ وامحو اسمہ من النبوۃ یا موسیٰ من اٰمن باحمد وصدقہ اولٰئک ھم الفائزون ومن کفر باحمد وکذبہ من جمیع خلقی اولٰئک ھم الخاسرون ، اولٰئک ھم النادمون اولٰئک ھم الغافلون ہ

یعنی اے موسیٰ میری حمد کر جب کہ میں نے تجھ پر احسان کیا کہ اپنی ہمکلامی کے ساتھ تجھے احمد پر ایمان عطا فرمایا اور اگر تو احمد پر ایمان لانا قبول نہ کرتا تو میرے گھر میں مجھ سے قربت حاصل نہ کرتا نہ میری جنت میں چین کرتا ، اے موسیٰ (کچھ تم ہی پر موقوف نہیں) ، تمام مرسلین میں سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے اور اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کا مشتاق نہ ہو اس کی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کے حفظ سے روک دوں گا اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا اور اس کا نام دفتر انبیاء سے مٹا دوں گا ۔ اے موسیٰ ! جو احمد پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی وہی ہیں مراد کو پہنچے ہوئے اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار کیا اور اس کی تکذیب کی وہی ہیں نقصان اٹھانے والے وہی ہیں پشیمان ، وہی ہیں غافل اور بے خبر ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قسم کی چند آیات کتب منزلہ سے نقل فرمائی ہیں بخوفِ طوالت ان کو میں نقل نہیں کر سکا کہ اہل فہم کیلئے جو کچھ بیان کر چکا ہوں یہی بہت کچھ ہے جس سے ثابت ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل بھی حضور کے ذکر کا ہر زمانے میں چرچا رہا ہے ۔ اس سے محروم رہے صرف وہی لوگ جن کی قسمت ہی میں یہ دولت نہیں لکھی تھی اور بعثت کے بعد بھی وہی لوگ محروم رہے جس کی شکایت ان کے ذکر کو بلند کرنے والا ان کا مولیٰ تعالیٰ ان الفاظ میں فرما رہا ہے :-

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین ہ

Marfat.com

(یعنی یہ یہود جو آج تمہارے مقابلے میں اڑے ہوئے ہیں انہی کا یہ حال تھا کہ) تمہاری بعثت سے پہلے مشرکین عرب اور کفار مکہ پر تمہارے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے (اور اس طرح ہم سے عرض کرتے تھے:)

اللّٰھم انصرنا بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان
الذی نجد نعتہ فی التورات۔

الٰہی ہمیں فتح نصیب فرما اس نبی کے صدقے میں جو آخر زمانے میں تشریف فرمانے والے ہیں، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، لیکن جب وہ جانا پہچانا تشریف فرما ہوا تو اس سے منکر ہو بیٹھے پس منکرین پر اللہ کی لعنت ہے اور وہ اللہ کی رحمت اور جنت سے محروم۔

(ب)

الغرض اس بیان سے آپ حضرات کے اذہان میں یہ بات تو بخوبی مرتکز ہو گئی ہوگی کہ اس محبوب مرغوب کا ذکر اس کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے اور اس کی تشریف لانے کی بشارتیں دی جاتی رہی ہیں اس کے بعد پھر خود ان کا مولیٰ و علی ان کے تشریف لانے کا ذکر متعدد آیات میں فرماتا ہے چناں چہ فرماتا ہے:۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (یونس: ۱۲۸)

یعنی بلاشبہ تمہیں میں سے تمہارے پاس ایک ایسا معزز رسول آپہنچا جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہے، تمہاری ہدایت پر بڑا حریص ہے مسلمانوں پر شفقت فرمانے والا مہربان۔

اس آیۃ کریمہ میں حضور کی تشریف آوری کا بھی ذکر فرمایا گیا اور مناقب جلیلہ کا ذکر بھی تو میلاد شریف میں انہیں امور کا تو ذکر ہوتا ہے تو ایسا ذکر جس کو ان کے مالک مولیٰ نے کیا ہو اس کو بدعت کیسے کہا جا سکتا ہے؟۔

عزیزو! وہ تو اس شہنشاہ مطلق کے محبوب ہیں، احادیث میں تو عام صالحین

Marfat.com

کے ذکر کو عبادت فرمایا ہے، خود سرکار اقدس سے ان کا مالک مولیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَاذکر عبدنا داؤد ـــــ واذکر عبدنا ایوب ـــــ وَاذکر عبدنا ابراھیم وَاسحٰق ویعقوب ۔ (صٓ : ۱۷، ۴۵)

یعنی ہمارے بندے داؤد کا ذکر کرو ـــــ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو ـــــ ہمارے بندوں ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب کا ذکر کرو۔

اس مضمون کی متعدد آیتیں ہیں، تو جب انبیاء صالحین کا ذکر اللہ کو مطلوب ہے تو سید الانبیاء کے ذکر کو بدعت کون کہہ سکتا ہے، پھر حضور نے خود بھی اپنے فضائل اور ولادت کے واقعات علی رؤس الاشہاد بیان فرمائے ہیں، چناں چہ ترمذی شریف میں حضرت عباس سے روایت ہے کہ "وہ ایک مرتبہ حضور کی خدمت شریف میں آئے (یعنی غصے میں بھرے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے حضور کے باب میں کافروں کا کچھ طعن سنا ہے) پس حضور منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا کہ:-

بتلاؤ میں کون ہوں؟

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا (یعنی انسانوں میں) پھر اس کے دو فرقے کیے (یعنی عرب و عجم) تو مجھے بہتر فرقے میں (یعنی عرب میں) رکھا پھر اس کے قبیلے قبیلے کر دیے تو مجھے بہترین قبیلے (یعنی قریش میں) رکھا، پھر قریش کے گھرانے گھرانے کر دیے تو مجھے بہتر گھرانے میں کیا (یعنی بنی ہاشم میں) پس میں آدمیوں میں سب سے بہتر ہوں ذات کے اعتبار سے بھی اور گھرانے اور نسب کے اعتبار سے بھی"

اور امام احمد نے عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

میں اللہ کے نزدیک ایسے وقت خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں کہ آدم ابھی آب و گل ہی میں تھے اور اب میں تمہیں اول امر یعنی اپنی پیدائش کے ابتدائی واقعات کی خبر دوں، وہ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہے (یعنی وہ دعا جو انہوں نے کی تھی کہ ربنا وابعث فیھم رسولاً

مِنْهُمْ الآیہ) اور عیسیٰ کی بشارت ہے (یعنی وہ خبر جو انہوں نے دی تھی کہ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ) اور میری والدہ کا خواب ہے (یعنی وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ تیرے حمل میں انبیاء کے سردار ہیں) اور یقیناً میری پیدائش کے وقت میری والدہ شریفہ سے ایک ایسا نور نکلا کہ ان کے لئے اس نور سے شام کے محل نظر آنے لگے (یعنی حضرت آمنہ نے اپنے مقام سے ملک شام کے محل ملاحظہ فرمائے، بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت آمنہ نے فرمایا کہ اس وقت مشرق سے مغرب تک تمام زمین روشن ہو گئی تھی)۔

تحقیق بدعت

مجھے یہاں وہ عجائبات بیان کرنا مقصود نہیں جو اس وقت ظہور میں آئے کہ ان کی فہرست تو بہت بڑی ہے جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے، صرف یہ بتلانا ہے کہ حضور نے خود اور صحابہ اور دوسرے حضرات نے بارہا حضور کے فضائل اور حضور کی پیدائش کے وقت کے واقعات ذکر کئے ہیں، پس مسلمانوں کے لئے اس کا ذکر کرنا یقیناً حتماً جزماً مستحب ہے اس کو ہرگز ہرگز بدعت نہیں کہا جا سکتا، ہاں بعض کو یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ حضور کا یا صحابہ کا اس ذکر کے لئے مجالس منعقد کرنا ثابت نہیں اور جو شے حضور سے یا صحابہ سے ثابت نہیں اس کا اختیار کرنا اور اس کا رواج دینا بدعت ہے۔ تو میرے عزیزو! یہ صحیح نہیں کہ حضور کے بعد جو شے بھی نکلی بدعت ہے، اگر یہ قول صحیح ہو تو ہزارہا وہ چیزیں جو آج نہ صرف جائز اور مباح قرار دی جاتی ہیں بلکہ ان کو دین کا اور ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے (بدعات میں شمار ہوں گی) میں ان چیزوں کو کہاں تک گنوا سکوں گا، نمونۃً دو چار ہی عرض کروں گا۔

صحابہ کے زمانے میں قرآن کے حروف پر نہ سکنات تھے نہ حرکات، بعد میں زبر زیر پیش لگائے گئے اور اس کے تیس پارے مقرر کئے گئے اور اس کو ضروری قرار دیا گیا، پھر ہر پارہ کے ربع اور نصف اور تین ربع مقرر کئے گئے، دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عشر مقرر کیا گیا، جس کا رواج عرب میں ہے قرآن کریم میں رکوع بنائے، یہ تمام امور صحابہ کے بعد کی پیدائش ہیں لیکن اس

Marfat.com

کو کوئی بدعت نہیں کہتا۔

پھر یہ امور تو وہ تھے جس میں صحابہ کی طرف سے سکوت پایا جاتا ہے بعض ایسے امور جن کی ممانعت ثابت ہے باقتضائے زمانہ فقہا نے ان کو جائز رکھا، چناں چہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

مَا اُمِرْتُ بِتَشْبِیْبِ الْمَسَاجِدِ قال ابن عباس لتزخرفنها کما زخرفت الیہود۔

یعنی مجھے حکم نہیں دیا گیا مساجد کے بلند بنانے کا اور اس کی تزیین کرنے کا، حضرت ابن عباس نے فرمایا (اس کا مطلب یہ ہے) کہ ایسا نہ ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو نقوش زریں (اور دیگر تکلفات) سے سجایا تم بھی اسی طرح مساجد کو سجاؤ۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث سے تزئین مساجد کی ممانعت مترشح ہے لیکن پھر بھی فقہا نے اس کا لحاظ کرتے ہوئے کہ لوگ اپنے مکانات کو بلند بلند اور نہایت مزین کر رہے ہیں اگر اس وقت مساجد کی زینت نہ کی جائے گی تو اللہ کے گھر کی تحقیر لازم آئے گی، پس آیۃ کریمہ :-

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج: ۳۲)

اور جو کوئی دین خداوندی کی ان یادگاروں کا ادب رکھے گا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

پر نظر رکھتے ہوئے اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ مسجد کو چونے اور ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی کے ساتھ منقش کرنے میں کچھ حرج نہیں (کذا فی الھدایہ)۔ بلکہ شامی میں لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ مسجد کو زینت دینا مستحب ہے کہ اس میں مسجد کی تعظیم ہے۔ اسی طرح بے شمار وہ کام ہیں جو آج ثواب کا کام سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کا صحابہ کے زمانے میں وجود نہ تھا، جن کی تفصیل نہایت درجہ متعذر ہے۔

اب آپ حیران ہوں گے کہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس بات کا حضور انور کے زمانہ میں وجود نہ تھا وہ یقیناً بدعت ہے اور بدعت کے متعلق ارشاد ہے :-

کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شے بھی حضور کے بعد نکلی وہ بدعت اور گمراہی ہے لہٰذا جن امور کا تو نے ذکر کیا ہے وہ یقیناً بدعت و گمراہی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ فقہا ان کو مستحب بلکہ بعض کو ضروری اور واجب بتلا رہے ہیں ؟ تو عرض یہ ہے کہ تحیر آپ کو اس وجہ سے پیدا ہوا کہ آپ نے بدعت کے معنی لغوی کے لئے، حالاں کہ یہ شرعی اصطلاح ہے تو شارع علیہ السلام سے اس کے معنی دریافت کرنے چاہئیں ، پس جب اس طرف متوجہ ہوتے ہیں تو حضور کا یہ ارشاد ملتا ہے :۔

مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔

یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی شے نکالے جو دین سے تعلق نہیں رکھتی وہ مردود ہے ۔

اس حدیث کے پہلے حصے سے معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں جو شے نکالی جائے شرعاً وہ بدعت ہوتی ہے اور پچھلے حصے سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی بدعات میں بھی وہ بدعت مردود ہوتی ہے جس کی اصل دین میں نہ پائی جاتی ہو اور وہ دین کے مخالف ہو اور اسی کو بدعت سیئہ کہتے ہیں، پھر ایسی بدعت کی نشانی حضور سے دریافت کی جاتی ہے تو حضور کا یہ ارشاد پاتے ہیں کہ :۔

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ ۔

یعنی کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی لیکن اس کے مثل سُنت بن جاتی ہے

پھر اس بدعت یعنی بدعت سیئہ کے مقابل جو بدعات ہیں، جن کو بدعاتِ حسنہ کہتے ہیں، ان کا حکم دریافت کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ ۔

یعنی جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان کو بھی جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب سے کچھ کمی ہو ۔

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو بدعت دین کے مخالف اور اس میں ضعف پیدا

Marfat.com

کرنے والی ہو وہ بدعتِ سیئہ ہے اور جو دین کے موافق اور مامورات ومنہیات شرعیہ میں کسی شے کو قوت دینے والی اور اس کی تائید کرنے والی ہو وہ بدعت حسنہ ہے، پھر ظاہر ہے کہ ضعف و قوت میں بھی کمی اور زیادتی کا فرق ہوتا ہے اس لئے بدعت سیئہ اگر کسی ایسی شے کی مخالفت کر رہی ہے جو ہم پر فرض یا واجب ہے تو ایسی بدعت، بدعت محرمہ ہوگی اور اگر ایسی شے کی مخالفت کرتی ہوگی جو سُنت یا مستحب ہے تو وہ بدعت مکروھہ ہوگی۔ اسی طرح بدعت حسنہ اگر ایسی شئے کو تقویت دینے والی اور اس کو پورا کرنے والی ہے جو ہم پر فرض یا واجب ہے تو ایسی بدعت، بدعت واجبہ ہوگی، اور سُنت یا مستحب کے موافق اور اس کو پورا کرنے والی ہوگی تو وہ بدعت مستحبہ ہے اور اگر کوئی بدعت ایسی ہے کہ وہ مامورات و منہیات میں سے نہ کسی کی مخالفت کرتی ہے نہ موافقت تو وہ بدعت مباحہ ہے۔ بدعت کی انہیں پانچ اقسام کو فقہا اپنی تحریرات میں بیان فرماتے ہیں۔ چناں چہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام، کتاب القواعد میں فرماتے ہیں :-

البدعة امّا واجبة لتدوين اصول لفقه والكلام فى الجرح والتعديل وامّا محرمة كمذهب الجبريه والقدريه وامّا مندوبة كاحداث المدارس وكل احسان لم يكن فى العهد الاول وامّا مكروهة كزخرفة المساجد يعنى عند الشافعى واما عند الحنفيه فمباح وامّا مباحة كالتوسع فى لذيذ المأكل والمشارب۔

یعنی بدعت یا تو واجب ہوتی ہے جیسے قواعد فقہ کی تالیف اور ان کی کتابوں کی تالیف جن میں راویوں کے حالات پر بحث کی جاتی ہے کہ وہ عادل ہیں یا غیر عادل، یا محرمہ ہوتی ہے جیسے جبریہ اور قدریہ مذہب، یا مندوبہ اور مستحبہ ہوتی ہے جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور ہر اس نیک بات کا قائم کرنا جو حضور کے زمانے میں نہ تھی۔ یا مکروھہ ہوتی ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک مساجد کو زینت دینا لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ بدعت مباحہ ہے، یا مباحہ ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے

Marfat.com

پینے کی چیزوں میں توسع ۔

شامی اور اشعۃ اللمعات وغیرہما میں بھی بدعات کی اسی طرح تقسیم کی ہے، طوالت کی وجہ سے میں ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہ کر سکا، نیز اس لئے کہ حق شناس حضرات کے لئے تو ایک ہی عبارت کافی ہے ۔

(ج)

اب جب آپ حضرات کے یہ ذہن نشیں ہو چکا کہ بدعات پانچ قسم کی ہیں :-

بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروھہ، بدعت مباحہ

تو اب آپ اس مجلس کے متعلق غور فرمائیں کہ ان بدعات میں سے یہ کس بدعت کے افراد میں داخل ہے ؟ تو ظاہر ہے کہ اوامر و نواہی سے یہ کسی کا مقابلہ نہیں کر رہی تو کم از کم یہ مجلس بدعت مباحہ تو یقینی ہے، جس کے حکم کا مدار نیت پر ہے، اگر کچھ نیت نہ ہو تو نہ باعث ثواب ہے نہ موجب عقاب اور اچھی نیت سے کیا جائے تو باعث ثواب، اور بری نیت سے کیا جائے تو باعث گرفت لیکن نہیں مجھے کہنے دیجئے کہ یہ بدعت مستحبہ ہے جس کا فاعل مستحق ثواب ہوتا ہے اس لئے کہ ثابت کیا جا چکا کہ یہ ذکر سنت ہے خود حضور کی، دوسرے انبیاء کی، صحابہ کی ۔ اور دوسرے صلحاء کی ——— اور یہ مجلس اسی سنت کی تکمیل کر رہی ہے اور جو شے فعل سنت کی تکمیل کا باعث ہو وہ سنت مستحبہ ہوتی ہے تو ضرور یہ مجلس بدعت مستحبہ ہوئی، اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ بدعت کے اقسام پنجگانہ میں سے یہ مجلس بدعت مستحبہ ہے تو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنے والا اور اس کو بدعت سیئہ محرمہ یا مکروھہ کا اعتقاد رکھنے والا بدعتی قرار پائے گا اس لئے کہ بدعتی اسی کو کہتے ہیں جو کسی شے پر احکام شرعیہ سے جو حکم ثابت ہو اس کے خلاف کا اعتقاد رکھتا ہو چناں چہ درمختار میں ہے :-

وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ ۔

یعنی بدعت اس حکم کے خلاف کا اعتقاد کرنا ہے جو کسی شے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جب کہ کسی شبہ کی بنا پر ہو عناد کی بنا پر نہ

ہو کہ عناد کی بنا پر تو ایسا اعتقاد کفر ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس فعل مستحب کو بدعت کہتے ہیں حقیقت میں وہی بدعتی ہیں، ایسے لوگوں کو اس بُرے اعتقاد سے توبہ کرنا چاہیئے قطع نظر اس کے ایسا خیال بدعت ہے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی اذیت کا بھی باعث ہے خصوصاً ان بڑے بڑے محدثین اور جلیل القدر علمائے عظام کی ارواح طیبہ کی اذیت کا موجب ہے جن کے مقابل اس زمانے کا بڑے سے بڑا عالم بھی طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔

بتلانا یہ ہے کہ عرس اور مولود شریف کا ایسا مسئلہ نہیں جو اس زمانے کی پیداوار ہو بلکہ تقریباً آٹھ سو سال سے متقدمین مولود شریف کے جواز اور استحباب پر متفق ہیں، تو اس کو بدعت و حرام کہنا ان ہزارہا جلیل القدر حضرات پر طعن کرنا ہے جو گناہِ عظیم ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گناہ سے محفوظ رکھے!

رہا یہ خدشہ کہ جب حضور اور صحابہ کے زمانے میں ایسی مجالس نہیں ہوتی تھیں تو پھر ایسی مجالس کی تدوین کیوں کی گئی؟ - تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے افعال کے لئے ضرورتیں مجبور کرتی ہیں، جس طرح قرآن کی عبارات پر اعراب نہ تھے جب یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ عجمی لوگ اسے کیسے پڑھ سکیں گے، تو اعراب لگائے گئے، احادیث نہ لکھی جاتی تھیں بلکہ لکھنے کی ممانعت تھی لیکن جب یہ دیکھا کہ اب لوگوں کے حافظے ضعیف ہو گئے ہیں تو احادیث لکھی گئیں، اسی طرح بکثرت ایسی چیزیں پائیں گے جن کا وجود قرنِ اوّل میں نہ تھا بعد میں بضرورت نکالی گئیں، یہی اس کا حال سمجھئے کہ پچھلے زمانے میں شوق تھا اور وہ علماء کی مجالس میں جا کر حضور کے فضائل و مناقب اور آپ کی ولادت کے واقعات سُن کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے اور آپ کے ساتھ محبت کو ترقی دیتے تھے جو مولیٰ تعالیٰ کو مطلوب تھا لیکن جب دیکھا کہ مسلمانوں کے اس شوق میں کمی آگئی، حالاں کہ اس کی سخت ضرورت ہے تو اس کو دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اس کارِ خیر کی ابتداء شہر موصل میں حضرت عمر بن محمد رضی اللہ عنہ نے جو اکابرین صلحاء

Marfat.com

سے تھے، کی جیسا کہ علامہ ابو شامہ نے لکھا ہے اس کے بعد بادشاہوں میں سے اوّل بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولود شریف تخصیص و تعیین کے ساتھ اس شان کیساتھ کیا کہ اکابرین علماء وصوفیہ کرام اس محفل میں بلا نکیر شریک ہوتے تھے تو گویا تمام اکابرین کا جواز و استحباب پر اتفاق ہو گیا تھا، یہ بادشاہ ہر سال ربیع الاول شریف میں تین لاکھ اشرفیاں لگا کر یہ محفل کیا کرتا تھا، اس کے زمانے میں ایک عالم حافظ ابو الخطاب بن دحیہ تھے جس کے علم کی علامہ زرقانی وغیرہ نے اپنی تصانیف میں بڑی تعریف کی ہے، انہوں نے سلطان ابو سعید کے لئے بیان مولود شریف میں ایک کتاب مسمّی بہ "کتاب التنویر فی مولد سراج المنیر" تصنیف کی جس کو خود ہی سلطان کے سامنے پڑھا، سلطان بہت خوش ہوا اور آپ کو ایک ہزار اشرفی انعام میں دی، اس کے بعد تو دنیا کے تمام اطراف و بلاد میں ماہ ربیع الاول میں مولود شریف کی محفلیں ہونے لگیں جس کی برکت سے مولائے کریم کا فضل عمیم ظاہر ہونے لگا، چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ حلبی اور قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نقل فرماتے ہیں :-

ثم لا زال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فی شهر مولده ويعتنون بقرأة مولد الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔

اس عبارت کا وہی مطلب ہے، جو میں نے عرض کیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ما ثبت من السنہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ابو لہب نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو اس صلے میں آزاد کر دیا تھا کہ اسنے اس کو سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی تھی تو ابو لہب کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہو کیا حال ہے؟ بولا آگ میں ہوں" ۔ البتہ اتنا کرم ہے کہ ہر پیر کی رات مجھ پر تخفیف کر دی جاتی ہے اور اشارہ سے بتلایا کہ اپنی دو انگلیوں سے پانی چوس لیتا ہوں اور یہ مجھ پر یوں عنایت ہے کہ مجھے ثوبیہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی تھی تو اس بشارت کی خوشی میں میں نے اس

دو انگلیوں کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے پھر حضور کو دودھ پلایا تھا۔"

پھر شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ :-

اس پر علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ جب ابو لہب جیسے کافر کا (جس کی مذمت میں قرآنِ کریم نازل ہوا) یہ حال ہے کہ اس کو حضورؐ کی پیدائش کی رات خوش ہونے پر دوزخ میں بھی بدلہ دیا جا رہا ہے، تو حضور کی امت میں سے ان لوگوں کے حال کا کیا پوچھنا جو حضور کی پیدائش کے بیان سے خوش ہوتے ہیں اور جس قدر بھی مقدور ہوتا ہے ان کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ مجھے اپنی جوانی کی قسم کہ ان کی جزا خدائے کریم کی طرف سے یہی ہوگی کہ ان کو اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل فرمائے گا۔

پھر فرماتے ہیں :-

ومما جرب من خواصه انه امان فی ذالك العام وبشری عاجل بنیل البغیة والمرام فرحم امرأ اتخذ لیالی شهر مولده المبارك اعیادا لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض وعناد۔

یعنی مولود شریف کی خاصیتوں میں ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ وہ اس سال امان کا باعث ہوتا ہے اور حاجت و مقصود برآری کے لئے بشارت عاجلہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو مولد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عیدیں منائے تاکہ جس کے قلب میں مرض و عناد ہے اس کے لئے سخت علت ہو۔

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وقت میں بھی اس محفل شریف کو کوئی بدعت کہنے والا ہوگا جس کے لئے ایسے سخت کلمات کا استعمال فرمایا۔ ہاں بعض محققین نے بھی اس کا رد کیا ہے مگر نہ نفس مولود شریف کا بلکہ ان لغویات کا جو خواہشات نفس کے بندوں نے اس پاک محفل میں شامل کر کے اس کی صورت ہی مسخ کر دی تھی اور

آلات لہو کو شامل کر کے اس کو کھیل تماشا بنالیا تھا سو اس کا رد کرنا تو محققین پر لازم[1] تھا اسے کون جائز رکھ سکتا ہے ؟ جن حضرات نے ایسی چیزوں کا رد کیا ہے وہ ضرور قابل تحسین اور مستحق داد ہیں جیسے ابن حاج وغیرہ ۔ چناں چہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اسی ماثبت من السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں :-

وَلقد اطنبَ ابن الحاجّ فی المدخل فی الانکار علیٰ ما احدثہ الناس مِنَ البدع والاھواء والغنا بالآلات المحرمۃ عند عمل المولد الشریف فان اللہ تعالیٰ یثیبہ علی القصد الجمیل وَیسلک بنا سَبیل السّنۃ فانہ حَسبنا ونعم الوکیل

یعنی اور بیشک ابن حاج نے مدخل میں ان باتوں پر سخت انکار کیا ہے جو لوگوں نے مولود شریف میں بدعات اور ہوا و ہوس کی چیزیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا بجانا شامل کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اس نیک مقصد میں ثواب عطا فرمائے اور ہم کو سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہمارے لئے کافی اور اچھا وکیل ہے ۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے اس مجلس کو

---

[1] حضرت علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت مولینا محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۹ھ) نے اسی قسم کی محافل میلاد کے خلاف فتویٰ دیا ہے ۔ چناں چہ جہلاء میں مروجہ محفل میلاد کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں ایک فتویٰ ہے جس پر حضرت مولانائے ممدوح تصدیقی دستخط ثبت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

جواب صحیح ہے اور یہ مولود مروجہ بدعت ہے ، چناں چہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں عبارت ہکذا :-

اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں آواں در دنیا زندہ بودے و ایں مجلس و اجتماع کہ منعقد می شد آیا ایں امر را ضی می شدند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ ؟ یقین فقیر آن است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند ، مقصود فقیر اعلام بود ، قبول کنید یا نہ کنید ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

Marfat.com

تاشے باجے، ڈھول سارنگی کے ساتھ شروع کر دیا تھا تو ایسی مجلس کا رد کرنا تو ضروری تھا اور یقیناً ایسی مجلس بدعت تھی لیکن ایسی مجلس سے ہماری مجلس کو کیا واسطہ ؟ پس اس کو کیسے بدعت کہا جا سکتا ہے ؟ جس کو آٹھ سو سال سے تمام بزرگان دین کرتے چلے آئے ہیں جن کا شمار میں آنا متعذر ہے، میں پچھلے حضرات میں بعض اکابرین کے نام ضرور گنواتا لیکن عوام چوں کہ ان کی جلالت شان سے واقف نہیں تو ان کا ذکر کچھ فائدہ نہیں دے سکتا، اس لیئے میں دہلی والوں کے لئے صرف دہلی کے انہیں علماء کا ذکر کروں گا جو اس صدی میں گزرے ہیں اور دہلی والے ان کو جانتے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ ابو الخیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور ان کا تو تمام خاندان ہی مجلسِ میلاد کا حامی رہا ہے۔ بلکہ ان کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جو اپنے وقت کے قطب تھے مانعین کا رد تحریر فرمایا ہے، اور حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو مانعین کے استاد اور استاذ الاساتذہ تھے۔

(۲) حضرت شاہ کریم اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے مفتی محمد یعقوب صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ۔

(۳) حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد الرشید صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ۔

(۴) حضرت مولانا کرامت اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

(۵) حضرت شاہ محمد عمر صاحب المعروف بہ اخوند صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔

(۶) صاحب تفسیر حقانی حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی رحمتہ اللہ علیہ۔

ان حضرات کو تو گزرے ہوئے قریب ہی زمانہ گزرا ہے جن کو اہل دہلی خوب جانتے ہیں اور ان سے پہلے بزرگوں میں سے (۱) حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (۲) حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ (۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (۴) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ — کو بھی نہ صرف دہلی والے بلکہ دنیائے اسلام خوب جانتی ہے، ان کے علاوہ حضرت شاہ امداد اللہ اور حضرت شاہ رحمتہ اللہ مہاجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی لوگ خوب واقف ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تو مانعین کے پیر اور پیران پیر ہی

Marfat.com

ہیں، یہ سب حضرات (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) مولود شریف کے قائل اور اس پر عامل تھے تو کیا یہ سب ہی معاذ اللہ بدعتی و جہنمی قرار دئے جائیں گے؟ اور کیا اس میں اپنے استادوں اور پیروں کا لحاظ بھی نہ فرمائیں گے؟ ۔ انسان کو منہ سے کوئی بات نکالنی چاہیئے تو سوچ سمجھ کر نکالنی چاہیئے ۔ مولود شریف کو بدعت کہہ کر خیال تو فرمائیں آپنے کیسے کیسے اکابر کو بدعتی جہنمی کہہ ڈالا ۔

خیر یہاں تک تو آپ کا یہ قول فسق ہی تھا ۔ مجھے تو آپ کا یہ قول اس سے بھی زیادہ موجب قباحت نظر آتا ہے اس لئے کہ یہ مجلس سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہے اور جو شے حضور سے نسبت رکھتی ہے اس کی توہین اس جہت سے کرنا کہ وہ حضور سے نسبت رکھتی ہے کفر ہے اس لئے میری باادب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لئے اس مجلس کو بدعت کہنے سے باز رہیں کہ اس میں آخرت کے نقصان کا خوف ہے، لاکھوں کروڑوں صالحین کو بدعتی کہہ کر ایک فعل حرام کے مرتکب ہوتے ہیں کہ یہ شئے ان حضرات کی ارواح طیبہ کی ایذا کا باعث ہے جو بنص قطعی حرام ہے، دوسروں کی اگر پرواہ نہیں تو کم از کم اپنے اساتذۂ کرام اور پیرانِ عظام کا تو خیال فرمالیا کریں، جب آپ مولد شریف کے فاعلین کو بدعتی بلکہ مشرک جہنمی کہتے ہوں گے تو حضرت حاجی امداد اللہ و حضرت شاہ عبدالغنی رحمہما اللہ جیسے حضرات کی ارواح طیبہ پر کیا گزرتی ہوگی جو اس مجلس مولد شریف کو باعث حسنات اور موجب برکات اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ فرماتے کہ

"مجھے اس کا عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض و انوار و برکات و رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے"۔

اگر آپ خود ایسی مجلس کا انعقاد نہ کریں، شوق سے نہ کریں۔ کہ یہ ایک مستحب فعل ہے کوئی کرے یا نہ کرے مختار ہے، کسی کو اس پر طعن و تشنیع کی مجال نہیں، زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اس کے برکات سے محروم رہے گا ۔ لیکن اگر کوئی اس کو بدعت کہے گا تو یاد رہے کہ حقیقت میں بدعتی وہی ہوگا کہ بدعت خلاف شریعت اعتقاد کو کہتے ہیں خواہ ناجائز کو جائز اعتقاد کرے یا جائز کو ناجائز ۔

Marfat.com

(د)

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مجلس کے آخر قیام کیا جاتا ہے اور قیام عبادت ہے پس غیر اللہ کے لئے قیام کرنا شرک ہے۔ تو عزیزو! یہ خیال بھی غلط ہے کہ قیام مطلقاً عبادت ہے اگرچہ نماز کے علاوہ ہو چناں چہ غنیۃ المتملی میں ہے:۔

وَالقیام لم یشرع عبادۃ وحدہٗ۔

جو شے بھی مستحق تعظیم ہو اس کے لئے کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں، چناں چہ کبیری میں ہے

ولا یکرہ قیام القاری للقادم تعظیماً اذا کان مستحقا للتعظیم۔

یعنی آنے والے کسی معظم شخص کے لئے قرآنِ کریم تلاوت کرنے والے کو کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔

توجب قرآنِ کریم پڑھنے والے کے لئے کسی کے واسطے کھڑا ہونا بھی مکروہ نہیں، تو قرآن کریم تلاوت نہ کر رہا ہو اس کا کسی کے لئے قیام کرنا کیوں شرک ہوگا؟ اب رہا یہ کہ یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے؟ تو علماء نے اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے اس کے مختلف جواب دئے ہیں، اس لئے یہ عاجز بھی اپنے ذوق کے موافق اس کے دو جواب عرض کرتا ہے۔

ایک تو یہ کہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:۔

وَاتبع سبیل من اناب الیّ (لقمٰن، ۱۵)

یعنی اس راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔

اور میری نزدیک حضرت حاجی امداد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات یقیناً منیبین الٰہی سے تھے نیز حدیث میں سرکارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،

اتبعوا السواد الاعظمَ (بڑی جماعت کی پیروی کرو) -- نیز فرمایا:۔

اذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظمِ

جس وقت تم اختلاف دیکھو تو لازم پکڑو بڑی جماعت کی پیروی کو۔

اور یہ اوپر بتلایا جا چکا ہے، کہ بڑی جماعت تو درکنار ابتداء میں اس کے استحسان پر تمام ہی علماء متفق تھے، کوئی بھی اس کا مخالف نہ تھا ہاں اس کے پچاس سال بعد

Marfat.com

ایک عالم ناگہانی مغربی نے اس سے اختلاف کیا اس کے بعد اس کی پیروی بعض علماء نے کی لیکن ہمیشہ مخالفین کی جماعت قلیل رہی چناں چہ اس زمانے میں بھی مخالفین قلیل ہیں۔ سوائے ہندوستان کے دوسرے ممالک اسلام میں اس کا مخالف نظر نہیں آتا چناں چہ حضرت نور المشائخ کابلی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا فضل عثمان شاہ صاحب[1] دہلی میں تشریف فرما ہوئے تھے، ان سے اس کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ہمارے ہاں (افغانستان میں) ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس کا مخالف ہو، گھر گھر میں مولد شریف مع قیام ہوتے ہیں اور دُنبے ذبح کئے جاتے ہیں، لذیذ کھانے کھلا کر اس کا ثواب سرکار اقدس کی جناب میں نذر کیا جاتا ہے۔ یوں ہی حضرت زید صاحب[2] سلمہٗ فرماتے تھے کہ مصر میں اس

اولاد مجدد

[1] حضرت نور المشائخ المعروف بہ ملا شور بازار رحمتہ اللہ علیہ افغانستان کے مشہور و معروف صوفیہ میں سے تھے، حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ کابل میں آپ کی خانقاہ شریف مرجع خاص و عام ہے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے تھے، شاہ ظاہر شاہ آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں تھا، آپ نے کابل ہی میں وصال فرمایا۔ صدر المشائخ حضرت مولینا فضل عثمان صاحب مجددی فاروقی آپ ہی کے بڑے صاحبزادے ہیں اور عالم اور صوفی ہیں، ایک عرصہ سے لاہور میں مقیم ہیں، حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ راقم پر بھی مہربان ہیں ——— آپ کے اور آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات کے لئے راقم کی تالیف تذکرہ مظہر مسعود، جلد دوم، مطبوعہ کراچی مطالعہ کی جائے۔ (مرتب)

اولاد مجدد

[2] حضرت زید ابو الحسن، دہلی کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں، ۲۵ رمضان ۱۳۲۴ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی، جامعہ ازہر (مصر) سے فارغ التحصیل ہیں، آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں حضرت مصنف علیہ الرحمہ سے آپ کو بے پناہ انسیت و محبت تھی اور راقم پر بھی بہت ہی مہربان ہیں، آپ نے دہلی میں خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر میں رونق بخش مسند ارشاد ہیں آپ کی متعدد تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور بعض تصانیف ابھی قلمی صورت میں ہیں۔

(بقیہ آگے)

Marfat.com

کا عام رواج ہے، غرض ایک جواب تو یہ ہے کہ جس میں اصلاً کسی کو کلام کی گنجائش نہیں
دوسرا جواب یہ ہے کہ جلسے کے اختتام پر سرکار اقدس کی توجہ تام زیادہ
مظنون ہے اس لئے ان کے غلام ان کی جناب میں اس وقت خصوصیت کے ساتھ خشوع
وخضوع کے ساتھ باادب سلام پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں، اس لئے کہ جب
حضورؐ کے فضائل جلیلہ اور مناقب رفیعہ مسلمان سُنتے ہیں تو ان کی محبت حضورؐ کے ساتھ
ترقی کر کے شوق کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے خصوصاً جب کہ حضورؐ کے جلوہ افروز ہونیکے
حالات سنتے ہیں تو اس وقت کے حالات کا سماں ان کی خیال کی نظروں کے
سامنے آجاتا ہے اور اس کے ساتھ حضورؐ کی توجہ خاص کی ضیا پاشیاں اپنے
قلب میں محسوس کرنے لگتے ہیں اور یاد آجاتا ہے کہ یہی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جس
کا حق تعالیٰ نے ہم پر احسان رکھا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے :-

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔

(آل عمران : ۱۶۴)

یعنی بلا شبہ یقیناً حق تعالیٰ نے احسان کیا کہ ان میں اپنا ایک معظم رسول بھیجا۔

غرض اس احسان کی یاد اور حضورؐ کی محبت میں ذوق وشوق کا اُبھرنا اور اس وقت
خاص کا تصور اور اس وقت میں حضورؐ کی توجہ خاص کے مبذول ہونے کا خیال
ان سب کا مجموعہ کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ

(بقیہ حواشی ص ۱۷۸) چند تصانیف یہ ہیں :-

(۱) الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید (قلمی) (۲) القول المسنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی (قلمی) (۳) الحجۃ فی مسئلۃ اللحیۃ والقبضہ (قلمی) (۴) الاسانید العالیۃ والشہادۃ السامیۃ (قلمی) (۵) سوانح حضرت شاہ ابوالخیرؒ (قلمی) (۶) خیر البیان فی مولد سید الانس والجان (مطبوعہ) (۷) خیر المولد فی احتفال المولد (مطبوعہ) (۸) خیر المقال فی رؤیۃ الہلال (مطبوعہ) (۹) ماذا قال الائمۃ فی ابن تیمیہ (مطبوعہ) (۱۰) بزم خیر از زید در جواب جمشید (مطبوعہ) (۱۱) مسئلہ ضبط ولادت (مطبوعہ) (۱۲) لآلی منظوم (مطبوعہ) (۱۳) تقویم خیری وغیرہ وغیرہ

Marfat.com

ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور حضور کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر سلام پڑھیں۔

اس مقام پر آپ کو یہ خلجان پیش آتا ہو گا کہ یہ کیا کہا کہ "حضور کی توجہ خاص کا مبذول ہونا اس وقت مظنون ہے" ——— سو یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ سرکار اقدس کا خود ارشاد ہے کہ "میں اہل محبت کا سلام خود بنفس نفیس سنتا ہوں" جس کا صریح مطلب ہے کہ اہل محبت کی جانب میری توجہ مبذول ہو جاتی ہے کہ میں ان کا سلام خود سنتا ہوں اور دوسروں کا بواسطۂ ملائکہ میری خدمت میں پیش ہوتا ہے۔ چناں چہ دیباچہ دلائل الخیرات شریف میں ہے:-

قیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارأیت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یأتی بعدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضاً۔

یعنی کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ ان لوگوں کے حال سے تو ہمیں مطلع فرمائیں جو حضور سے غائب ہیں اور حضور کے بعد آنے والے ہیں ان کے درود کی آپ کے نزدیک کیا کیفیت ہے"؟۔ فرمایا کہ محبت والوں کا درود تو میں خود سنتا ہوں اور سنوں گا، البتہ دوسروں کا درود بذریعہ ملائکہ مجھ پر پیش ہو گا"۔

میں کہتا ہوں کہ جب کچھ کہنے والا کسی سے بات کرے تو کیا سننے والے کی اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی؟ تو اس میں کیا شک رہا کہ اس وقت حضورؐ کی توجہ خاص مظنون ہے؟ اب رہا یہ کہ حضور کیسے سن لیتے ہیں تو اول تو حضور کے فرمان کے ہوتے ہوئے اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرے اب تو مادیات میں ایسے آلات مشاہدہ کر رہے ہیں جن سے بلا کسی ذریعہ کے ہزارہا کوس پر بیٹھا ہوا سن لیتا ہے، آپ کہیں گے کہ اس میں تو برقی قوت ہوتی ہے، یہ حیرت انگیز فعل اس کا ہے تو میں کہتا ہوں کہ جبی اور روحی کا یہ کرشمہ ہے، آپ کے تحیر کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپ اس کی قوت سے واقف نہیں، اس کی قوت کے سامنے برقی قوت ہیچ نظر آتی ہے، یہ قوت خدا کی

معرفت کراتی ہے بلکہ برقی قوت سے جو کام لیا جارہا ہے یہ بھی اسی قوت کا ایک ادنی کرشمہ ہے، میں اس کی قوت پر بھی کچھ روشنی ڈالتا لیکن وقت نہیں، انسان اسی لئے پیدا کیا گیا تھا کہ اس قوت کو ترقی دے لیکن افسوس بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس کی طرف توجہ کی اور وہ کام کر دکھائے کہ برق کی تو حقیقت ہی کیا ہے ماسوا اللہ میں کسی کے بس کے بھی وہ کام نہیں۔

غرض میرے نزدیک پچھلے حضرات کی اس وقت سلام کے لئے قیام کے تجویز کرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (واللہ علم عند اللہ) اور ظاہر ہے کہ ایسے خیالات کے ساتھ قیام میں ہرگز کوئی قباحت نہیں، اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ شارع علیہ السلام سے اگر کسی فعل پر کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ فعل مامورات میں داخل ہوتا ہے اور جس شے سے ممانعت ہوتی ہے تو وہ فعل منہیات میں داخل ہے اور جس شے کے لئے نہ امر ہو اور نہ ممانعت وہ شے مباح ہوتی ہے، جس میں مسلمان مختار ہے کرے یا نہ کرے لیکن یاد رکھئے کہ اگر فعل مباح کو کوئی اچھی نیت سے کرے تو پھر وہ فعل مستحسن اور مستحب کہلاتا ہے لہٰذا جس نیت سے میں نے یہ قیام بتلایا ہے وہ یقیناً اچھی ہے لہٰذا اس نیت سے یہ قیام بھی اچھا اور مستحسن ہوا۔

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس قیام کے وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور اس وقت پیدا ہوئے تو میری نظر میں تو ایسا بیوقوف تو کوئی نظر نہیں آتا[1]،

---

[1] جہلاء اور متوسط طبقے میں جو مولد شریف مروج ہے اس میں قیام کے وقت جو اشعار پڑھے جاتے ہیں ان سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت عالم بالا سے عالم اسفل میں تشریف لا رہے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ محافل نہ اس ماہ میں ہوتی ہیں، نہ اس تاریخ میں، نہ اس وقت میں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے کہ اگر ایسا ہو تو اس خیال کو حقیقت سے کچھ تو نسبت ہو، وقت بے وقت اس قسم کے اشعار رسماً انہیں معنی و مفہوم میں پڑھے جاتے ہیں۔ شاید حضرت علیہ الرحمہ کے علم میں ان مجالس کی کیفیت نہ تھی، حضرت مرحوم نے جن محافل میں شرکت فرمائی ان میں کوئی وجہ مخالفت نہ ہوتی تھی، چناں چہ انداز بیان سے بھی صاف صاف یہی مترشح ہو رہا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

عوام کا خیال تو صرف یہ ہوتا ہے کہ جب ہمارا اسلام بارگاہ نبوی میں پیش ہو تو ہماری یہ ہیئت بھی پیش ہو کہ حضور آپ کے غلاموں نے اس ادب و تعظیم کے ساتھ سلام پیش کیا ہے اور یہ خیال بھی کچھ بُرا نہیں نہایت بہتر ہے یا بزرگانِ دین کی پیروی کا خیال ہوتا ہے جیسا کہ ان کے مولیٰ نے ان کو حکم دیا ہے جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ میں نے اس مجلس کے جواز و استحباب میں جو کچھ عرض کیا وہ آپ حضرات کے بخوبی ذہن نشین ہو گیا ہو گا، اس میں کسی پر رد و قدح ہرگز منظور نہ تھی، صرف اتنا ہی مقصد تھا کہ مسلمان اس کو بدعت کہہ کر گنہ گار نہ ہوں، ہاں اتنا اور عرض کر دوں کہ جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کو کسی اچھے طریق پر تو سمجھانے میں مضائقہ نہیں اگر وہ نہ مانیں تو ان سے الجھنا اور ان پر لعن طعن کرنا بھی نہایت درجہ مذموم ہے، ان کے لئے صرف دعا کریں دعا اور بس۔ وَمَا علینا الا البلاغ۔

ای ظہور تو شباب زندگی — جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
اے زمیں از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسۂ بامت بلند
از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقر تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمع حیات افروختی — بندگاں را خواجگی آموختی

(اقبال: اسرار بیخودی، ص-۱۹۳)

Marfat.com

(۷)

تصرفاتِ محمدیہ

(۱)

الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا وارسلہ رحمۃ للعالمین بشیرا، انزل الیہ آیات بیّنات فعلیہ افضل الصلوٰۃ واشرف التسلیمات وعلی آلہ الکرماء البررۃ وصحبہ الرحماء الخیرۃ اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر: ۱) صدق اللہ تعالیٰ العلی العظیم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

اس سے قبل کہ میں اس آیۂ کریمہ کے متعلق کچھ عرض کروں دل یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی زبان اردو میں مولیٰ تعالیٰ مجدہٗ کی قدرے حمد بجالاؤں کہ جس نے ایسا رسولِ عظیم عطا فرمایا جس کی امت میں داخل ہونے کی اُولوالعزم رسول تمنا کرتے ہیں اور اس رؤف الرحیم کی کچھ صفت وثنا کروں جس نے ہمیں قعرِ جہنم سے بچایا اور مدارج علیا کا مالک بنایا فللہ الحمد۔

اے خالق ارض وسما تیری حمد وثنا کس سے ادا ہو، تو حمد وثنا کا مالک ہے اور ارض وسما کا خالق ہے، تیرے سوا جس کے پاس جو کچھ ہے تیرا ہی دیا ہوا ہے، کل کائنات تیری محتاج ہے اور سب پر تیرا راج ہے، مشت خاک انسان کے پاس کیا ہے جو تیری حمد وثنا میں خرچ کرے، اگر زبان ہے تو تیری دی ہوئی ہے،

Marfat.com

گویائی ہے تو تیری بخشی ہوئی، جسم کو توانائی، زبان کو گویائی، عقل وفہم کو صفائی ادراک وہم کو رسائی، آنکھ کو قوت بینائی، کان کو طاقت شنوائی، غرض سب ہی کچھ تیری ملک وعطیہ ہے، اور ان کا بھی یہ حال ہے، آنکھ دائرہ محسوسات تک، کان فضائی مسموعات تک، ناک دریافت مشمومات تک، ہاتھ احاطۂ ملموسات تک، زبان وہ ناچیز کہ میدان ملفوظات تک محدود ہے، اور ذات باری عز اسمہٗ ان سب سے مبرا ومنزہ ہے، اور لامتناہی، غیر محدود ہے۔ ادھر یہ بینوائی اور ادھر وہ عظمت کبریائی کہ لیسَ کمثلہ شئ تیری شان ہے اور ولہ المثل الاعلیٰ تیرا فرمان ذات ہے، تو ہر شائبہ تشبیہ سے مبرا، صفات میں تو ہر داغ تنقیص سے منزہ۔ سبحان اللہ کیسا قادر مطلق، معبود برحق ہے! جس نے عالم کو اپنی صفات جلال وجمال سے معمور فرمایا اور کسی کے فہم وادراک میں نہ آیا، تمام موجودات میں جلوہ فرما ہے لیکن تعینات کی قید میں نہ سمایا، دنیا اسی کی تجلی گاہ کن فیکون، عقبیٰ اسی کی زمزمہ سنجی الیہ ترجعون، جنت اسی کی رضا، دوزخ اس کا غضب، گلشن عالم میں اسی نفحات قدس کی مہک گلبن ہستی اسی کی صنع قدرت کی ایک جھلک۔ گل کی رعنائی، بلبل کی خوشنوائی، فلک کی تدویر، شمس وقمر کی تنویر، زمین کا تحمل، آسمان کا تجمل، ستاروں کا نور، سیاروں کا دور وعبور، قمری کی آواز، مرغ کی پرواز، حسن محبوبان مجاز، دل عاشق کا سوز وگداز۔ سب کچھ اس بیرنگ کے رنگ اور اس کی قدرت کے نیرنگ ہیں جس کے سامنے عقول عالیہ بھی دنگ ہیں جل جلالہ واعظم شانہٗ، قطعہ

اے برتر از قیاس وخیال وگمان وہم — وز ہر چہ گفتہ ایم وشنیدہ ایم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

کسی شاعر نے کیا خوب حمد بیان کی ہے :-

تیری حمد کس سے ہو اور ثنا تیری شان جل جلالہٗ — تیرا حق ادا ہو بشر سے کیا، تیری شان جل جلالہٗ
تو کریم ہے تو رحیم ہے، تو محی وحی وقدیم ہے — تجھے پائے عقل مجال کیا تیری شان جل جلالہٗ
تری کنہ ہے وہ رفیع تر کہ ملائکہ ہیں شکستہ پر — نہیں دخل وہم وگمان کا، تیری شان جل جلالہٗ

اب اس خالق کائنات کی حمد کے بعد چاہتا ہوں کہ کچھ کلمات نعت سرور کائنات

Marfat.com

(صلے اللہ علیہ وسلم) میں بھی عرض کروں لیکن اس میں بھی قدرت نہیں پاتا اور بجز اپنے عجز کے اعتراف کے اظہار کے کیا عرض کر سکتا ہوں ؟ بھلا غور تو فرمائیں کہ نعت و منقبت سر دفتر کائنات، سرو جود موجودات، کہ محبوب ترین خلاق عالم اور افضل ترین عبادت بنی آدم، کس طور سے بیان میں آسکتی ہے ؟ جس کی ذات عظمت آیات کو خود خالق بحر و بر انک لعلیٰ خلق عظیمؐ کے وصف کریم سے سراہے، انسان کج مج زبان کو کب یارا کہ اس محبوب رب العالمین کی صفت و ثنا کرے اور شان جلیل، ذاتِ جمیل، فخر خلیل، صاحب کوثر و سلسبیل، دوائے درد ہر علیل کی جناب میں اس کے لائق تحفۂ تحیت و ثنا پیش کرے اس لئے کہ حق عز اسمہٗ نے اس جناب کی ذات قدرت آیات کو بے مثل و بے عدیل بنایا ہے اس لئے کہ اپنی ذات بے ہمتا کا مظہر اتم بنانا مقصود تھا ؎

سید و سرور محمدؐ نور جاں — بہتر و مہتر، شفیع مجرماں

چوں محمد پاک بود از نار و دود — ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود

تبارک اللہ کیسا رسول برحق، محبوب مطلق، سرور انبیا، سردار دو سرا، مالک کوثر، شافع محشر، کتاب انس و بنیش کا ورق اولین، نسخۂ وجود کا لوح رنگین، خاتم المرسلین، خاتم نبوت کا روشن نگین، صفحات آفرینش کا بہتر مضمون، عالم و آدم کا ستر سکون، آئینۂ جمال احدیت، عکس جمال صمدیت، غازہ کش والضحیٰ، طرہ کش واللیل اذا سجا، روکش تجلی، سرمہ کش مازاغ البصر و ما طغیٰ، شمع شبستان لم یزل، صدر ایوانِ رُسُل، صاحب طٰہٰ و یٰسین، قاسم نعمائے دنیا و دین، رافع لوائے حمد و عظمت، ساجد مقام وسیلت سیر فرمائے عرش معلیٰ، صاحب مقام دنیٰ فتدلیٰ، مخاطب بخطاب الم نشرح لک صدرک، مخاطب بہ کریمہ رفعنا لک ذکرک، حریم قدس کی شمع روشن، بزم کونین کا صدر انجمن، شاہ بوریہ نشیں، سلطان فقر آئیں، عالم علمت علم الاولین والآخرین، نطق فرمائے کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین، ملائکہ کا مسجود، ارواح انبیاء کا شہود، ہر طالب کا مطلوب، ہر عارف کا محبوب، ہر کامل کا مقصود، ہر حامد کا محمود، جس کا نام پاک خالق ارض و سما نے اپنے نام پاک کے ساتھ عرش پر لکھا اور ظاہر فرما دیا کہ میرے بعد جس کا رتبہ ہے وہ اس اسم کا مسمّٰی ہے لہٰذا

Marfat.com

واصفانِ جمال نے اپنے نعت و ثنا سے اس طرح اظہار عجز کیا:-

یا صاحب الجمال و یا سید البشر　　من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر

اب طبیعت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اپنے مقصد کے عرض کرنے سے پہلے ذرا تفصیل سے اس مجلس کے آداب کا ذکر کروں، پھر اس ذکر خاص کے فضائل عرض کروں لیکن چوں کہ وقت بہت کم ملا ہے اس لئے ان دونوں بیانوں کے لئے صرف ایک حدیث اور علماء کا ایک ایک قول ہی ذکر کر دینا کافی سمجھتا ہوں، اگرچہ عاشقان رسول کریم کو تو اس کی بھی حاجت نہیں کہ من احب شیئًا اکثر ذکرہ جو کسی شے سے محبت رکھتا ہے۔ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے۔

حدیث میں آیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجلس نبوی میں اس طرح مؤدب اور خاموش سر جھکا کر بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں، ایسا ہی ادب اللہ تعالیٰ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ذکر کی مجلس میں ضروری ہے۔ چنانچہ شفائے قاضی عیاض میں ہے کہ "جب مومن حضور کا ذکر کرے یا سُنے تو اس پر لازم ہے کہ ایسا خضوع وخشوع ہو اور ایسا سکون اور وقار برتے اور حضور کی ایسی شانِ جلالت کا تصور رکھے کہ گویا حضور کی خدمت میں حاضر ہے"۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ اس ذکر میں یہ ادب بھی ضروری ہے کہ اس میں درود کی کثرت رکھے خصوصًا جب کہ حضور کا اسم مبارک لیا جائے ورنہ وعید شدید کا مستحق ہوگا۔

دلیل میلاد

اس ذکر کی فضیلت میں یہ حدیث کفایت کرتی ہے جس کو علامہ زرقانی نے بحوالہ تنویر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ) اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال اور چند افراد قوم کو جمع کر کے ان کے سامنے وقائع ولادت کے بیان فرما رہے تھے اور حمد الٰہی اور درود رسالت پناہی میں مصروف تھے کہ اچانک سرور دو جہان، شفیع مجرمان تشریف لے آئے اور ان کا یہ حال ملاحظہ فرما کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا:-

Marfat.com

حلّت لکم شفاعتی

(میری شفاعت تم پر حلال ہو گئی یعنی لازم ہو گئی)

سبحان اللہ! کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضور کے ذکر کی مجالس منعقد کر کے اپنی بخشش کا سامان کرتے ہیں، اس کے فوائد میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت من السنہ میں فرماتے ہیں:-

وممّا جرّب من خواصہ انہ امان فی ذالک العام وبشریٰ عاجل بنیل البغیۃ والمرام۔

یعنی اس کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت جو تجربے میں آئی ہے، یہ ہے کہ یہ مجلس اُس سال باعث امن وامان ہوتی ہے اور حاجت روائی اور مقصد بر آری کے لئے بشارت عاجلہ۔

(ب)

اب میں اس آیۃ کریمہ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جو میرے بیان کا زیب عنوان ہے، وہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

اقتربت السّاعۃ وانشق القمر

یعنی نزدیک آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا،

اہل مکہ نے حضور سے معجزہ طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کرو۔ پس آپ نے باشارۂ انگشت مبارک چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھلا دیا جس میں اشارہ اس بات پر فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد اب قیامت ہی آنے والی ہے اور چاند کو دو ٹکڑے کر کے اس پر دلیل قائم کی کہ میری نبوت اور قیامت کا آنا برحق ہے اس لئے کہ ایسی قدرت وطاقت کا ظہور اسی سے ہو سکتا ہے جو نبیوں کا بھی سردار ہو اور اس میں اس بات پر بھی تنبیہ فرمائی کہ اب تم کو قیامت کے آنے میں مجال استبعاد نہیں رہی اسی لئے کہ بڑی وجہ قیامت کے انکار اور استبعاد کی یہی تھی کہ عالم کی صورت کا بگڑ جانا بالخصوص اجرام علویہ یعنی آسمان اور ستاروں کا پھٹ جانا تمہارے نزدیک غیر ممکن تھا، سو تم نے

Marfat.com

(اے اہل مکہ!) خود دیکھ لیا کہ چاند پھٹ گیا یہاں تک کہ جبل حرا، چاند کے دو ٹکڑے کے درمیان تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو پس اب کیسے کہہ سکتے ہو کہ عالم کی ہیئت کا بدل جانا محال ہے ؟ - لہٰذا اب تمہیں اس میرے محبوب کے نبی الانبیاء ہونے پر مجال دم زدن ہے نہ قیامت کے آنے پر گنجائش مقال ——— پھر فرماتا ہے کہ عجب حال ہے ان بے دین، عقل کے اندھوں کا کہ بت پرستی جیسی خلاف عقل باتوں کی خوبیوں کا تو یقین کرتے ہیں جس پر کوئی ایسی دلیل بھی قائم نہیں جو اس کے بُرا ہونے میں کوئی شبہ بھی پیدا کر سکے اور اس نبی کی نبوت اور قیامت کے آنے کی تکذیب کرتے ہیں، جس کے ثبوت پر یہ واقعہ دلیل قطعی ہے چناں چہ وہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

یعنی اور یہ لوگ اگر دیکھتے ہیں کوئی معجزہ (جیسے چاند کا پھٹ جانا جو بہت ہی بڑا معجزہ ہے) منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

اس آیۃ کریمہ میں صرف ایک ایسے معجزے کا ذکر کیا گیا ہے جو سب سے اونچے درجہ کا ہے جس میں گویا یہ بتلایا ہے کہ ہم نے اپنے اس محبوب کو وہ قوت و تصرف عطا فرمایا ہے کہ اس کے سامنے عالم سفل کیا شے ہے اس کا دست قدرت و تصرف عالم علوی تک پہنچتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عالم علوی اور سفلی میں کوئی ایسی شے نہیں جس پر آپ کا دست تصرف نہ پہنچتا ہو مگر جب ہی کہ اس قادر مطلق کی مشیت کے وہ تصرف خلاف ہو یا اس نے اس سے روک دیا ہو کہ اس شہنشاہ اعظم کے خلاف مخلوق میں کس کا زہرہ ہے کہ وہ کسی شئے میں تصرف کر سکے ؟ -

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ عالم میں کس کس قسم کی چیزیں داخل ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حضرت کے دستِ تصرف سے کوئی قسم باہر تو نہیں رہ گئی ورنہ یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ عالم میں کوئی ایسی شے نہیں جس پر بحکم خداوندی آپ کا دست تصرف نہ پہنچتا ہو، پس جاننا چاہیئے کہ عالم دو قسم کا ہے، عالم معانی اور عالم اعیان - عالم معانی میں وہ چیزیں داخل ہیں جو بذاتِ خود قائم نہیں - دوسری چیز میں ہو کر پائی جاتی ہیں جنہیں عرض کہتے ہیں جیسے علم و کلام اور رنگ و بو وغیرہ - اور عالم اعیان میں وہ

Marfat.com

چیزیں (داخل ہیں) جو بذاتِ خود قائم ہیں جنہیں جوہر کہتے ہیں، جیسے زمین و آسمان وغیرہ، پھر عالم اعیان کی دو قسمیں ہیں، ایک ذوی العقول یعنی ملائکہ اور انسان اور جنات ۔ دوسری غیر ذوی العقول ۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں، یا علوی ہیں جیسے آسمان یا سفلی ہیں جیسے زمین ۔ پھر عالم سفلی بھی دو قسم پر ہے، عالم بسائط جیسے عناصر اربعہ یعنی آب و آتش اور ہوا و خاک ۔ اور عالم مرکبات یعنی جمادات حیوانات و نباتات جنہیں موالید ثلاثہ کہتے ہیں ——— اس بیان سے معلوم ہوا کہ عالم کے کل اقسام نو ہوئے، عالمِ معانی، عالمِ ملائکہ، عالمِ انسان، عالمِ جنات عالمِ علوی، عالمِ بسائط، عالمِ حیوانات، عالمِ نباتات، عالمِ جمادات ۔

(ج)

ان اقسام میں سے عالم علوی میں تصرف اور ایک معجزے کا حال تو آیۃ کریمہ اقتربت الساعۃ سے معلوم ہو چکا ۔

(۱) عالم معانی میں سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے جو سات ہزار سات سو معجزوں پر مشتمل ہے من جملہ ان کے ایک معجزہ کلام اللہ کا براہ بلاغت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجودیکہ محض امی تھے اور عرب کے لوگ ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ قصائد طویلہ کافی البدیہ تصنیف کرنا اور خطب عظیمہ کا بے تامل انشا کرنا ان کا روزمرہ تھا لیکن جب اس مجمع فصحائے عرب میں آپ نے فأتوا بسورۃ من مثلہ کا ڈنکا بجایا تو کسی کی مجال نہ ہوئی کہ ایک ڈیڑھ سطر کی سورت، سورۃ کوثر کے مثل، تو بنا کر پیش کرتا ؎

ایسے تھے آپ اُمّی، کھولی زبان جس دم
دم بھر میں بے زباں تھے، سارے زبان والے

قرآنِ کریم عربی ہی زبان میں ہے اور انہیں الفاظ و حروف سے مرکب ہے جن سے ان کا کلام مرکب تھا پھر حضور کے معجزات کے باطل کرنے میں جان توڑ کوشش کرنے والے تھے لیکن کچھ بس نہ چل سکا ۔ اس کے علاوہ عالم معانی کے اندر علماء نے صدہا معجزات کا بیان فرمایا ہے، شاید ہی کوئی دن جاتا ہوگا جس

Marfat.com

میں اس باب میں کوئی نہ کوئی معجزہ نہ واقع ہوگا، پس ایسے معجزات کو کہاں تک بیان کیا جا سکتا ہے البتہ دو تین حدیثیں عرض کروں جن کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر دین ثریا پر بھی لٹکا ہوا ہوگا تو بھی بعض لوگ اسے پالینگے" ——— اس حدیث میں حضور نے خبر دی کہ فارس کے لوگوں میں بھی بڑے دیندار اور ذی علم ہوں گے کہ اگر حدیث کی مراد واقعی کو دریافت کرنے کے لئے اتنے غور و فکر کی مشقت برداشت کرنی پڑے جس قدر آسمان پر ثریا کے پاس جانے میں ہوتی ہے تب بھی وہ اس کی مراد واقعی کو پالیں گے۔ سو مطابق اس کے واقع ہوا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ جو نوشیرواں بادشاہ فارس کی اولاد سے ہیں اتنے بڑے دیندار عالم ہوئے کہ ان سے باعتبار دین کے اس امت مرحومہ کو فائدہ عظیم پہنچا۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ "عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ لوگ دور دراز سے علم کی طلب میں سفر کریں گے اور نہ پاویں گے کوئی زیادہ علم والا مدینہ کے عالم سے ——— سو مطابق اس حدیث کے امام مالکؒ کا ظہور ہوا اور حضرت سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کا انطباق ان پر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قریش میں ایک بہت بڑا عالم ہوگا کہ زمین (والوں) کو علم سے مالا مال کر دے گا" ——— سو مطابق اس کے امام شافعی ہوئے، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا انطباق امام شافعی پر کیا۔

غرض یہ چند معجزات وہ تھے جو عالم معانی سے تعلق رکھتے تھے۔ اب سینکڑوں معجزات میں چند معجزات وہ سنیئے جو عالم ملائکہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ "میں نے احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی اور بائیں جانب دو شخص سپید پوش دیکھے کہ خوب قتال کر رہے ہیں اور انہیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ بعد اس کے کبھی دیکھا، معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل و میکائیل

Marfat.com

تھے"——— میں کہتا ہوں کہ ملائکہ کا حضور کی مدد کے لئے آنا یہ ایک واقعہ نہیں ہے اکثر غزوات میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی مدد کے لئے ملائکہ کو بھیجا ہے چناں چہ جنگ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مدد کو آئے جن کا کلامِ مجید میں ذکر ہے اسی طرح جنگ حنین میں جنگ احد میں بھی فرشتوں نے مدد کی۔

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے کہا کہ قسم لات و عزیٰ کی جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا منہ خاک آلودہ کرتے دیکھوں گا (یعنی نماز پڑھتے) تو میں ان کی گردن کو پاؤں سے روند ڈالوں گا"۔ ——— چناں چہ ایک مرتبہ حضور کی نماز پڑھنے کی حالت میں اپنے اسی ناپاک ارادے سے حضور کی طرف بڑھا اور فوراً ہی الٹے پاؤں پھرا اور ہاتھوں سے کسی چیز کو روکتا تھا، لوگوں نے پوچھا کہ "تجھے کیا ہوا"؟ کہنے لگا "میں نے اپنے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ایک آگ کی خندق دیکھی اور ڈر کی چیز اور پر" (یعنی فرشتوں کے) ——— آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "آگے بڑھتا تو فرشتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے جاتے"۔

غرض یہ تو ملائکہ کا حضور کے ساتھ معاملہ تھا لیکن حضور کے صدقے میں وہ صحابہ کے ساتھ بھی ادب کا تعلق رکھتے تھے چناں چہ صحیح مسلم میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ "ملائکہ مجھے سلام کیا کرتے تھے اتفاقاً بیماری میں میں نے بدن داغا تو ملائکہ نے مجھ پر سلام کرنا چھوڑ دیا، پھر میں نے بدن داغنا چھوڑ دیا تو پھر ملائکہ مجھے سلام کرنے لگے" ——— اور بعض روایات میں ان سے ملائکہ کا مصافحہ کرنا بھی آیا ہے۔

(۲) اب عالم انسان کے متعلق کچھ معجزات سنیئے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرکہ تھی، ایک دن میں اسے اسلام کے لئے کہا، اس نے حضور کی شان میں کچھ گستاخی کی، جو مجھے بہت ہی ناگوار گذری میں روتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ میری ماں کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے، آپ نے فرمایا "اللھم اھد ام ابی ھریرۃ"

Marfat.com

——— جب میں نے یہ دعا سُنی تو خوش ہوتا ہوا گھر آیا، دیکھا دروازہ بند ہے، میری ماں نے پاؤں کی آواز سُن کر کہا کہ "وہیں ٹھیرو"۔ میں نے پانی کی آواز سُنی، یہ معلوم ہوا کہ وہ نہا رہی تھیں، جب نہا کر ماں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے کہا کہ اے ابوہریرہ ! اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ"
——— میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ماں کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی، حضور حمد الٰہی بجالائے۔

سبحان اللہ ! کیسی جلدی حضور کی دعا نے تاثیر دکھائی، اور کیسا کچھ آپ کا تصرف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے دل پر ظاہر ہوا کہ یا ایسی کافرہ شدید العناد تھی کہ حضور کی جناب میں گستاخیاں کیا کرتی تھی یا دعا کرتی تھی کہ مسلمان ہوگئی۔

ایک روز (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ پڑھ رہے تھے، اس وقت فرمایا کہ "جب تک میں یہ کلام پورا کردوں اگر کوئی اپنا کپڑا پھیلائے رہے اور اس کے بعد اکھٹا کر کے اس کو اپنے سینے سے لگالے تو وہ شخص کبھی میری حدیث نہ بھولے گا" ——— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا وہ بقسم کہتے ہیں کہ "میں پھر کبھی آپ کے کلام کو نہ بھولا" ——— شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور نے یہی دعا کی تھی کہ "جو شخص میری حدیث سُنے وہ کبھی نہ بھولے"۔

عائذ بن عمرو جنگ حنین میں زخمی ہوئے، حضور نے ان کے چہرے سے خون پوچھا تو ان کی پیشانی آپ کے دستِ مبارک کے اثر سے روشن ہوگئی اور پھر ہمیشہ اتنی جگہ روشن رہی۔

سمرۃ بن جندب کہتے ہیں کہ "(ایک روز) ہم حضور کے پیالے سے صبح سے رات تک کھاتے رہے، نوبت بہ نوبت دس آدمی کھانے کے لئے بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ "اس پیالے میں کھانا کہاں سے بڑھتا تھا"؟ ۔ انہوں نے کہا، تمہیں کونسی بات پر تعجب ہے"؟ اور آسماں کی طرف اشارہ کر کے کہا، "وہاں سے" اس قسم کے واقعات بکثرت احادیث میں وارد ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے عرض کیا کہ "حضور اپنے خادم انسؓ

Marfat.com

کے لئے دعا فرمائیے" ——— فرمایا "یا اللہ! انس کو بہت مال و اولاد عطا کر اور جو کچھ اس کو تو نے دیا ہے اس میں برکت دے"! ——— انسؓ کہتے ہیں کہ "خدا کی قسم میرے پاس مال بہت ہے اور میرے بیٹوں بیٹیوں کی اولاد اس قدر کثیر ہے کہ آج سو کے قریب ان کا شمار پہنچتا ہے" ——— ابن جوزی کہتے ہیں کہ "ان کے باغ میں انگور کی بیلیں ایک برس میں دو مرتبہ پھل لاتی تھیں"۔

عقبہ کی زوجہ کہتی ہیں کہ "ہم عقبہ کی تین بیویاں تھیں اور ہمیشہ اچھی اچھی خوشبو لگاتی تھیں مگر عقبہ کے بدن کی خوشبو ہمیشہ ہماری خوشبو پر غالب رہتی تھی، ایک روز ہم نے پوچھا کہ "اس کی کیا وجہ ہے کہ ہماری خوشبو پر تمہاری خوشبو پر غالب ہی رہتی ہے؟" ——— انہوں نے بتلایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بیمار ہو گیا تھا، جب درگاہ نبوی میں اس کی شکایت کی تو حضور نے مجھے اپنے سامنے بٹھا کر میرے کپڑے اتروائے اور آب دہن مبارک ہتیلیوں پر لگا کر میری پیٹھ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تھا، یہ خوشبو وہ ہے" ——— سبحان اللہ! کیا برکت آب دہن اور دست مبارک کی تھی کہ ساری عمر عقبہ کے بدن کی خوشبو بند گئی بلکہ ہر خوشبو پر ان کی خوشبو غالب ہی رہی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور کے چند موئے مبارک تھے جن کی برکت یہ تھی کہ وہ ٹوپی جس لڑائی میں بھی زیب تن کر کے گئے، فتح یاب ہوئے۔

عبداللہ بن عتیک کا قصہ تو بہت بڑا ہے، میں صرف اس کا وہ حصہ عرض کرتا ہوں جو میرے بیان کے مناسب ہے۔ زینہ پر سے اترتے ہوئے ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی تھی، حاضر خدمت ہوئے اور جو گزری تھی اس کو بیان کرتے ہوئے اپنی پنڈلی کے ٹوٹنے کا ذکر کیا، حضور نے فرمایا کہ "اپنا پاؤں پھیلاؤ" ——— جب ٹانگ پھیلائی تو حضور نے اپنا دست شفا اس پر پھیر دیا، بس دست مبارک پھیرنا تھا کہ وہ کہتے ہیں، "ایسا اچھا ہو گیا کہ گویا کبھی پاؤں میں تکلیف پہنچی ہی نہ تھی" ——— اس قسم کے معجزات بھی بکثرت ظہور میں آئے۔

عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک نابینا نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ "حضور دعا کریں کہ میری آنکھیں صحیح سالم ہو جائیں" ——— حضور نے فرمایا کہ "اچھا

Marfat.com

وضو کرا اور پھر دو رکعت پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھ :-

اَللّٰھُمَّ اِنی اَسْئَلُكَ وَاَتوجه اِلَیكَ بنَبیك محمد نبی الرحمة
یا محمد اِنی اتوجه بِكَ اِلٰی رَبك اَنْ یکشف عَنْ بَصَرِی
اَللّٰھُم فشفعه فیَّ ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی رحمت ہیں ان کا وسیلہ لیتے ہوئے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اس لئے تاکہ کھول دے وہ میری آنکھیں ، الٰہی ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما"۔

چناں چہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا ۔ اسی وقت اس کی آنکھیں کھل گئیں ، دوسری روایتوں میں "ان یکشف عن بصری" کی جگہ "فی حاجتی هٰذہ لیقضیٰ" وارد ہے اور کسی دوسرے کام کے لئے انہیں الفاظ سے پڑھنا مناسب ہے کہ یہ عبارت ہر حاجت کو شامل ہے ، عثمان بن حنیف اور ان کے صاحب زادے اس طریقہ کو قضائے حاجت کے لئے بتلاتے تھے اور اس دعا کی برکت سے بہت سے لوگوں کی حاجتیں روا ہوئی ہیں ، جو حضرات اس پر عمل کرنا چاہیں علماء سے اس کا یہ طریقہ پھر دریافت کر سکتے ہیں یہ عمل قضائے حاجت کے لئے مجرب ہے ۔

(۳) اب آپ عالم جنات میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور معجزات ملاحظہ فرمائیں - یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ جب حضور مبعوث ہوئے ہیں تو جنوں کا آسمان کے قریب جانا ہی بند کر دیا تھا اور جو جاتا تھا اس کے شعلے مارے جاتے تھے ، جس کی خود جنوں نے خبر دی تھی ، بتوں کے اندر سے حضور کی بعثت کی بشارتیں سنی جانے لگی تھیں ، اور جوق جوق جنات کی جماعتیں خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہو رہی تھیں لیکن میں یہ بتلاؤں کہ ان میں سے جس نے تمرد و سرکشی پر کمر باندھی اس کا کیا حشر ہوا ؟ - جب حضرت خالد بن الولید نے بحکم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عزّیٰ بت کی عمارت کو ڈھایا تو وہاں ایک کالی عورت ، ننگی ، برہنہ ، بال پریشاں ، اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے چیختی ہوئی نکلی ، حضرت خالد نے تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دئے اور حضور کی خدمت شریف میں آکر یہ واقعہ بیان کیا ، آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ عزّٰی یہی تھی جسے تم نے قتل کیا۔ اب اس کی پوجا نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ عزّٰی ایک یا تین درخت تھے جن میں سے آوازیں آتی تھیں، اس ہی سبب سے وہ پوجا جاتا تھا اور وہ آوازیں اس خبیثہ کی تھیں جو قتل کی گئی اور شیاطین کے قبیلے سے تھی۔

مکّہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے جس کو جبل ابُو قبُیَس کہتے ہیں، ایک دفعہ اس پہاڑ پر کسی خبیث جن نے چلّانا شروع کیا اور چند شعر اسلام کی ہجو میں پڑھے، بعض اشعار کا مضمون یہ تھا :۔

"مسلمانوں کو جلد مار ڈالو اور بت پرستی ہرگز نہ چھوڑنا"

جس کو سُن کر کفار بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے "لو سُن لو، غیب سے بھی تمہارے قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم ہو رہا ہے"۔ مسلمانوں کو اس سے بڑا رنج پہنچا اور خدمت اقدس میں آکر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا "تم خاطر جمع رکھو، یہ آواز کرنے والا ایک شیطان ہے جس کا نام "مِسعر" ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اس کی سزا دینے والا ہے" ——— چناں چہ اس کے تیسرے ہی دن آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ آج ہماری خدمت میں ایک قوی ہیکل جن آکر مسلمان ہوا ہے جس کا نام ہم نے عبداللہ رکھا ہے اس نے مجھ سے اجازت مانگی ہے مِسعر کے قتل کرنے کی اور ہم نے اس کو اجازت دے دی ہے، آج شام کو مِسعر مارا جائیگا" ——— مسلمان خوش ہوئے اور منتظر رہے، شام کو اسی مقام سے ایک سخت آواز میں شعر سنائی دیئے جن کا مضمون یہ تھا کہ :۔

"ہم نے مِسعر کو مار ڈالا کہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور حق کی حقارت کی اور باطل پر جمنے کی لوگوں کو ترغیب دی، اس لئے ہم نے اپنی شمشیر سے اس کا کام تمام کر دیا"۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جنوں کے حضور اقدس میں حاضر ہونے کے عجیب عجیب واقعات ذکر کئے ہیں، میں کہاں تک ان کا بیان کر سکتا ہوں؟

(۴) اب ان تصرفات اور معجزات میں سے ایک شمہ عرض کروں جو عالم خاک میں ظہور پذیر ہوئے (اب آگے صرف ایک ایک واقعہ سے زیادہ عرض

Marfat.com

نہیں کرسکتا)

مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے وقت اثنائے سفر میں حضور کے جو تصرفات اور معجزات وقوع میں آئے ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک واقعہ کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ "سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا تو میں نے اسے دیکھ کر حضور سے عرض کیا کہ سراقہ نے تو ہمیں آلیا، آپ نے فرمایا :-

لا تحزن اِنَّ اللہ معنا (التوبہ : ۴۰)

یعنی کچھ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر آپ نے اس پر بددعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا، وہ چلایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میرے لئے بددعا کی ہے، اب دعا کرو تاکہ مجھے اس سے نجات ہو، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان لوگوں کو بھی واپس کردوں گا جو تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں" ——— حضور نے دعا کی اور اس نے نجات پائی اور واپس ہوگیا اور جو اس سے ملتا تھا اسے بھی واپس کردیتا تھا کہ ادھر وہ نہ ملیں گے۔

(۵) اب عالم آب میں آپ کا تصرف ملاحظہ ہو ——— حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں پانی ختم ہوگیا اور لوگ پیاس سے بے تاب ہوئے حضور کے پاس ایک لوٹا رکھا تھا جس سے آپ نے وضو کیا تھا (اور اس میں کچھ پانی بچا ہوا تھا) صحابہ نے عرض کیا کہ "لشکر میں نہ وضو کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے بس اس ہی قدر ہے جو آپ کے لوٹے میں ہے" ——— آپ نے اپنا دستِ مبارک لوٹے میں رکھا تو حضور کی انگلیوں سے چشموں کی مانند پانی جاری ہوگیا اور جوش مارنے لگا۔ ہم سب آدمیوں نے پانی پیا، وضو کیا"۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے؟ — انہوں نے کہا کہ ہم تو پندرہ سو آدمی تھے لیکن اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی سب کو کفایت کرتا"۔

(۶) اب عالم آتش میں حضور کا تصرف اور معجزہ دیکھیں ——— حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم خندق کھود رہے تھے، اس میں ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کسی سے ٹوٹ نہ سکا، لوگوں نے یہ واقعہ خدمت اقدس میں عرض کیا، فرمایا، "اچھا ہم اس میں اتریں گے" ——— اور آپ اٹھے تو ہم نے

Marfat.com

دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے آپ کی شکم مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے کہ تین دن گزر گئے تھے اور ہم نے کچھ چکھا تک نہ تھا، آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور اس پتھر پر ماری تو وہ پتھر ایک ریت کے ٹیلے کی طرح ہو گیا ۔ اور نرم ہو کر پاش پاش ہو گیا ——— حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کی بھوک کا یہ حال دیکھ کر میں اپنے گھر گیا بیوی سے پوچھا کہ حضور کا بھوک کی وجہ سے یہ حال ہے تمہارے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے ؟ انہوں نے تقریباً ڈھائی سیر جَو نکالے، ہمارے ہاں ایک بکری کا بچہ تھا اس کو میں نے ذبح کیا، بیوی نے آٹا پیسا اور گوشت پتیلے میں چڑھایا اب میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر چپکے سے عرض کیا کہ ہم نے اس قدر کھانا تیار کیا ہے، سو حضور چند آدمیوں کے ساتھ تشریف لے چلیں" ۔ حضور نے پکار کر فرما دیا کہ "اے اہل خندق ! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے تم جلدی چلو" ——— اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "ابھی پتیلے کو چولے پر سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا تاوقتیکہ ہم وہاں تشریف نہ لے آویں" ——— جب آپ تشریف لائے تو لعاب دھن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور پتیلے میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا کہ ایک پکانے والی کو اور بلا لو اور پتیلے میں سے پیالوں میں سالن نکال نکال کر دو اور پتیلے کو چولھے پر سے نہ اتارنا" ——— جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے، خدا کی قسم سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پتیلے کا یہ حال تھا کہ اس میں (سالن) اسی طرح جوش مار رہا تھا اور آٹا جس قدر گوندھا گیا تھا ابھی تک اس میں کچھ بھی کمی نہ آئی تھی" ——— اس معجزے میں علاوہ اس کے آگ نے شوربے اور گوشت کو جلا سکی اور نہ اسے کم کر سکی اور بھی کئی معجزوں پر یہ معجزہ شامل ہے جن کو سامعین نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا اس لیے ان کی تصریح کی ضرورت نہیں ۔

(۷) اب ہوا کے متعلق تصرف و معجزہ عرض کروں ——— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا، ایک مرتبہ آپ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے، اسی درمیان ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ! ہمارے تو مال ہلاک ہو گئے، اہل و عیال بھوک کے

سبب مرے جا رہے ہیں، آپ مینہ کے لئے دعا کریں" ——— آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی، اس وقت آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا، خدا کی شان ابھی آپ دعا ختم کرنے نہ پائے تھے کہ پہاڑوں کی مانند ہر طرف سے ابر گھرتا چلا آیا، اور آپ ممبر سے اترنے نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے مینہ کے قطرات ٹپک ٹپک کر گرنے لگے، پھر اس روز سے دوسرے جمعہ تک مینہ برستا رہا ——— دوسرے جمعہ کو اسی اعرابی نے یا اور کسی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ "مکانات گر رہے ہیں، مال ڈوبے جا رہے، دعا فرماویں کہ مینہ تھم جائے" ——— آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا :-

"یا اللہ ہمارے گرد برسے ہم پر نہ برسے" !

پھر جدھر ابر کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا وہیں کھل گیا، پس مدینہ منورہ پر تو بالکل پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور مدینہ کے گرد اگرد برستا رہا، اطراف سے جو لوگ آتے تھے مینہ کی کثرت بیان کرتے تھے۔

اس معجزے سے بھی ہوا کے علاوہ بادلوں پر بھی حکومت نظر آ رہی ہے۔

(۸) اب عالم جمادات کی نیازمندی ملاحظہ فرمائیں ——— حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ "میں حضور کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھا، ایک مرتبہ آپ اطراف مکہ میں سے کسی طرف نکلے اور میں حضور کے ہمراہ تھا تو میں نے اس اثنا میں یہ دیکھا کہ جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا تھا وہ یہ کہتا تھا :-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس معجزے میں بھی علاوہ جمادات یعنی پہاڑوں کے نباتات یعنی درختوں کی نیازمندی بھی ظاہر ہوئی۔

(۹) اب نباتات و اشجار کی فرماں برداری ملاحظہ ہو ——— حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک منزل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، حتیٰ کہ ایک چوڑے میدان میں اترے۔ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کوئی ایسی چیز نہ پائی جس کی آڑ میں حضور قضائے حاجت فرماتے، اس جنگل کے کنارے پر دو درخت نظر آئے، آپ ایک کے پاس تشریف لائے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا "بحکم خدا میری فرماں برداری کر"! ——— وہ

Marfat.com

درخت آپ کے ساتھ ہو لیا، جس طرح مہار والا اونٹ، مہار پکڑنے والے کے ساتھ ہو لیتا ہے، اسی طرح دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اسے بھی اسی طرح سے اپنے ساتھ لے آئے اور ایسے مقام پر دونوں کو ٹھہرایا جو ان دونوں درختوں کا بیچا بیچ تھا، اب فرمایا کہ "دونوں مل جاؤ"! پس وہ درخت مل گئے، اور ان کی آڑ میں حضور نے حاجت رفع فرمائی ——— جابرؓ کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا کچھ دل میں سوچ رہا تھا اور میری نظر اس طرف سے ہٹ گئی تھی، پھر میں نے دیکھا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے"۔

ایک مرتبہ حضور نے درخت کی ایک شاخ ہی کو بلایا تھا اور وہ درخت میں سے (ٹوٹ کر) حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اور آپ کی نبوت کی شہادت دے کر واپس چلی گئی تھی۔

میرے عزیزو! آپ نے دیکھا میرے آقا کی حکومت کو؟

(۱۰) اب بے زبان حیوانات کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اس پناہ بے کساں کے حضور میں کس طرح عاجزی کے ساتھ حاضر ہو کر فریاد کرتے ہیں اور کیونکر ان کی دادرسی کی جاتی ہے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور حضور کے سر مبارک کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا (اور کچھ عرض کیا)۔ حضور نے فرمایا کہ "ٹھیر، اگر تو سچا ہے تو تجھے اپنے سچ کا پھل ملے گا اور جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر پڑے گا، اس کے باوجود یہ یقینی بات ہے کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی کا منہ نہیں دیکھ سکتا" ——— ہم نے عرض کی "یا رسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے؟"۔ فرمایا، "اس کے مالکوں نے اسے ذبح کر کے اسے کھا لینا چاہا تھا تو یہ وہاں سے بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا ہے" ——— ہم بیٹھے ہی تھے کہ اس کے مالک دوڑتے ہوئے آئے،

Marfat.com

اونٹ نے جب انہیں دیکھا پھر حضور کے سرانور کے پاس آگیا اور حضور کی پناہ پکڑی اس کے مالکوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ! ہمارا اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے، آج حضور کے پاس ملا ہے" ——— حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "دیکھو اس نے میرے حضور نالش کی ہے اور بہت بری نالش کی ہے" ——— عرض کیا، "یہ کیا کہتا ہے"؟۔ فرمایا "یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا، گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ زار جاتے اور جاڑے میں گرم مقامات تک کوچ کرتے، جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنا لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی نطفے سے بہت اونٹ کر دیئے جو چرتے پھرتے ہیں، اب جو اس کے لئے یہ شاداب برس آیا تو تم نے اسے ذبح کر کے کھا لینے کا ارادہ کیا ہے" ——— وہ بولے، "یارسول اللہ! خدا کی قسم اسی طرح ہوا" ——— حضور نے فرمایا، کہ "نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالکوں کی طرف سے ایسا نہ ہونا چاہیئے" ——— عرض کیا کہ اب ہم اسے نہ بیچیں گے، نہ ذبح کریں گے" ——— فرمایا، غلط کہتے ہو، اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے، اب میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ہوں کہ فریادی پر رحم فرماؤں، اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی، یہ تو ایمان والوں کے دلوں میں ہے" ——— پس حضور اقدس نے وہ اونٹ ان سے سو روپوں میں خرید لیا اور اس سے فرمایا کہ "اے اونٹ چلا جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے"! یہ سن کر سرا قدس پر اپنی بولی میں کچھ کہا، حضور نے آمین کہی ——— اس نے دوبارہ کچھ کہا، حضور نے آمین کہی ——— سہ بارہ پھر اس نے کچھ کہا حضور نے پھر آمین کہی ——— اس نے چوتھی بار پھر کچھ کہا، اس دفعہ حضور پر گریہ طاری ہو گیا ——— صحابہ نے عرض کی "حضور یہ کیا کہتا تھا؟" فرمایا، "اس نے پہلی بار کہا کہ "اے نبی اللہ! اللہ عزوجل حضور کو اسلام اور قرآن کی طرف بہتر جزا عطا فرمائے"! ——— میں نے کہا "آمین"! ——— پھر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور کی امت سے خوف دور کرے جس طرح حضور نے میرا خوف دور کیا ہے"! ——— میں نے کہا "آمین"! ——— پھر اس نے کہا کہ حضور کی

Marfat.com

اُمت کے خون ان کے دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھے (کہ وہ ان کو مٹا نہ سکیں)
جیسا حضورؐ نے میرا خون بچایا ہے"! —— میں نے کہا "آمین"! —— پھر اس نے کہا
کہ "اللہ تعالیٰ حضورؐ کی امت کی سختی ان کے آپس میں نہ رکھے"! —— اس پر مجھے گریہ
ہوا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے طلب کر چکا اور اس نے مجھے
عطا فرما دیں، لیکن پچھلی دعا کو منع فرما دیا۔

میں نے آیۃ کریمہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کے معنی کے ماتحت
عرض کیا تھا کہ اس سلطان عالم کا تصرف سارے عالم میں جاری ہے اگرچہ اس کا پتا
صرف اس ہی آیت سے چلتا ہے کہ جس کی قوت و دبدبہ کا یہ حال ہے کہ ماہتاب تک
کے ٹکڑے کر دے اس کے آگے عالم کی دوسری اشیاء کی کیا حقیقت ہے لیکن
میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کو دوسری اشیاء میں بھی آپ کے تصرفات کے
چند نمونے پیش کر دوں۔ اس لئے پہلے یہ بتلایا کہ عالم کے تفصیلی اقسام نو ہیں
عالم[۱] معانی، عالم[۲] علوی، عالم[۳] ملائکہ، عالم[۴] جن، عالم[۵] انس، عالم[۶] بسائط، عالم[۷] جمادات
عالم[۸] نباتات، عالم[۹] حیوانات —— پھر ہر ایک قسم پر آپ کے تصرف اور ان
کی فرماں برداری اور نیاز مندی دکھلانے کے لئے چند حدیثیں صحیح پیش کی ہیں
جو فی الجملہ اس سرکار کی حکومت قاہرہ کو ہویدا اور آشکار کر رہی ہیں، ہرگز ہرگز یہ
خیال نہ فرمائیں کہ حضور کے یہی چند واقعات ہیں جن کی بنا پر یہ اتنا بڑا دعویٰ کر رہا
ہے کہ حضور کا تصرف تمام عالم میں جاری ہے، نہیں نہیں، یہ تو ان کے معجزات
کے دریائے ناپیدا کنار کے چند قطرے ہیں ورنہ اس بیان میں تو بڑی ضخیم
کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن یاد رکھئے کہ یہ تصرفات جب ہی تک ہیں جب اس قادر مطلق
واحد کی مرضی کے خلاف نہ ہوں ورنہ روک دیا جاتا ہے جیسے ہمارا تمہارا حال ہے
کہ جس شے پر ہمیں قدرت حاصل ہے جب وہ قادر مطلق نہیں چاہتا تو ہم آپ کچھ بھی
نہیں کر سکتے، بڑے سے بڑا بادشاہ ایسے وقت مجبور محض ہوتا ہے۔ وَآخِرُ
دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(یوم شنبہ، ۳ر جولائی سنہ ۱۹۶۵ء)

Marfat.com

⑧

مِعْراج

(۱)

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (بنی اسرائیل : ۱)

یعنی پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا رات میں، رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اپنی قدرت کی نشانیاں اس کو ملاحظہ کرائیں،

اس آیۃ کریمہ میں "اَسْرٰی" کے بعد "لَیْلًا" محض اسی غرض سے لایا گیا ہے تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ وہ رات کے کسی بڑے حصّے میں نہیں لے گیا بلکہ قلیل حصّے میں لے گیا ہے، چناں چہ تفسیر جلالین میں "لَیْلًا" کے تحت فرمایا :۔

وفائدۃ ذکرہ الاشارۃ بتنکیرہ الی تقلیل مدتہ

یعنی لفظ "لَیْلًا" کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی تنکیر سے اس کی مدت قلیل کی جانب اشارہ ہو جائے۔ (اور یہ خیال جاتا رہے کہ رات کے کسی بڑے حصے میں لے جایا گیا ہوگا۔)

اسی طرح فتوحات الٰہیہ میں ہے :۔

فالتنوین للتقلیل ای فی جزء قلیل من اللیل۔

یعنی "لَیْلًا" میں جو تنوین ہے وہ تقلیل کے معنی دیتی ہے۔

تو معنی یہ ہوئے کہ رات کے قلیل جز میں یہ سب واقعات پیش ہوئے جن کا معراج کے باب میں احادیث میں تذکرہ ہے۔ اور چوں کہ یہ بات ایک موٹی عقل والے کے لئے باعث انکار اور لائق حیرت تھی اس لئے آیۃ کریمہ کے اوّل ہی

Marfat.com

لفظ "سُبْحَانَ" لایا گیا تاکہ تنبہ ہو جائے کہ اس مقام پر انکار کا کوئی موقع نہیں، وہ قادر مطلق ہر عجز سے پاک ہے، اس کی قدرت اس سے کہیں بڑھ کر ہے تو ایسے عظیم قدرت والے کے سامنے یہ کونسی بات مشکل ہے جس پر تحیّر یا انکار کیا جا سکے، ایسی قدرتیں تو اللہ تعالیٰ نے بعض اپنی مخلوق کو عطا فرما دی ہیں چناں چہ ارشاد ہے :-

وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (النمل : ۴۰)

یعنی اور حضرت سلیمان سے کہا اس شخص نے جس کو کتاب الٰہی کا علم حاصل تھا کہ میں بلقیس کے تخت کو پلک جھپکانے میں آپ کے پاس لا حاضر کر دوں گا، پھر اس نے فوراً ہی اپنے دعوے کے موافق کر دکھایا، اور پلک جھپکانے میں حضرت سلیمان کے پاس بلقیس کا تخت لا حاضر کیا، تو جس ذات کے کلام کی یہ قدرت کہ اس کا ماہر اس کلام کی قدرت سے مہینوں کی راہ سے تخت بلقیس ایک پل میں لا دھرے تو خود اس قادر مطلق سے کیا بعید کہ رات کے قلیل حصّے میں اپنے خاص بندے کو اس قدر عظیم الشان مسافت طے کرا دے کہ ہفت سموات کی سیر بھی اس کا محض حصّہ قرار پائے - اسی طرح ملائکہ کی بلکہ ارذل مخلوقات شیطان کی قدرت پر بھی غور کیا جائے تو اس شبہ کی کوئی حقیقت نہیں رہتی - شیطان ایک پل میں مشرق سے مغرب تک کی مسافت طے کر جاتا ہے -

بہر حال اس پر ایمان لانا تو ضروری ہے کہ معراج کی تمام سیر رات کے قلیل حصّے میں ہوئی، اب رہی یہ بات کہ اس کی مقدار کیا تھی اس کا کوئی صحیح اندازہ بیان نہیں کر سکتا، کہ آیت اس میں ساکت ہے، بعض مفسرین نے چار ساعت، اور بعض نے تین اور بعض نے اس سے بھی کم کا اپنی تفسیروں میں ذکر کیا، لیکن خود ساعت ہی کی تحدید میں کلام ہے کہ اس کی مقدار کیا ہے، کہ لغت کے اعتبار سے نہایت قلیل زمانے کو ساعت کہا جاتا ہے، اور یہ نہیں بتایا گیا کہ قلیل زمانہ کیا ہے - منٹ کا ہے یا اس

Marfat.com

سے زائد یا کم کا ہے۔ پھر آیت و احادیث مرفوعہ بھی اس بات میں ساکت ہیں پس ہو سکتا ہے کہ جو مقدار بھی بیان کی جائے اس سے بھی کم زمانہ ہو۔ اس لئے اس میں صرف اتنا بیان کافی ہے کہ رات کے قلیل حصے میں معراج ہوئی کہ یہ بیان ہر اعتبار سے پاک ہے۔

(ب)

حضور کی عزت و توقیر

قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح: ۹) یعنی اس رسول کی عزت و توقیر کرو۔ علما فرماتے ہیں :-

کل ما کانَ ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا

یعنی ہر وہ فعل جو ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھتا ہے حضور کے لئے وہ حسن ہے۔ اس میں تمام امت کا اتفاق ہے، کوئی بھی اس کے خلاف نہیں گیا، پھر یہ عام حکم ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شے بھی نسبت رکھتی ہے اس کی تعظیم میں حضور کی تعظیم ہے اور اس کی توہین میں حضور کی توہین اور حضور کی توہین کفر ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ حضور کی جوتی کو جس نے 'جوتی' کہہ دیا (معاذ اللہ) وہ کافر ہو گیا، ماو شما کا کیا ذکر، انبیاء علیہم السلام کے قلوب میں حضورؐ کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی، وہ حضور کے وسیلے سے کافروں پر فتح یابی کی دعائیں کرتے تھے۔ قرآن کریم حضور کی عظمت و جلالت کے بیان سے بھرا ہوا ہے جس کی تفصیل بہت طوالت چاہتی ہے، پس اگر کوئی شخص حضور کے کسی ذکر کو تعظیمًا کھڑے ہو کر بیان کر دے تو اس میں کوئی برائی نہیں، برائی ہے تو اس میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کرتا ہو جس میں حضور کی عزت و عظمت کا اظہار ہو تو وہ اس کو منع کرے ہر گز مسلمان کو ایسا نہ چاہیئے، ایسے فعل کی تعظیم کو جو حضور سے نسبت رکھتا ہو منع کرنا نہایت درجہ برا ہے۔

Marfat.com

(ج)

شفاعت

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد حضور تمام مخلوق کی سفارش کریں گے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا :۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل : ۷۹)

یعنی قریب ہے، کہ تجھے تیرا رب مقام محمود میں بھیجے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :۔

قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال ھو الشفاعۃ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مقام محمود کیا ہے ؟ - ارشاد فرمایا۔ شفاعت۔

پھر شفاعت کی حدیثیں متواتر اور مشہور[1] ہیں، جو صحاح وغیرہ میں بکثرت مروی ہیں، جس دن حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام "نفسی نفسی" فرماتے ہوں گے اور وہ فرمائیں گے "انا لھا انا لھا" میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے"۔ انبیاء مرسلین، ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور حضور متکلم۔ سب اپنے اپنے فکر میں ہوں گے، ان کو تمام عالم کی فکر۔ سب محل خوف میں ہوں گے اور وہ بے خوف۔ ہاں اس دن جب آپ بارگاہ الٰہی میں سجدہ کریں گے اور ان کا رب فرمائے گا :۔

---

[1] علم حدیث کی مشہور کتابیں یہ ہیں :۔ بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ابن ماجہ شریف، سنن ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد، مسند ابوحنیفہ، طحاوی شریف، طحطاوی شریف وغیرہ وغیرہ

Marfat.com

یا محمّد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفّع ۔

یعنی اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو، تمہاری عرض سُنی جائیگی، اور مانگو تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے۔

اس وقت اوّلین و آخرین میں حضور کی حمد و ثنا کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست دشمن موافق و مخالف، ہر شخص حضورؐ کی افضلیت کبریٰ اور سیادت عظمیٰ پر ایمان لے آئے گا اور ہر فرد جان جائیگا کہ بیشک یہی وہ ذات ہے جس کی جو کچھ بھی صفت و ثنا کی جائے کم ہے، نہ صرف وہ بلکہ اس سے ہر ادنیٰ تعلق رکھنے والا بھی قابل تعظیم ہے غرض جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور شفاعت نہ فرمائیں گے وہ جاہل ہے اور نہیں جانتا کہ اس میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عظیم مرتبت والے کی شفاعت سے بہرہ یاب فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح معنی میں ان کی محبت عطا فرمائے کہ بغیر ان کی محبت کے ایمان ہرگز ہرگز کامل نہیں ہو سکتا، اس قسم کے اعتراض جب ہی قلب میں گزرتے ہیں جب قلب ان کی محبت سے خالی ہوتا ہے۔

اے چوں جاں اندر وجود عالمی — جان ما باشی ز ما می رمی
نغمہ از فیض تو در عود حیات — موت در راہ تو محسود حیات
باز تسکین دل ناشاد شو — باز اندر سینہ ہا آباد شو
باز از ما خواہ ننگ و نام را — پختہ تر کن عاشقان خام را

(اقبال : اسرار خودی، ۸۶)

Marfat.com

⑨

شب مبارک

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (سورۃ القدر)

ترجمہ:- بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس (رات) میں فرشتے اور روح (القدس) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر (خیر) کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے، وہ شب طلوع فجر تک (رہتی ہے)۔

مسلمانو! ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ کہ تمہارے لئے وہ رات آرہی ہے جس میں تمہارے مالک و مولیٰ کے الطاف و عنایات بے حد و بے غایات ہونے والی ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ تمہاری طرف سے طلب بھی تو ہو، اگر تم اعراض کئے رہے اور محروم رہ گئے تو یہ تمہارا قصور ہے، حدیث میں ہے کہ جو اس کی برکت سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا، وہ شب کیا ہے؟- شب قدر ہے۔ جس میں فرماں برداری کی بڑی قدر و منزلت کی جانے والی ہے ——— اس لئے تمہیں چاہیئے کہ رمضان شریف کی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں راتوں کی کسی گھڑی کو عبادت سے خالی نہ چھوڑو۔ مانگو مانگو تمہیں من مانی مرادیں ملیں گی، سب راتوں میں نہ ہو سکے تو ستائیسویں رات کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑو، گھر میں نہ ہو سکے تو گھروں سے نکل کر مسجدوں میں چلے آؤ،

Marfat.com

مگر زنہار زنہار اس دولت عظمی کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔

(ص-۱)

نوٹ :۔ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ مضمون دہلی کے ایک رسالے میں شائع ہوا تھا ہمیں رسالے کا صرف ایک ورق دستیاب ہوگیا تھا، وہی حصہ یہاں نقل کردیا گیا ہے پورا مضمون نہ مل سکا۔ (مرتب)

Marfat.com

(۱۰)

خلافتِ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

(۱)

جناب امیر علیہ السلام کو خلافت کے متعلق اب اس قدر تلخ تجربات ہو چکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں یہ منصب قبول کرنے میں غیر معمولی تامل تھا، ایک جانب مسلمانوں کا اصرار تھا اور دوسری جانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انکار ——— آپ نے اپنی بجائے مختلف صحابۂ کرام کے نام پیش فرمائے کہ مسلمان ان میں سے کسی بزرگ کو خلیفہ منتخب کر لیں، لیکن سیاست خلافت کی پیچیدگی کو دیکھتے ہوئے ایک صحابی بھی یہ بار اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا اور ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ تھا کہ موجودہ دور میں خلافت کا اہل حضرت علی کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اسی کشمکش میں آٹھ دن گزر گئے، بالآخر مسلمانوں کے مجبور کرنے سے جناب امیر علیہ السلام مسجد نبوی میں تشریف لائے اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"منصب خلافت قبول کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں اس لئے تمام مسلمانوں سے معافی چاہتا ہوں اور اصحاب سے درخواست کرتا ہوں کہ ان میں سے کوئی صاحب بار خلافت اٹھانے کے لئے رضامند ہو جائیں جو شخص بھی خلیفہ منتخب ہوگا سب سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا"

مجمع نے یہ تقریر سن کر مختلف جلیل القدر اصحاب مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت سعد ابن وقاص وغیرہ سے منصب خلافت قبول کرنے کی درخواست کی لیکن سب نے انکار کیا، اس کے بعد خود جناب امیر علیہ السلام نے حضرت حکیم بن جبلہ و حضرت طلحہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرداً فرداً درخواست کی لیکن ان دونوں نے بھی انکار کیا اور جب حضرت طلحہ نے بآواز بلند مسجد میں فرمایا :-

اے ابوالحسن میں تمہارے سامنے منصب خلافت قبول کروں؟ معاذاللہ

——— یہ کس طرح ممکن ہے ؟ -

تو مالک بن اشتر نے کھڑے ہو کر آواز دی :-

"یا جناب امیر! منصب خلافت قبول فرمائیے"۔

مسلمانوں کے اصرار بلیغ پر جناب امیر علیہ السلام نے با دل ناخواستہ اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا، سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے پھر سعد بن ابی وقاص نے، حضرت سعید نے اور دوسرے جلیل القدر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بیعت کی اور یہ سلسلہ دیر تک قائم رہا -

منصب خلافت کے لئے امیر ہاشمی کا انتخاب اور پھر ایسا انتخاب کہ زعمائے ملّت نے مسلسل آٹھ دن تک اصرار بلیغ کیا ——— بنو امیہ رشک و حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگے، ملّت اسلامیہ کے جس شرف پر انہوں نے فریب اور سازشوں سے قبضہ کرنا چاہا تھا وہ پھر ان کے ہاتھ سے نکل گیا، قوم کے سر پر بنو ہاشم کی عظمت و قیادت کا پرچم پھر لہرانے لگا — بنو امیہ کا جو ایک گروہ مدینہ طیبہ میں موجود تھا جناب امیر کے منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی معاویہ امیر شام کے پاس چلا گیا اور دمشق میں ملّت اسلامیہ کے شیرازے کو منتشر کرنے کے لئے سازشوں کا دام تیار ہونے لگا - ابوسفیان نے آنکھوں کے نور عم رسولؐ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کے بیٹے اور بستان رسالت کو اجاڑنے والے یزید پلید کے باپ جناب معاویہؓ (امیر شام) شانِ ملوکیت کے پرانے دل دادہ تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں قیصر و کسریٰ سے نسبت دے چکے تھے، وہ بھلا اس موقعہ پر کب خاموش بیٹھنے والے تھے، انہوں نے چاہا کہ وحدت اسلامیہ کے شیرازے کو منتشر کر کے کچھ نہیں تو کم سے کم شام ہی میں اپنی آزاد سلطنت قائم کر لیں، چناں چہ انہوں نے بنو ہاشم کے پرانے اموی دشمنوں کی رہنمائی منظور کر لی اور جناب امیر علیہ السلام کے خلاف اہل شام کو بھڑکانا شروع کیا -

Marfat.com

لوگوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے ان سازشی امویوں نے سب سے زیادہ موثر حربہ یہ تجویز کیا کہ جناب امیر کی اس مقدس ہستی پر جس نے اخیر وقت تک حضرت عثمان کا دیدہ دلیری کے ساتھ، ساتھ دیا، حضرت عثمان کے قتل کا الزام عائد کیا جائے چناں چہ امیر معاویہ ہر جمعہ کو دمشق کی جامع مسجد میں حضرت عثمان کا خون آلودہ کرتہ اور حضرت نائلہ کی انگلیاں مسلمانوں کو دکھا کر انہیں ترغیب دیتے تھے کہ وہ جناب امیر سے قصاص طلب کریں ——— بنو امیہ تو آل ہاشم کے پرانے دشمن تھے لیکن اس قسم کے مکروہ پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض دوسرے مسلمان بھی اس دام فریب میں گرفتار ہو گئے، وحدت اسلامی کے خرمن کو پھونکنے کے لئے بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔

جس زمانے میں حضرت عثمان شہید ہوئے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ گئی ہوئی تھیں، واپسی میں انہیں حضرت عثمان کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور چند امویوں نے جو اسی غرض سے مکہ معظمہ گئے تھے حضرت عثمان کی شہادت کا یقین دلایا (اور یہ بھی یقین دلایا کہ) حضرت عثمان کی شہادت میں معاذ اللہ، جناب امیر علیہ السلام کا ہاتھ ہے ——— حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک پرانے واقعہ کی بنا پر جس میں عبداللہ بن مسعود اور مسطح بن اثاثہ دو منافقین نے مسلمانوں کی ماں کے دامن عصمت پر اتہام لگایا تھا، اور خداوند کریم نے اپنے محبوب بیوی کی عصمت و پاکبازی پر گواہی دی تھی ——— جناب امیر کی جانب سے قدرے ملال تھا کیوں کہ آپ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ملول دیکھ کر بطریق دل سوزی اور بتقاضائے بشریت یہ فرمایا تھا کہ "حضور اس قدر ملول کیوں ہیں؟ اگرچہ کچھ شبہ ہے تو حضرت عائشہ رض سے کنارہ کشی اختیار فرما لیجئے" ——— کچھ تو امویوں کی دروغ بافی، رنگ آمیزی اور جناب امیر کی جانب سے بزرگانہ ملال - حضرت ام المومنین کے دل میں معاً یہ خدشہ پیدا ہوا کہ میرا مدینہ طیبہ جانا مناسب نہیں ہے ممکن ہے کہ حضرت علی مجھ سے کوئی برا برتاؤ کریں، یہ سوچ کر آپ مکہ واپس تشریف لے گئیں۔

Marfat.com

بظاہر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکہ معظمہ واپس تشریف لے جانا ایک معمولی واقعہ تھا کہ آپ نے شہادت کی بنا پر مدینہ منورہ تشریف لانا خلاف مصلحت متصور فرمایا لیکن اُس پر آشوب دور میں اس واقعہ کو بھی سیاسی اہمیت حاصل ہو گئی اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اصحاب بھی مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔ اسی دوران میں قدیم فتنہ پرداز مروان بن الحکم اموی اپنی جماعت کو لے کر پہنچا اور حضرت ام المومنین کو واقعات شہادت اس قدر مبالغہ آمیزی کے ساتھ سنائے کہ آپ رونے لگیں اور آپ کو یقین ہو گیا کہ اس میں حضرت علی کا ہاتھ ہے ۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کی ایک جماعت اس معاملے میں حضرت ام المومنین کو خطا کار سمجھتی ہے لیکن محبوب خدا کی اس محبوب بیوی کے متعلق جس کی عصمت و وفاداری کی شہادت خود علام الغیوب نے دی، جو خود صدیقہ ہے ۔ اور جس کا پدر محترم صدیق تھا، کسی قسم کا سوءظن مناسب نہیں، یہ مانا کہ حضرت ام المومنین اپنے علم و فضل، ذہانت و ذکاوت اور عظمت و شرف کے اعتبار سے دنیائے اسلام کے لئے موجب صد افتخار ہیں مگر پھر بھی وہ عورت تھیں اور آپ کے واقعات پر غور کرتے وقت ہمیں فطرت نسوانی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے، فطری طور پر عورت کے دل میں شبہات بہت جلد پیدا ہوتے ہیں، حضرت ام المومنین بھی عورت تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے آپ کے دل میں بھی تقاضائے فطرت یہ شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ چوں کہ جناب امیر خود حضور سرور کائنات کے سامنے میرے خلاف ایک مرتبہ لب کشائی کر چکے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ میرے مدینے جانے پر حضرت علی اپنی کدورت نکالیں اور میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں ۔ عورت فطری طور پر نرم دل اور رحم و کرم کا مجسمہ ہوتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ بھی عورت تھیں اور مجسمہ رحم و کرم ۔

جب امویوں نے مبالغہ کے ساتھ حضرت عثمان کے واقعات شہادت ان کے سامنے بیان کئے تو وہ بدرجۂ اتم متاثر ہوئیں، حضرت عثمان کی مظلومی و بے کسی تیر بن کر ان کے کلیجہ کے پار ہو گئی اور ان کے پاک قلب میں حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی ہمدردی کا وہ ناقابل برداشت جذبہ پیدا ہوگیا جو انہیں خانۂ رسول کی چہار دیواری سے میدان جنگ میں کھینچ لایا۔

(ب)

اس موقعہ پر بھی جبکہ دلوں میں کدورت کی آگ پوری قوت سے بھڑک رہی تھی مخلص مسلمانوں کو یہ خیال رہتا تھا کہ ان کے قدموں کو جادۂ حق پرستی پر لغزش نہ ہو چناں چہ جنگ جمل میں اس قسم کے سبق آموز واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں، جناب امیر علیہ السلام کے مخالفوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ دیا کہ وہ اہل عراق کو جناب امیر کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے بصرہ تشریف لے چلیں، حضرت صدیقہ بصرہ روانہ ہوئیں، اثناء راہ میں مفسد امویوں کے علاوہ جلیل القدر اصحاب ناموس رسول کے ناقہ کو اپنے حلقے میں لئے ہوئے تھے، قافلہ ایک گاؤں میں پہنچا، کتوں نے حضرت ام المومنین کے ناقۂ مبارک کے قریب آکر بھونکنا شروع کیا، آپ نے ہمراہیوں سے پوچھا کہ "اس مقام کا نام کیا ہے؟" ——— لوگوں نے دست بستہ عرض کیا یا "ام المومنین اس گاؤں کا نام "حواب" ہے ——— حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ازراہ حیرت دوبارہ پوچھا، "حواب"؟ ——— جواب ملا، "جی ہاں"! ——— فرمایا کہ "ناقہ" کو روک لو، طلحہ اور زبیر کو بلاؤ، میں ابھی واپس جاتی ہوں" ——— ہمراہیوں نے متحیر ہو کر سبب پوچھا، جواب ملا :-

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد آگئی کہ میری ایک بیوی پر "حواب" کے کتے بھونکیں گے کیوں کہ وہ حق پر نہ ہوگی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وہ بیوی میں ہی ہوں، حواب کے کتوں کا بھونکنا اس امر کی دلیل ہے کہ میں حق پر نہیں ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حق پرستی سے مخالفین کے گروہ میں کھلبلی مچ گئی۔ امویوں کی قدیم سازش پسندی اس موقعہ پر بھی کام آئی، انہوں نے آگے بڑھ کر کہا "یا ام المومنین! آپ سے قافلہ کے رہنما نے غلط بیانی کی، اس

Marfat.com

مقام کا نام حواب نہیں ہے" —— حضرت عائشہ رض نے فرمایا، "اس کا ثبوت ؟"—
جناب امیر علیہ السلام کے باطل پرست دشمن گاؤں کے چند غریب باشندوں کو پکڑلائے
اور انہیں ڈرا دھمکا کر حضرت ام المومنین کی خدمت میں یہ حلفیہ گواہی دلوائی کہ اس گاؤں
کا نام حواب نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رض کے جذبۂ حق پرستی کو پھر بھی تسکین نہ ہوئی،
آپ نے فرمایا، "خیر اس گاؤں کا نام حواب نہیں، نہ سہی - لیکن میں عورت ہوں مجھے میدانِ
جنگ سے کیا واسطہ، تم مجھے میرے گھر جانے دو" —— حضرت ام المومنین کے
اس ارشاد سے مخالفین جناب امیر علیہ السلام کے چھکے چھوٹ گئے، سوچا کہ اگر حضرت
عائشہ صدیقہ رض واپس تشریف لے گئیں تو پھر مروانی دام فریب کی آہنی کڑیاں،
تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ جائیں گی لہٰذا پھر قدیم سازش بروئے کار آئی، اور ان
لوگوں نے طبل جنگ بجنے کا حکم دے کر غل مچانا شروع کیا کہ حضرت علی کی فوج
حملے کے لئے بڑھی چلی آرہی ہے —— حضرت ام المومنین اپنی شرافتِ نفس اور
معصومیت کی وجہ سے پھر اس فریب میں آگئیں اور اس خیال سے کہ حضرت علی کی فوجوں
نے حملہ کر دیا میں میدانِ جنگ میں موجود ہوں لہٰذا اب سوائے جنگ کے کوئی صورت
نہیں، آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔
مصالحت کے لئے جناب امیر علیہ السلام اور دوسرے جلیل القدر اصحاب رسول
کی مخلصانہ کوششیں ناکام رہیں اور وہ خوں ریز جنگ ہوئی جو تاریخ اسلام میں "جنگ
جمل" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت طلحہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے چلے گئے تھے حضرت
زبیر نے بھی میدان سے واپسی کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا، ان دونوں
بزرگوں کے جانے سے حضرت علی رض کی مخالف فوجوں کے حوصلے کسی قدر پست
ضرور ہو گئے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حرم رسول کا ناقہ ہمارے وسط میں
ہے تو مسلمان شمع رسالت کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے اور اپنی جانیں قربان
کرنے لگے۔ حضرت امیر علیہ السلام جانتے تھے کہ جب تک حضرت عائشہ صدیقہ
کا اونٹ فوج کے وسط میں ہے، لڑائی ہرگز ختم نہ ہو گی۔ اور مسلمان اسی طرح
حرم رسول پر کٹتے رہیں گے چنانچہ آپ نے مالک ابن اشتر سے مشورہ کیا، اور
یہی طے ہوا کہ کسی طرح حضرت ام المومنین کے ناقۂ مبارک کو قتل کر دیا جائے

Marfat.com

چناں چہ مالک ابن اشتر نے آگے بڑھ کر اُس مسلمان کو جام شہادت پلایا جو حضرت عائشہ صدیقہ کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا، اس کا قتل ہونا تھا کہ دوسرے مسلمانوں نے دوڑ کر اونٹ کی مہار پکڑ لی، مالک ابن اشتر نے ان کو بھی شہید کر دیا اور یہ سلسلہ قائم ہو گیا، عاشقانِ رسولؐ دوڑ دوڑ کر حضرت عائشہ کے اونٹ کی مہار پکڑتے اور مالک ابن اشتر اور حضرت علی کے دوسرے سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے تھے اس کے بعد مالک ابن اشتر نے حضرت عائشہ کے ناقۂ مبارک پر سخت حملہ کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا، حضرت محمد بن ابو بکر دوڑے اور کجاوے میں ہاتھ ڈال کر اپنی بہن کو سنبھالا، حضرت عائشہ صدیقہ چوں کہ پردے کے اندر تھیں اور آپ نے سنبھالنے والے کو نہ دیکھا تھا لہٰذا فرطِ غیرت سے جھلّا کر فرمایا :-

"بارالٰہا ! جل جائے وہ ہاتھ جس نے اس جسم کو چھوا جسے صرف رسولِ خدا نے چھوا تھا"۔

حضرت محمد بن ابی بکر نے فرمایا :-

"اے بہن ! میں ہوں تمہارا بھائی محمد، دعا کرو کہ میرا ہاتھ دنیا میں جلے، آخرت میں نہ جلے"۔

جنگ جمل میں طرفین کے سولہ سترہ ہزار مسلمان کام آئے، مجروحین میں لوگوں کے ہاتھ زیادہ قلم ہوئے، جناب امیر علیہ السلام کو فتح حاصل ہوئی، آپ نے ام المومنین کو ادب و احترام کے ساتھ مدینہ بھیجدیا، عورتوں کا رسالہ ہمرکاب تھا، چوں کہ یہ عورتیں مردانہ فوجی لباس میں تھیں، اس لئے حضرت عائشہ پہلے تو بہت ناراض ہوئیں کہ حضرت علیؑ نے نامحرم مردوں کے ہمراہ بھیجا لیکن مدینہ پہنچ کر جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئیں۔

(ج)

شام کے گورنر معاویہ نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خلاف اعلان بغاوت تو پہلے ہی کر رکھا تھا، جنگ جمل میں مخالفین علی علیہ السلام کی ناکامی کا حال

Marfat.com

سُنتے ہی ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی، اور انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے مقابلے پر لشکر قہار روانہ کیا، سب سے آگے پچیس ہزار پیادوں کی معیت میں عمر بن العاص کا غلام وردان تھا، اس کے پیچھے عمرو بن العاص، ان کے پیچھے امیر شام یعنی معاویہ ——— ادھر جناب امیر نے اس افسوس ناک بغاوت کا سر کچلنے کے لئے اپنی فوجوں کو دجلہ و فرات عبور کرنے کے لئے حدود شام میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ دریائے فرات کے کنارے مقام صفین میں حق و باطل کی فوجوں کا مقابلہ ہوا، جناب امیر علیہ السلام نے اس موقعہ پر بھی پوری کوشش کی کہ صفین کی سرزمین مسلمانوں کے خون سے تر نہ ہو، لیکن آپ کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

شروع ذی الحجہ سے آخر ماہ تک میدان جدال و قتال گرم رہا اور طرفین کے ہزاروں آدمی مارے گئے، محرم کا چاند نظر آیا اور حرمت ماہ کی وجہ سے لڑائی بند رہی، آٹھ ماہ تک التوائے جنگ کی مہلت ختم ہوئی، اور تاریخ معینہ پر طرفین کے ثالث یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن العاص چار سو آدمیوں کے ہمراہ مقام دومۃ الجندل میں مجتمع ہوئے، ثالثوں نے تخلیہ میں باہمی مشورے سے طے کیا کہ حضرت علی اور امیر معاویہ دونوں اپنے اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائیں اور مسلمانوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ باہمی مشورے سے جس شخص کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں، عوام کو ثالثوں کے اس فیصلے سے مطلع کرنے کے لئے ایک جلسہ طلب کیا گیا اور دنیا نے بنی امیہ کی سازشوں کا ایک بدترین نمونہ اپنی متحیر نگاہوں سے دیکھ لیا،

عمرو بن العاص نے مصنوعی اخلاق و تکلف سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے درخواست کی کہ مجمع میں پہلے آپ تقریر فرمائیں، میں سبقت کی جرأت نہیں کر سکتا، حق کے بندے حضرت ابو موسیٰ اشعری اس فریب کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے جلسے میں کھڑے ہو کر اپنا فیصلہ سنایا کہ معاویہ اور علی دونوں کو معزول کرتا ہوں، اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کر لیں" ——— حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بعد

Marfat.com

عمرو بن العاص تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ جہاں تک حضرت علی کی معزولی کا تعلق ہے میں جناب ابو موسیٰ کی تائید کرتا ہوں لیکن میں معاویہ کو معزول نہیں کرتا، اور چوں کہ حضرت علی کے ثالث نے اپنے آدمی کو خود معزول کر دیا ہے اس لئے اب امیر معاویہ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں"۔

حضرت ابو موسیٰ کو اس فریب کاری پر بہت صدمہ ہوا اور عمرو بن العاص کو بہت برا بھلا کہا، لیکن امویوں کو زبان خلق کی کیا پرواہ تھی، ان کو تو کسی طرح اپنا مطلب نکالنا تھا، فوراً دومۃ الجندل سے روانہ ہوئے اور دمشق پہنچے اور معاویہ کو خلافت کی مبارک باد دی۔

(۵)

بنو امیہ کی خود غرضی اور چالوں سے اب مملکت اسلامیہ دو حصّوں میں منقسم ہو گئی تھی، معاویہ نے دمشق کو اپنا پایۂ تخت قرار دے کر مستقل حکومت قائم کر لی تھی اور خلافت اسلامیہ کے دوسرے صوبوں میں بھی بغاوت کے شعلے بھڑکائے جا رہے تھے، ایک جانب تو حضرت عثمان کے خون کا قصاص طلب کیا جاتا تھا اور دوسری جانب اموی امیر کے اشارے سے حضرت عثمان کے قاتل کنانہ کا باپ معاویہ بن شریح مصر کے علوی گورنر حضرت محمد بن ابی بکر کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا تھا، بہت ممکن تھا کہ جناب امیر علیہ السلام ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازے کو دوبارہ مجتمع فرمانے کی کوشش کرتے لیکن شہادت کا نورانی تاج آپ کے فرق اقدس کو چومنے کے لئے بیچین تھا،

اس دوران میں ایک نیا انقلاب پسند گروہ پیدا ہو گیا تھا جس کے خیال میں آئے دن کی جنگوں کا واحد علاج یہ تھا کہ حضرت علی، امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر دیا جائے۔ مبارک بن عبداللہ اور عمرو بن ابی بکر تیمی۔ نے علی الترتیب معاویہ اور عمرو بن العاص کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا، خارجی، عبدالرحمٰن ابن ملجم نے اپنی ایک ہم عقیدہ لڑکی قطام کے دام عشق میں مبتلا ہو کر جناب امیر علیہ السلام کو جام شہادت پلانے کا تہیہ کر لیا۔ ان تینوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے

Marfat.com

کے لئے ایک تاریخ اور ایک وقت مقرر کیا اور اپنے اپنے متعینہ مقامات کو روانہ ہو گئے۔

ماہ رمضان المبارک اٹھارویں شب کو عبداللہ بن مبارک نے دمشق میں امیر معاویہ پر حملہ کیا، زخم بہت گہرا تھا مگر وہ جان بر ہو گئے، عمرو بن ابی بکر تمیمی مقرر ہیں عمرو بن العاص پر حملہ نہ کر سکا، عبدالرحمن ابن ملجم نے مسجد کوفہ میں شیر خدا کے سر مبارک پر حالت نماز میں حملہ کیا، تلوار نصف سے زیادہ اتر گئی اور دین محمدی کا یہ ستون جو خانۂ خدا ہی میں پیدا ہوا تھا خانۂ خدا ہی میں جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر رہا ہے، دو دن زخم کی تکلیف سے حالت غیر رہی، اس دوران میں مسلمانوں نے حاضر خدمت ہو کر آپ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کرنا چاہتے ہیں، جناب امیر علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ "انتخاب خلافت میں مسلمانوں کو پوری آزادی ہے، مفاد ملت کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں، میں اپنی جانب سے دخل نہیں چاہتا، میں اس وقت اپنے خدا سے مشغول ہوں، میری توجہ دوسری جانب مبذول نہ کرو" —— ماہ رمضان المبارک اکیس تاریخ دنیا کو یہ پیام مصیبت سنانے کے لئے آئی کہ آج مسلمانوں کا گلیم پوش تاجدار ملت مرحومہ کا غم گسار منصب شہادت پر فائز ہوتا ہے۔ دنیائے اسلام کا وہ نامور علم بردار جس نے چھوٹی عمر سے تائید و اعانت دین کا پرچم اپنے مقدس ہاتھوں میں سنبھالا تھا، آج دین پر اپنی جان قربان کرتا ہے، خدا کا ولی اپنے خدا سے مصروف راز و نیاز تھا رحمتوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے، حوران خلد اپنے امیر کی پیشوائی کے لئے دست بستہ حاضر تھیں، باغ ارم کا ایک ایک شگوفہ اپنے محترم مالک کے قدموں کو چومنے کے لئے بصد افتخار جھوم رہا تھا، کہ دیکھتے ہی دیکھتے

ع عالم کا سرتاج زمانے سے اٹھ گیا!

انا للہ وانا الیہ راجعون!

جناب امیر علیہ السلام چار برس آٹھ مہینے نو دن سریر آرائے خلافت رہے حضور سرور کائنات جس عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تھے اسی سنہ ہجری

صفحہ ۱۳ قبیل سیو مبارک کہا عبداللہ ہے

Marfat.com

میں آپ منصب شہادت پر فائز ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن شریف کے موافق ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر شریف پائی، اس خیال سے کہ دشمنان رسول و اہل بیت رسول کہیں جسد مبارک کی بے حرمتی نہ کریں آپ کو رات کی تاریکی میں ایک پوشیدہ مقام پر دفن کر دیا گیا تھا اور قبر مبارک کا پتہ سوائے خصوصی اعزا و احباب کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے عہد میں آپ کا مزار مبارک ظاہر کیا گیا اور آج یہ مقام نجف اشرف کے نام سے مہبط انوار الٰہی ہے۔

اللّٰهُمَّ ابلغ روح علی منا تحیة وسلاما وارفع درجة العلیا وذکره بی لیذکرنی عندک بما انت اعلم انه نافع لی عاجلا وآجلا علی قدر معرفته بک ومنزلته لدیک انک بکل فضل جدیر وعلی ما تشاء قدیر۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واٰله اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲؍مئی ۱۹۶۵ء / ۹ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

مسلم اول شہ مرداں علی | عشق را سرمایۂ ایمان علی
از رخ او فال پیغمبر گرفت | ملت حق از شکوہش فر گرفت
قوت دین مبین فرمودہ اش | کائنات آئیں پذیر از دودہ اش
مرسل حق کرد نامش بوتراب | حق یداللہ خواند در ام الکتاب
ذات او دروازۂ شہر علوم | زیر فرمانش حجاز و چین و روم

(اقبال: اسرار خودی، ص ۵۳-۵۴)

Marfat.com

کہتا تھا کوئی چل بسا احمد کا جانشیں کہتا تھا کوئی ٹوٹ گیا آج رکن دیں
دم سے ابو تراب کے تھی رونق زمیں افسوس بے چراغ ہوئی بزم مؤمنیں

عالم کا سرتاج زمانہ سے اٹھ گیا
ہادی ہمارا آج زمانہ سے اٹھ گیا

Marfat.com

ماخذ و مراجع

Marfat.com

ماخذ و مراجع

اُن کتابوں کی مجمل فہرست جن سے حضرت علیہ الرحمہ اور مرتب نے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا یا جن کا ضمناً ذکر کیا گیا۔

ہندسہ	مصنف	تصنیف	ہندسہ	مصنف	تصنیف
۱	ابراہیم بن محمد الحلبی	(ا) غنیۃ المتملی الخ	۱۴	ابوالحسن ندوی، مولینا	سیرت سید احمد شہید
۲	〃 〃	(ب) کبیری	۱۵	ابوبکر قریشی	اشرف الواعظین
۳	ابن الحاج الفاسی، محمد بن محمد العبدری	(ا) مطالع المرآت	۱۶	ابوحنیفۃ النعمان	المسند
۴	〃 〃	(ب) المدخل	۱۷	ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی	سنن ابوداؤد شریف
۵	ابن الحجر الہیتمی	الفتاوی حدیثیہ	۱۸	ابی الحسن شاذلی ؒ	دلائل الخیرات شریف
۶	ابن تیمیہ	مجموعۃ الرسائل الکبری	۱۹	احمد بن عبدالرحیم، شاہ	حجۃ اللہ البالغہ
۷	ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی	الرد علی المتعصب العنید	۲۰	احمد بن مبارک	کتاب الابریز
۸	ابن حجر	الدرر الکامنہ	۲۱	احمد بن عبدالاحد، شیخ	مکتوبات شریف
۹	ابن عابدین، محمد امین بن عمر	(ا) ردالمختار	۲۲	احمد القبانی المصری	الفصل الخطاب
۱۰	〃 〃	(ب) منحۃ الخالق الخ	۲۳	احمد رضا خاں، مولینا	(ا) حدائق بخشش
۱۱	〃 〃	(ج) عقود الدریہ الخ	۲۴	〃 〃	(ب) الامداد علی اجیال الارتداد
۱۲	ابن عبدالکافی سبکی	التعظیم والمنہ الخ	۲۵	〃 〃	(ج) الیاقوت الواسطہ
۱۳	ابن ماجہ، محمد بن یزید بن ماجۃ القزوینی	کتاب السنن	۲۶	〃 〃	(د) الکوکبۃ الشہابیہ
			۲۷	〃 〃	(ا) نظیب الایمان الخ
			۲۸	احمد سعید دہلوی، مولینا	وعظ سعید

Marfat.com

ہندسہ	مصنف	تصنیف
۲۹	احمد علی	رد قول نجدیہ
۳۰	احمد میمن، سیٹھ	دہلی کی نئی مجلس اوقاف
۳۱	احمد یار خاں، مفتی	مواعظ نعیمیہ
۳۲	ارتضی حسین، ملا واحدی	میرے زمانے کی دلی
۳۳	اسمٰعیل دہلوی، مولینا	(ا) تقویۃ الایمان
۳۴	" "	(ب) رسالہ یکروزی
۳۵	اشرف علی تھانوی مولینا	(ا) فتاوٰی امدادیہ
۳۶	" "	(ب) اشرف المواعظ
۳۷	" "	(ج) حفظ الایمان
۳۸	اشرف علی گلشن آبادی	تحفۂ محمدیہ
۳۹	اقبال، ڈاکٹر	(ا) اسرار خودی
۴۰	" "	(ب) رموز بیخودی
۴۱	" "	(ج) بانگ درا
۴۲	" "	(د) بال جبریل
۴۳	البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل۔	بخاری شریف
۴۴	الترمذی، الامام الحافظ محمد بن عیسیٰ۔	الجامع الصحیح
۴۵	الزرقانی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی۔	شرح مواہب اللدنیہ
۴۶	الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد۔	مشکل الآثار
۴۷	الطحطاوی، احمد بن محمد	طحطاوی علی مراقی الفلاح
۴۸	الطبرانی، سلیمان بن احمد اللخمی	المعجم الکبیر

ہندسہ	مصنف	تصنیف
۴۹	الفرغانی، ابو الحسن علی ابن ابی بکر۔	الہدایہ شرح البدایہ
۵۰	القرآن الحکیم	———
۵۱	القسطلانی، شہاب الدین احمد۔	المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ۔
۵۲	القشیری، ابو الحسین ابن الحجاج۔	مسلم شریف
۵۳	المولی اسمٰعیل الحنفی	تفسیر روح البیان
۵۴	النسائی، الحافظ احمد بن علی۔	کتاب السنن (نسائی شریف)
۵۵	امانت اللہ	تحفۃ الواعظین
۵۶	امام جزری	النشر فی القراءات العشر۔
۵۷	امام غزالی	(ا) المنقذ من الضلال
۵۸	" "	(ب) احیاء علوم الدین
۵۹	امام مالک	المؤطا
۶۰	امام محمد	المؤطا
۶۱	امیر شکیب ارسلان	حاضر العالم الاسلامی
۶۲	انور شاہ کشمیری، مولینا	فیض الباری شرح صحیح البخاری۔
۶۳	انور علی	انیس الواعظین
۶۴	ایچ۔ جے۔ فلبی	ارہائڈ
۶۵	ایس۔ ایل۔ سپلی	پولیٹکل مشن ٹو نجد
۶۶	ایل۔ اے۔ بلنٹ	پل گری میچ ٹو مکہ

Marfat.com

ہندسہ	مصنف	تصنیف	ہندسہ	مصنف	تصنیف
۶۷	برکت اللہ ضیا	مرأۃ الواعظین	۸۶	داغ دہلوی	گلزار داغ
۶۸	برک ہارٹ	بدوئنس اینڈ وہابیز	۸۷	راغب طباخ	تاریخ افکار وعلوم اسلامی
۶۹	بریج	بریف ہسٹری آف دی وہابیز۔	۸۸	رحمان علی، مولینا	تذکرۂ علمائے ہند
			۸۹	رشید احمد گنگوہی، مولینا	فتاوی رشیدیہ
۷۰	بشیر الدین احمد	واقعات دار الحکومت دہلی۔	۹۰	زید ابوالحسن	(ا) الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید۔
۷۱	بوصیری، علامہ	قصیدہ بردہ شریف	۹۱	〃 〃	(ب) القول السنی الخ
۷۲	پال گرین	سنٹرل اینڈ ایسٹرن اریبیا۔	۹۲	〃 〃	(ج) الحجۃ فی مسئلۃ اللحیۃ الخ
			۹۳	〃 〃	(د) خیر البیان الخ
۷۳	تذکرۃ الرشید	———	۹۴	〃 〃	(ہ) خیر المورد فی احتفال المولد
۷۴	تمکین	مواعظ نادر	۹۵	〃 〃	(و) خیر المقال الخ
۷۵	ٹی۔ پی۔ ہیوز	ڈکشنری آف اسلام	۹۶	〃 〃	(ز) ماذا قال الائمہ فی ابن تیمیہ۔
۷۶	جان محمد شاد	دیوان بے مثل			
۷۷	جمال الدین افغانی، سید	مقالات	۹۷	〃 〃	(ح) بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید۔
۷۸	جمال الدین سہسپوری	غزر البہتیہ			
۷۹	جمال الدین فرنگی محلی	جمال الملۃ والدین فی رد عقائد وہابیین	۹۸	〃 〃	(ط) مسئلہ ضبط ولادت
			۹۹	〃 〃	(ی) الاسانید العالیہ الخ
۸۰	جلال الدین رومی	مثنوی شریف	۱۰۰	سراج الدین	سراج الطالبین
۸۱	جلال الدین سیوطی	تفسیر در منثور	۱۰۱	سبحان علی	تائید الواعظین
۸۲	جلال الدین محلی وسیوطی	تفسیر جلالین شریف	۱۰۲	سعید الدین حسین	مسائل وہابیان گستاخ
۸۳	حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ	کتاب التنویر فی مولد سراج المنیر	۱۰۳	سلیمان بن سحمان	تبرئۃ الشیخین
			۱۰۴	سلیمان عبدالوہاب	الصواعق الالہیہ
۸۴	خلیل احمد انبیٹھوی مولینا	براہین قاطعہ	۱۰۵	سوہن لال سوری	عمدۃ التواریخ
۸۵	دارا شکوہ	سفینۃ الاولیاء	۱۰۶	سید امیر شاہ پوری	اہلاک الوہابیین

Marfat.com

ہندسہ	مصنف	تصنیف	ہندسہ	مصنف	تصنیف
۱۰۷	سید احمد بن زینی الدحلان	الدرر السنیہ	۱۲۷	عبدالعزیز احمد الدیربی المصری۔	طہارۃ القلوب والخضوع لعلام الغیوب۔
۱۰۸	سید احمد بریلوی	صراط مستقیم			
۱۰۹	سید احمد خان، سر	آثار الصنادید	۱۲۸	عبدالغفور	مواعظ حسنہ
۱۱۰	سیماب اکبر آبادی	کارامروز	۱۲۹	عبدالقادر بدایونی، ملّا	منتخب التواریخ
۱۱۱	شبلی نعمانی، مولینا	سیرۃ النبیؐ	۱۳۰	عبدالقیوم ندوی، مولینا	خطبات نبوی
۱۱۲	شمس الدین	مجالس میلاد النبی	۱۳۱	عبدالکریم	تحفۃ الواعظین
۱۱۳	شمس الدین محمد بن تمرتاش الغزی	تنویر الابصار وجامع البحار۔	۱۳۲	عبداللہ	تحفۂ وہابیہ
			۱۳۳	عبدالمجید خادم سوہدروی	ہند و شعراء کا نعتیہ کلام
۱۱۴	صدیق حسن خاں، نواب	(ا) ترجمان وہابیہ	۱۳۴	عثمان بن بشر	عنوان المجد فی تاریخ نجد
۱۱۵	〃 〃	(ب) اتحاف النبلاء	۱۳۵	عزیز الدین بن عبدالسلام	کتاب القواعد
۱۱۶	〃 〃	(ج) تقصی الجید الاحرار	۱۳۶	علی قاری، علی بن سلطان القاری۔	المرقات شرح مشکوٰۃ
۱۱۷	صفی الدین الحنفی	القول الجلی			
۱۱۸	عبدالحق محدث دہلوی	(ا) اشعۃ اللمعات	۱۳۷	عیاض، قاضی	شفا شریف
۱۱۹	〃 〃	(ب) ماثبت من السنۃ	۱۳۸	غلام حیدر	مواعظ حیدریہ
۱۲۰	〃 〃	(ج) اخبار الاخیار	۱۳۹	غلام حیدر رضا	مواعظ جعفری
۱۲۱	عبدالحق، مولوی	قاموس الکتب اردو	۱۴۰	غلام رسول مہر، مولینا	دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ)
۱۲۲	عبدالحئی لکھنوی، مولینا	نزہۃ الخواطر			
۱۲۳	عبدالرحمٰن بن ابراہیم المقدسی۔	(ا) الروضتین فی اخبار الدولتین۔	۱۴۱	غلام سرور لاہوری، مفتی	خزینۃ الاصفیاء
			۱۴۲	غلام محمد غوث	احسن المواعظ
۱۲۴	〃 〃	(ب) الباعث علی انکار البدع والحوادث۔	۱۴۳	فتوحات الٰہیہ	———
			۱۴۴	فخر الدین	فخر الواعظین
۱۲۵	عبدالرحمٰن بن عبدالسلام	نزہۃ المجالس الخ	۱۴۵	فخر الدین	ازالۃ الشکوک والاوہام الخ
۱۲۶	عبدالرزاق ملیح آبادی	ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی۔	۱۴۶	فضل احمد	شمشیر صداقت
			۱۴۷	کنہیا لال	ظفر نامۂ رنجیت سنگھ

Marfat.com

ہندسہ	مصنف	تصنیف
۱۴۸	محبوب احمد	معین الواعظین
۱۴۹	محمد بن عبدالوہاب	کتاب التوحید
۱۵۰	محمد ابراہیم	(ا) اکرم المواعظ
۱۵۱	〃 〃	(ب) افضل المواعظ
۱۵۲	محمد الخطیب الشربینی	تفسیر سراج المنیر
۱۵۳	محمد تقی	تاج المواعظ
۱۵۴	محمد جعفر تھانیسری	تواریخ عجیبہ
۱۵۵	محمد رکن الدین، مولینا	(ا) رسالۂ رکن دین
۱۵۶	〃 〃	(ب) توضیح العقائد
۱۵۷	〃 〃	(ج) مولود محمود
۱۵۸	〃 〃	(د) روح الصلوٰۃ
۱۵۹	〃 〃	(ہ) رسالہ دافع طاعون
۱۶۰	محمد شفیع، مفتی	فتاوی دارالعلوم
۱۶۱	محمد شفیع	زبدۃ الواعظین
۱۶۲	محمد شنب	دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ)
۱۶۳	محمد ظہور علی	ردوہابیہ
۱۶۴	محمد علاؤ الدین الحنفی الحصکفی۔	درالمختار فی شرح تنویر الابصار۔
۱۶۵	محمد علی	مخزن احمدی
۱۶۶	محمد قاسم خاک	تاریخ سید احمد رائے بریلوی
۱۶۷	محمد قاسم نانوتوی، مولینا	تحذیر الناس
۱۶۸	محمد مسعود شاہ، مفتی	(ا) نور العرفان
۱۶۹	〃 〃	(ب) در الیتیم الخ

ہندسہ	مصنف	تصنیف
۱۷۰	محمد مظہر اللہ شاہ، مفتی	(ا) فتاوی مظہری
۱۷۱	〃 〃	(ب) مکاتیب مظہری
۱۷۲	〃 〃	(ج) ارکانِ دین
۱۷۳	〃 〃	(د) مظہر العقائد
۱۷۴	〃 〃	(ہ) مظہر الاخلاق
۱۷۵	〃 〃	(و) خزینۃ الخیرات
۱۷۶	〃 〃	(ز) ترجمہ وتفسیر قرآن
۱۷۷	〃 〃	(ح) رسالہ در علم توقیت
۱۷۸	〃 〃	(ی) دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ۔
۱۷۹	〃 〃	(ک) عرض البلاد وطول البلاد
۱۸۰	〃 〃	تذکرۂ مظہر مسعود
۱۸۱	محمد مسعود احمد	ملفوظات مولوی محمد الیاس
۱۸۲	محمد منظور نعمانی، مولینا	زبدۃ المقامات
۱۸۳	محمد ہاشم کشمی، مولینا	تاریخ تحریک آزادی
۱۸۴	محمود حسین، ڈاکٹر	حیات طیبہ
۱۸۵	مرزا حیرت دہلوی	محمد بن عبدالوہاب
۱۸۶	مسعود عالم ندوی، مولینا	—
۱۸۷	مکالمۃ الصدرین	مسلمانوں کی فرقہ بندی کا فسانہ
۱۸۸	مناظر احسن گیلانی، مولینا	نجم الواعظین
۱۸۹	نجم الدین	اطیب الایمان الخ
۱۹۰	نعیم الدین مرادآبادی، مولینا	سید احمد شہید کی صحیح تصویر
۱۹۱	وحید احمد مسعود، مولینا	تاریخ کبیر
۱۹۲	وزیر الدولہ	شواہد الحق الخ
۱۹۳	یوسف النبہانی	

Marfat.com

اختتامیہ

الحمد لله الذی اجری ینابیع الحکم و الهدیٰ وشرف بتلقین الهدایة والابلاغ امة المحمدیة علی صاحبها السلام بفحو الآیة الشریفة اُدعُ الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و اعلی منزلتها بنبیه و رسوله محمد اشرف الانبیاء صلوات الله علیه وسلامه وعلی آله وصحبه هم کنجوم السماء واولیاء امته هم شموس الهدیٰ امّا بعد فهذا الکتاب المسمّی بمواعظ المظهری قد صنّفها العلامة الفهامة شیخ الزمان مفتی الاعظم مولینا شاه محمد مظهر الله نوّر الله مضجعه کان صاحب الکشف و الولایة ومفتیا فی الهند و مبلّغا للدین المحمدی باسلوب الفقهاء المتقدمین وکان سهل اللسان فی التدریس و التبلیغ فلهذا صار الناس مستفیدین بمواعظه و ارشاده ۔

وهذا الکتاب قد رتّب الفاضل الاجل مولینا بروفیسر محمد مسعود احمد بن مفتی الاعظم جزاه الله وجعل سعیه مشکورا ثم انه اورد فی اوّل الکتاب بتفصیل حیات المصنف المرحوم والافتتاحیة و فهرس المآخذ و المراجع و فی آخر الکتاب بمجموعة منتخبة من محامد الله و محاسن رسوله لاستفادة الناس ۔

وکتب مواعظ المظهری العبد الضعیف عبد الباقی بن موکو مهرول بلدة کوئٹة الباکستان فی ثلاثة اشهر (جمادی الثانی، رجب، شعبان ۱۳۸۹ھ) وقبل هذا کتب من سلسلة المظهریة اربعة کتب اعنی تذکرهٔ مظهر مسعود ومکاتیب مظهری وفتاوی مظهریة وارکان دین فی ثلاث سنین ۔
اللهم اجعل السلسلة المظهریة مفیدة للناس و مؤیدة للدین خیر الانام ۔

افقر الناس عبد الباقی عفی الله عنه

Marfat.com

سبدِ گُل

گل چیں

پروفیسر محمد مسعود احمد

Marfat.com

حرفِ آغاز

(۱)

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی منانے کو جی چاہتا ہے۔
——— خوشی کیوں نہ منائی جائے، نغمے کیوں نہ الاپے جائیں کہ لامکان نغموں کی آواز سے گونج رہا ہے ——— اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں بھیج رہے ہیں ——— آواز پر آواز چلی آ رہی ہے ——— قُلْ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ خوشیاں مناؤ کہ جو کچھ عطا کیا گیا ہے اس سے کہیں بہتر و برتر ہے جو تم نے جمع کیا ہے ——— ہاں خوشیاں مناؤ، کوئی گھڑی ذکر سے خالی نہ رہے، ذکر ہوتا رہے، کوئی کرتا رہے، کوئی سنتا رہے ——— یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ——— محبت والو! اس طرح اس پر درود وسلام بھیجو کہ حقِ محبت ادا ہو جائے۔

جس سے محبت ہوتی ہے دل چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ذکر ہوتا رہے ذکر کرنے میں اور لطف ہے اور دوسروں کی زبان سے سُن سُن کر جو کیف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے، اس کا حال عاشقِ خستہ جگر سے پوچھئے!

(۲)

حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ پیکرِ عشق و محبت تھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی تھے، جمعۃ المبارک کو محفل منعقد ہوتی اور کچھ دیر یادِ جاناں (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نغمہ ریزی ہوتی، مجلس کیا تھی سراپا ادب تھی، محبت و خلوص کی جیتی

Marfat.com

جاگتی تصویر، ہر شخص محبت کے رنگ میں رنگا ہوا مؤدب نظر آتا ——— شعر و سخن سے کچھ لذت اندوزی مقصود نہ تھی کہ جس کو نماز کی لذت حاصل ہو گئی پھر وہ کسی اور لذت میں گرفتار نہیں ہوتا، آتش شوق کو بھڑکانے والی بات تھی، اور بس۔ اسی لئے یہ مجلس بہت ہی مختصر ہوتی مگر قیامت کا اثر رکھتی تھی۔

دیکھا جائے تو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ خود ایک منہ بولتی نعت تھی، جو دیکھتا اسی افصح العرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو جاتا جس کی مضمون بندی نے یہ صورت کاملہ دکھائی تھی:۔

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

نعت خوانی کی ان محفلوں میں شریعت کا پورا پورا پاس و لحاظ رکھا جاتا، خلاف شرع کوئی شعر پڑھ دیتا، اسی وقت روک دیا جاتا، گلا پھرانے کی کوشش کرتا، فوراً سیدھا کر دیا جاتا، ہوس مسابقت میں ملوث نظر آتا، ٹوک دیا جاتا۔ اس مجلس کا حال مشاعروں اور نعت خوانی کی محفلوں سے قطعاً مختلف تھا، نہ واہ واہ نہ قہقہے نہ چہچہے، نہ آہ و زاری، نہ نالہ و شیون۔ خاموشی اور سکوت کا عالم ہوتا نغمۂ حبیب دل میں اترتا جاتا، کبھی کبھی بے اختیاری میں سیلاب اشک آنکھوں سے بہہ نکلتا، اور پوری مجلس کا عجیب عالم ہوتا ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۳)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی حمد و نعت سے اسی دل چسپی اور محبت کی وجہ سے یہ سوجھا کہ کیوں نہ آپ کے مواعظ حسنہ کے ساتھ بطور ضمیمہ نعتوں کا ایک گلدستہ شامل کر دیا جائے، اسی مقصد کے پیش نظر شعراء متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے جو دواوین میسر آسکے ان پر ایک نظر ڈالی، جن شعراء نے نعت گوئی کو مسلک شعری کے طور پر اپنایا ہے ان کے ہاں بھی کوئی کوئی نعت اچھی مل سکی اور جو شعراء میدانِ غزل

Marfat.com

ہیں جولانیاں دکھاتے ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے، حمد و نعت سے اس طرح پہلوتہی کر جاتے ہیں کہ دیکھ دیکھ کے حیرت ہوتی ہے، شعراء متوسطین میں شیخ جان محمد شاد کا دیوان سخن بے مثل (۱۲۹۲ھ) نظر سے گزرا، حمد و نعت اور منقبت کو دو شعروں میں تمام کر دیا اور فارغ ہوئے شتابی سے، ملاحظہ ہو :-

کنشت دہر میں غل ہے تری قدرت نمائی کا — وہ بت پیدا کئے ہیں جن کو دعویٰ ہے خدائی کا
نبی پر آئینہ ہے حال حیدر کی صفائی کا — وہ بھائی اے برادر ہے، پڑھے جو کلمہ بھائی کا

یہ دو مطلعے ہی حمد و نعمت ہیں اے شاد کافی ہیں
غزل خواں ہو، ارادہ ہے اگر طبع آزمائی کا

(۴)

اصناف سخن میں 'رباعی' کو مشکل ترین صنف کہا جاتا ہے، مگر فی الواقع حمد و نعت اس سے بھی زیادہ مشکل ہے، 'رباعی' میں تو صرف تنگئ داماں کی شکایت ہے مگر یہاں وسعت دامانی کے باوجود قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہے ع

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

اردو شعراء نے جس راہ پر جولانیاں دکھائی ہیں وہ اس راہ سے قطعاً مختلف ہے ——— بے لگام محبت اور بے دریغ اظہار کے لئے یہ میدان بہت تنگ ہے اسی لئے حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں :-

جو کہے "شعر و پاس شرع، دونوں کا حسن کیوں کر آئے"؟
لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا، کہ یوں !

یہاں دماغ کی نہیں، دل کی ضرورت ہے، دل بھی دل صافی، جس کو خون جگر سے سنوارا گیا ہو ——— یہاں طوفان محبت کو قابو میں رکھنا پڑھتا ہے، بے قابو ہو جائے تو محبت رسوا ہو جائے :-

پیش نظر وہ نو بہار سجدہ کو دل ہے بیقرار
رو کئے سر کو رو کئے ہاں یہی امتحان ہے

یہاں حسن اظہار کا بڑا اہتمام کرنا پڑھتا ہے ——— نعت گوئی کے لئے

Marfat.com

اویس قرنیؓ کا دل اور صدیق اکبرؓ کا تحمل و وقار چاہیئے ——— پھر بھی وہ جو حق ادا ہونے والی بات ہے پوری ہو ہی نہیں سکتی۔ ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

⑤

بھلا رونق بزم کائنات صلی اللہ علیہ کی تعریف و توصیف کا کس سے حق ادا ہو سکتا ہے؟ ——— وہ جان رحمت و نعمت ہیں ——— وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ——— "رب کی نعمتوں کو گننا شروع کرو تو گنتے گنتے تھک جاؤ" ——— جب نعمتوں کو گننے کا یارا نہیں تو جان نعمت کی معرفت اور تعریف کا حق کس طرح ادا ہو سکتا ہے؟۔

جس کی جان پاک کی قسم جان جاناں کھائے ——— لعمرك ——— "تیری جان کی قسم" ——— اس کی عظمت و شوکت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ ——— جس کے سینۂ عالی کو وہ تعالیٰ جل شانہٗ پاک و صاف کرے ——— الم نشرح لك صدرك ——— "ہم نے تیرے سینے کو کھول نہیں دیا؟" ——— اس قلب صافی کی پاکیزگی و تقدس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ ——— جس کو وہ بصیر و علیم دکھائے ——— لنریہ من ایٰتنا ——— "تاکہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں" ——— اور اس شان سے دکھائے ——— ما زاغ البصر وما طغیٰ ——— "نہ آنکھ جھپکی نہ حد سے بڑھی" ——— اس کی بصیرت و بصارت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ ——— جس کو وہ نہ چھوڑے اور نہ اس سے روٹھے اور نہ چھوڑنے اور نہ روٹھنے کا اعلان عام کر دے ——— ما ودعك ربك وما قلیٰ ——— "تیرے رب نے نہ تجھ کو چھوڑا اور نہ وہ تجھ سے روٹھا" ——— جس کے مکان مقدس کی وہ لامکان قسم کھائے ——— لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ——— "قسم ہے اس شہر کی اور (یہ اس لئے) کہ تو اس شہر میں مکیں ہے" ——— اس کے رفعت مکان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ ——— جس کی حیات طیبہ کا یہ عالم ہو کہ ہر آنے والی گھڑی ایک نیا پیام رفعت لے کر آئے۔۔

Marfat.com

وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ ——— "اور تیری آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے" ——— اس کی سرعت رفعت اور بلندی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

الغرض جس کے ذکر و فکر کو وہ جان حمد بلند فرمائے ——— ورفعنا لك ذکرك ——— "تیرے ذکر کو تو ہم نے بلند کر دیا ہے" ——— اس کی بلندیوں کا کیا ٹھکانہ! ——— ان کی شان تو یہ ہے ——— النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ——— "نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم تو مومنین سے، ان کی جانوں سے بھی زیادہ، ان سے قریب و نزدیک ہیں" ——— نظر کتنی قریب ہے، نظر نہیں آتی، جان کتنی نزدیک ہے، دکھائی نہیں دیتی ——— جو جان سے زیادہ قریب ہو، جو نظر سے زیادہ نزدیک ہو، وہ کیسے نظر آئے؟ ———

حقیقت محمدیہ کا ادراک آساں نہیں، عاشق صادق نے خوب کہا ہے ع

اللہ ہی کو معلوم ہے تم کون ہو کیا ہو؟

لیکن پھر بھی حکم یہی ہے کہ تعریف و توصیف کیے جاؤ، اپنی اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کہے جاؤ، یادوں کے چراغ جلائے جاؤ کہیں اندھیرا نہ ہو جائے!

(۶)

نگاہ محبت سے ہم نے بکثرت دواوین کا مطالعہ کیا، مگر مایوسی و حرماں نصیبی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، امید تو یہ تھی کہ ان کیاریوں سے گل چیننے کے بعد جھولیاں بھر لی جائیں گی، مگر دیکھا جائے تو سر دامن بھی تر نہ ہوا ع

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

بہر کیف تلاش و جستجو کے بعد متاع قلیل ہاتھ آ گئی، عزیزم پروفیسر سید محمد عارف سلمہٗ نے بھی اعانت فرمائی فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ پیش نظر انتخاب میں مختلف دواوین کے محدود مطالعے کے بعد ان شعراء کے کلام سے حمد و نعت میں چند منظومات پیش کی جا رہی ہیں:-

داغؔ دہلوی، رضا بریلوی، ظفر علی خاں ظفر، سیمابؔ اکبر آبادی، جگرؔ مراد آبادی، جوشؔ ملیح آبادی، بہزادؔ لکھنوی، شارقؔ دہلوی، امرناتھ قیسؔ، اور کیفؔ

(۷)

آخر میں یہ وضاحت بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی (۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء) کا بڑا پایہ ہے، عقیدت مندوں میں آپ کو "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اردو ادب کے تذکرہ نگاروں اور تاریخ نویسوں نے بڑی تنگ دلی سے کام لیا ہے، بعض نے سرسری ذکر کیا ہے اور بعض نے تو نظر انداز ہی کر دیا ہے، شاید اس لئے کہ وہ کسی کے شاگرد نہ تھے، وہ تلمیذ رحمٰن تھے، مگر نعت گو شعراء میں ان کے مقابلے کا کوئی نہیں، اس صفت شاعری میں وہ سرتاج شعراء ہیں، نعت گوئی میں اپنے مقام و مرتبہ کا خود ان کو بھی احساس تھا، اور اس میں کوئی تعلی نہیں:-

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

محمد مسعود احمد

صدر شعبۂ اردو

گورنمنٹ ڈگری کالج

کوئٹہ (مغربی پاکستان)

۲۱ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ

۶ اگست ۱۹۶۹ء

Marfat.com

سبدِ گل

حمد

(۱)

جلوہ اس کا نظر نہیں آتا — نہیں آتا نظر، نہیں آتا
آنکھ کھلتے ہی خوابِ غفلت سے — ہائے کیا کیا نظر نہیں آتا
ڈھونڈھتی ہیں جسے مری آنکھیں — وہ تماشا نظر نہیں آتا
تو نے جس دن سے کی مسیحائی — کوئی اچھا نظر نہیں آتا

عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ — یہ جلانا نظر نہیں آتا
اک زمانہ مری نظر میں رہا — اک زمانہ نظر نہیں آتا
رہتے مشتاقِ جلوۂ دیدار — ہم نے مانا نظر نہیں آتا
دل پہ بیٹھا کہاں سے تیرِ نگاہ؟ — یہ نشانا نظر نہیں آتا
آپ ہی دیکھتے ہیں ہم کو تو — دل کو آنا نظر نہیں آتا

ہمیں اے داغؔ کو رباطن ہیں
ورنہ وہ کیا نظر نہیں آتا؟

داغ دہلوی[1]

(۲)

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
کچھ تعلق رہا نہ دنیا سے — شغل ایسا بتا دیا تو نے

---

[1] گل زارِ داغ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۶ھ / ۱۸۶۹ء، ص ۳۲-۳۴

کس خوشی کی خبر سنا کے مجھے — غم کا پُتلا بنا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دل بے مدعا دیا تو نے
کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے — کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے
بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو — بے غرض جو دیا، دیا تو نے
کہیں مشتاق سے حجاب ہوا — کہیں پردہ اٹھا دیا تو نے
جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی — اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے
مٹ گئے دل سے نقش باطل کے — نقشہ اپنا جما دیا تو نے
ہے یہی رہ منزل مقصود — خوب رستے لگا دیا تو نے

داغ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا، دیا تو نے[1]

داغ دہلوی

③

بوئے دل از غباری می آید — شاید آں شہسواری می آید
ایں ندائے زدارمی آید — جاں فدا کن کہ یاری می آید
عشق در ہر دیار نالہ کند — حسن از ہر دیار می آید
سینہ خالی کنید از دلہا — یار بہر شکار می آید!
مژدہ اے دل کہ بہر استقبال — رحمتش بے قرار می آید
ہم نشیں راز عشق می پرسد — نالہ بے اختیار می آید

من بہ پنہاں جگر تلاش کنم
او مگر آشکار می آید

جگر مراد آبادی

---

[1] ایضاً، ص- ۲۷۹

Marfat.com

نعت

④

پھر کسے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

یاد حضور کی قسم، غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

خوش رہے گل پہ عندلیب خار حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم، جرم پہ گر لجائیں ہم[1]
کوئی بجائے سوز غم، ساز طرب بجائے کیوں

⑤

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کیئے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں[2]

---

[1] احمد رضا خاں بریلوی : حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ) مطبوعہ کراچی، ص - ۳۹ - ۴۱

[2] ایضاً، ص - ۴۳

Marfat.com

(۶)

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں؟

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو!
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ کہاں نہیں

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں؟

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑ دو جہاں نہیں

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے

Marfat.com

نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ جماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو، اس کو گل کہے کیا کوئی، کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں؟
کرے مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دیں پارۂ ناں نہیں[1]

(۷)

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جان ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

کاش آویزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیٔ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تیری بیتابی سے
چین لینے دے تپِ سینۂ سوزاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر ایک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو

اے رضا وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو[2]

(۸)

زمین و زماں تمہارے لئے مکیں و مکاں تمہارے لئے
چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

---

[1] ایضاً، ص- ۴۷، ۴۸
[2] ایضاً، ص- ۵۶، ۵۷

Marfat.com

دھن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے

سحاب کرم روانہ کئے، کہ آب نعم زمانہ پیئے
جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیئے یہ ستر بداں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

یہ طور کجا، سپہر تو کیا کہ عرش علا بھی دور رہا
جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے [1]

⑨

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے — بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف — ہوش میں جو نہ ہو، وہ کیا نہ کرے
یہ وہی ہیں جو بخش دیتے ہیں — کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

---

[1] ایضاً، ص۔۵۲، ۵۵

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب — آہ عیسیٰ، اگر دوا نہ کرے!
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے؟ — ارے تیرا بُرا خدا نہ کرے
دل میں روشن ہے شمع عشقِ حضور — کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے
جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا — وہی اچھا جو دل بُرا نہ کرے
دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں — کون کہتا ہے کہ اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینہ کو
میں نہ جاؤں؟ ارے خدا نہ کرے![1]

(۱۰)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانیوالے — مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت — بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے — غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
تو زندہ ہے و اللہ، تو زندہ ہے واللہ — مرے چشمِ عالم سے چھپ جانیوالے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی — ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضاؔ نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا[2]
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

(۱۱)

آنکھیں رو رو کے سوجھانے والے — جانے والے نہیں آنے والے
آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام — او درِ یار کے جانے والے
جیتے کیا دیکھ کے ہیں؟ اے حورو! — طیبہ سے خلد میں آنے والے

---

[1] ایضاً، ص- ۶۴
[2] ایضاً، ص- ۷۱

Marfat.com

حسن تیرا سا نہ دیکھا، نہ سنا　　کہتے ہیں اگلے زمانے والے
لب سیراب کا صدقہ، پانی!　　اے لگی دل کی بجھانے والے
ہو گیا دھک سے کلیجہ مرا　　ہائے رخصت کی سنانے والے
خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز　　کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے
کیوں رضا آج گلی سونی ہے؟
اٹھ مرے دھوم مچانے والے[1]

(۱۲)

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے　　بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے
مہ بے داغ کے صدقے جاؤں　　یوں دمکتے ہیں دمکنے والے
عرش تک پھیلی ہے تاب عارض　　کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے
عاصیو! تھام لو دامن ان کا　　وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے　　کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے
شمع یاد رخ جاناں نہ بجھے　　خاک ہو جائیں بھڑکنے والے
موت کہتی ہے کہ جلوہ ہے قریب　　اک ذرا سو لیں، بلکنے والے
دل سلگنا ہی بھلا ہے اے ضبط　　بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے
دیکھ او زخم دل، آپے کو سنبھال　　پھوٹ بہتے ہیں ٹپکنے والے
مے کہاں اور کہاں میں زاہد　　یوں چھکتے ہیں چھکنے والے
کف دریائے کرم میں ہیں رضا
پانچ فوارے چھلکنے والے[2]

(۱۳)

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے!

---

[1] ایضاً، ص- ۷۲. [2] ایضاً، ص- ۷۳، ۷۴

Marfat.com

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالم شباب حال شباب کچھ نہ پوچھ
گلبن باغ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہاں؟
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں، دل یہ ترا گمان ہے

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے[1]

(۱۴)

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ

تو صبح ازل آئینۂ حسن ازل بھی
اے صل علیٰ صورت سلطان مدینہ

دامان نظر تنگ و فراوانیٔ جلوہ
اے طلعت حق طلعت سلطان مدینہ

اے خاک مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنت سلطان مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں درِ دولت سلطان مدینہ

اک ننگ غم عشق بھی ہے منتظر دید
صدقے تیرے اے صورت سلطان مدینہ

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ

---

[1] ایضاً، ص- ۷۹، ۸۰

Marfat.com

اے عالم تکوین ترے اسرار حقیقت — من جملۂ یک آیت سلطان مدینہ
ظاہر میں غریب الغربا، پھر بھی یہ عالم — شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ
اس امت عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا — نازک ہے بہت غیرت سلطان مدینہ
اے جان بلب آمدہ ہشیار خبردار — وہ سامنے ہیں حضرت سلطان مدینہ

کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ

جگر مرادآبادی

(۱۵)

اے از لب صادقت شنیدہ — نادیدہ خدا، خدائے دیدہ
اے مثل تو در جہاں نگارے — نزداں دگرے نہ آفریدہ
اے آں کہ بہ امتزاج کامل — در جملہ صفات برگزیدہ
تو پرتو حسن ذات او، از تو — یک شمّہ بہ دیگراں رسیدہ
اے بے ہمہ خلق و با ہمہ خلق — اے از ہمہ خلق برگزیدہ!
آں خیر کہ بود در زمانت — بعد از تو، زمانہ ہم نہ دیدہ
در عشق و وفا یکے مثالش — نے دیدہ و نے ز کس شنیدہ
امروز ببین کہ مردماں را — کارے بہ ہلاکتے رسیدہ
مشرق ہمہ پُر ز فتنہ و شر — مغرب ہمہ مست و سرکشیدہ
اے آں کہ ز شوق بے نہایت — حق را ہمہ آشکار دیدہ
طے کردہ مراحل و منازل — تا سدرہ بہ ساعتے رسیدہ
وز سدرہ بہ منتہائے قوسین — با عظمت خاص رہ بریدہ
اے آں کہ درون پردۂ راز — از خویش بہ خویشتن رسیدہ
کے عقل تو اں رسد بہ پایاں — ہم عشق ہنوز نارسیدہ
لولاک لما خلقت الافلاک — در مدح تو جان ہر قصیدہ
اے اسم تو حرز جان عاشق — اے ذکر تو نور قلب و دیدہ

Marfat.com

اے بر تو نثار شرم عصیان — اے بر تو فدا دل تپیدہ
یک گوشۂ چشم التفاتے — بر اُمّتیان غم رسیدہ

استادہ بہ پیش بارگاہت
پیرے بہ رخ آستیں کشیدہ
شاید جگر حزیں ہمیں است
از بار گنہ کمر خمیدہ[1]

جگر مرادآبادی

(۱۶)

دل برد از من دیروز شامے — فتنہ طراز ے، محشر خرامے
روئے مُبینش صبح تجلی — لوح جبینش ماہ تمامے
مشکین خطا و سنبل بہ گلشن — لعلیں لب او بادہ بہ جامے
چشمے کہ کوثر یک جرعۂ او — قدرے کہ طوبا شش ادنیٰ غلامے
عارض چہ عارض گیسو چہ گیسو — صبحے چہ صبحے، شامے چہ شامے
آں تیغ ابرو واں تیر مژگان — آمادہ ہر یک بر قتل عامے
برق نگاہش صد جاں بدامن — زلف سیاہش صد دل بہ دامے
ہر عشوۂ او شیریں مقامے — ہر غمزۂ او رنگیں پیامے
از جسم لرزاں، لرزاں دو عالم — وز زلف برہم، برہم نظامے
گاہے بہ مستی طاؤس رقصاں — گاہے بشوخی آہوئے رامے
از بار مینا لرزش بدستے — وز کیف صہبا لغزش بہ گامے

گفتم چہ جوئی، گفتا دل و جاں
گفتم چہ خواہی گفتا غلامے

جگر مرادآبادی

---

[1] محمود علی خاں جامعی: تذکرۂ جگر مرادآبادی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۔ ۳۸

Marfat.com

(۱۷)

قدرت کی آن والے رحمت کی شان والے
تجھ پر جہاں تصدق او پاک جان والے

دونوں جہاں کی نعمت ہے مٹھیوں میں تیری
بوسیدہ کپڑوں والے ٹوٹے مکان والے

ایسے تھے امّی کھولی زبان جس دم
دم بھر میں بے زباں تھے سارے زبان والے

روضہ پہ اے صبا تو جا کر یہ عرض کر دے
مہجور کب تک آخر ہندوستان والے

اک جنبش نگاہ کے سب منتظر کھڑے ہیں
پُر درد قلب والے پر سوز جان والے

جگر مرادآبادی

(۱۸)

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شب تارالست سے
اس نور اولیں کا اجالا تم ہی تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تم ہی تو ہو

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

جو ما سوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا
وہ رہ نورد جادۂ اسریٰ تم ہی تو ہو

پیتے ہی جس کے زندگیٔ جاوداں ملی
اس جاں فزا زلال کی مینا تم ہی تو ہو

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے؟
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تم ہی تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار یثرب و بطحا تم ہی تو ہو

بپتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کسے؟
ہم بے کسان ہند کے ملجا تم ہی تو ہو

ظفر علی خاں ظفر

(۱۹)

تو وہ نبی کہ پھونک دی بزم نشاط کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقص بتانِ آذری

خشک عرب کی خاک سے لہریں اٹھیں نیاز کی
قلزم ناز حسن میں اُف رے تری شناوری

Marfat.com

بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشکِ خضر بنا دیا
سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ رہبری

تیرے سخن سے دب گئے لاف گزاف کفر کے
تیرے نفس نے سرد کی گرمئ مہرِ خاوری

تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستم گری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالِ حق نوا
صاعقہ تیرے ابر کا لرزشِ روحِ بوذری

آئینہ تیرے سوز کا گریۂ عابدِ حزیں
عکس ترے گداز کا سوزِ دلِ آبا ذری

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا
شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدری

تیرا لباس فاخرہ چادرِ کہنۂ بتول
تیری غذائے خوش مزہ نانِ شعیرِ حیدری

جوش تیرے علوم کا وضعِ طریقِ اہلِ دل
جذب تری نگاہ کا رسم و رہِ قلندری

جن کی نگاہ تجھ پہ ہو کیوں نہ رہیں وہ مطمئن
گردِ سخن سے پاک ہے تیری جبینِ دل بری

تیرے نوائے بینوا تیرے حضور آئے ہیں
آنکھوں میں اشکِ بیکسی دل میں غمِ سکسری

آج ہوائے ظلم سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

اٹھ کہ تیرے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا
دیر نہ کر کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

جوش کے حالِ زار پر رحم کہ تیری ذات ہے
شعلۂ طورِ مرحمت شمعِ حریمِ دل بری

جوش ملیح آبادی

(۲۰)

در خیر الوریٰ ہے اور میں ہوں
مرے غم کی دوا ہے اور میں ہوں

مرادوں کو ملی ہے منزلِ شوق
دعاؤں کا صلہ ہے اور میں ہوں

مرے ارماں مچلتے جا رہے ہیں
در حاجت روا ہے اور میں ہوں

خوشا قسمت کہ محراب النبی میں!
کسی کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں

بھرا ہے جس نے دامانِ دو عالم
وہی دستِ سخا ہے اور میں ہوں

درِ اقدس کے آگے دل ہے لرزاں
کہ ان کا سامنا ہے اور میں ہوں

ہوا ہوں بابِ رحمت سے جو داخل
عطاؤں پر عطا ہے اور میں ہوں

Marfat.com

دکھا بہزاد کو ہر سال بطحا
یہی پیہم دعا ہے اور میں ہوں

بہزاد لکھنوی

(۲۱)

مدینہ دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

رہی ہے جو سرگرم ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن، وہ زباں لے کے جاؤں

بھلا دوں جو کاذب ہے روداد میری
جو حق ہے وہی داستاں لے کے جاؤں

نہ چھوٹے کبھی یہ دیارِ مدینہ
یہ حسرت سرِ آستاں لے کے جاؤں

جو تڑپا رہا ہے مری زندگی کو
میں وہ دل کا درد نہاں لے کے جاؤں

نہیں لائقِ نذر بہزاد کچھ بھی!
میں کیا پیشِ شاہِ شہاں لے کے جاؤں

بہزاد لکھنوی

(۲۲)

مدینہ کا فیض و کرم اللہ اللہ!
کہ ہونٹوں پہ ہے دم بدم اللہ اللہ

خوشا آرزوئے دیارِ مدینہ
کہ باقی نہیں کوئی غم اللہ اللہ

نہ دیکھا تو دنیا میں کچھ بھی نہ دیکھا
وہ روضہ، وہ بابِ حرم اللہ اللہ

مری روح پر رحمتیں چھا رہی ہیں
تصور میں ہے وہ حرم اللہ اللہ

بڑی کام آئی جالی کے آگے،
خوشا بخت یہ چشمِ نم اللہ اللہ

تصور کے صدقے جہاں حق ہی حق ہے
وہاں روز جاتے ہیں ہم اللہ اللہ

وہاں دل جھکایا ہے بہزاد میں نے
جہاں ہے وہ نقشِ قدم اللہ اللہ

بہزاد لکھنوی

Marfat.com

(۲۳)

اے مظہرِ ذاتِ خدا، وے مشرقِ نورِ ہدیٰ — اے منبعِ نور و ضیا، وے معدنِ جود و سخا
اے خواجۂ ہر دو سرا، وے پیشوائے انبیاء — اے رہنمائے اتقیاء، وے مقتدائے اصفیاء
ہم مبداءِ عالم توئی، ہم منشاءِ آدم توئی — ہم مظہرِ اعظم توئی، ہم صباحِ کنزِ اختفا
اے جانِ من جانانِ من، وے دینِ من ایمانِ من — اے جانِ من! اے جانِ من، صد جان جاں بر تو فدا
دارم ہوائے روئے تو افتادہ ام در کوئے تو — جاں می دہم بر بوئے تو، اے بر تخت صد جان فدا

---

(۲۴)

وہ جنابِ عقدہ کشائے جاں ، درِ پاک عقدہ کشائے دل
دل و جاں [illegible]ں پہ ہو فدا ، یہ دوائے جاں وہ دوائے دل
جو گزر ہو اس [illegible]رِ پاک پر ، تو بر آئے دونوں کی آرزو
اِدھر اپنا حال سناؤں میں ، اُدھر اپنا حال سنائے دل
تری ہر گلی، ترا آستاں ، تری ذات، تری تسلیاں
یہ برائے تن وہ برائے سر ، یہ برائے جاں وہ برائے دل
یہ دعائیں دونوں قبول ہوں ، تو خدا ہے دونوں جہان کا
تری راہ میں میری جائے جاں ، ترے دوست پر میرا آئے دل
ادھر اس جہاں میں فضل کر ، اُدھر اس جہاں میں نجات دے
یہی عرض تجھ سے ہے کیف کی ، یہی رات دن ہے دعائے دل

نوٹ :- یہ دونوں نعتیں (۲۳، ۲۴) مواعظِ مظہری کے وعظ نمبر ۲ میں شامل تھیں (مرتب)

(۲۵)

اے کہ ترا وجود ہے وجہِ قرارِ دو جہاں — اے کہ تری نمود ہے لطفِ خدائے لامکاں

Marfat.com

اے کہ ترے [illegible] گزار آسمان — اے کہ ترا درود ہے وردِ زبانِ انس و جان

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

تیرے ہی دم قدم سے زینتِ بزمِ کائنات — کون و مکاں ہے نور سے آئینۂ تجلیات
دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات — بھیج رہا خدا بھی ہے تجھ پہ سلام اور صلوات

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

آنکھ میں تیری مستتر شانِ جلالِ عزّ و جل — رخ پہ ترے ضیا فگن نورِ جمالِ لم یزل
فرق پہ تیرے جلوہ ریز افسرِ ختمِ رسل — قلب میں ہے موجزن بحرِ فضیلت عمل

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

جلوہ فگن خدا کا نور تیری جبینِ ناز پر! — جھک گئے جس کے روبرو دیکھ کے کافروں کے سر
تو ہی خدا کا آخری دہر میں ہے پیامبر — تیرا عمل خدا کا حکم، تیرا وطن خدا کا گھر

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ [1]

امرناتھ قیس

سلام

(۲۶)

محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا

تجھ پر خدا کی رحمت اے عازمِ مدینہ — نورِ محمدی سے جب روشن ہو تیرا سینہ
جب ساحلِ عرب پر پہنچے ترا سفینہ — اس وقت سر جھکا کر للہ باقرینہ

سلطانِ انبیاء سے میرا سلام کہنا

ساحل پہ آتے آتے موجوں کو چوم لینا — موجوں کے بعد دلکش ذروں کو چوم لینا
اس پاک سرزمیں کی راہوں کو چوم لینا — پھولوں کو چوم لینا کانٹوں کو چوم لینا

پھر نورِ حق نما سے میرا سلام کہنا

ہو جانبِ مدینہ جب کارواں روانہ — صلِّ علیٰ محمدؐ کا جب لب پہ ہو ترانہ
وردِ زبان ہو جس دم اشعارِ عاشقانہ — جب رحمتِ خدا کا لٹنے لگے خزانہ

---

[1] عبدالمجید خادم: ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، مطبوعہ لاہور، ص - ۴۶

سرچشمۂ عطا سے میرا اسلام کہنا

روضہ کی جالیوں کے جس دم قریب جانا — رو رو کے حال مسلم سرکار کو سنانا
بیساختہ لپٹنا جوش جنوں دکھانا — سینہ سے بھی لگانا آنکھوں سے بھی لگانا
عالم کے دل ربا سے میرا اسلام کہنا

راہ طلب کی لذت جب قلب کو مزا دے — عشق نبیٔ مرسل جب روح کو جلا دے
جب سوز عاشقانہ جذبات کو جگا دے — ہستی کا ذرّہ ذرّہ جب آہ کی صدا دے
والشمس کی ضیاء سے میرا اسلام کہنا

شارقؔ دہلوی

(۲۷)

سلام اے صبح کعبہ السلام اے شام بتخانہ — تو چمکا بزم آذر میں بانداز خلیلانہ
حریم پاک تیرا اک بلند ایوان حقیقت کا — جہاں جبریل بھی ہے مختصر سا ایک پروانہ
کہیں تو زندگی پیرایہ اعجاز لب عیسیٰ — کہیں تو خطبہ فرما اوج طائف پر کلیمانہ
فروغ آفرینش قوتوں پر تیری قائم ہے — کہیں تو شمع محفل ہے کہیں تو نور کاشانہ
کچھ اس انداز سے جلوہ نمائی تو نے فرمائی — بساط دہر پر ہے ذرّہ ذرّہ تیرا دیوانہ
یہ دنیا تیری نظروں میں مثال نقطۂ ناقص — یہ عالم سامنے تیرے بقدر ظرف یک دانہ
معلوم ہے راز غلامی اہل عالم کا — ہے آداب سیاست سے ترے ذہن ان یگانہ
اگر پیرو ترا پھر عالم ایجاد ہو جائے!
تو انساں کیا ساری کائنات آزاد ہو جائے[1]

سیمابؔ اکبرآبادی

(۲۸)

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

---

[1] سیماب اکبرآبادی : کارامروز، مطبوعہ آگرہ، ۱۹۳۴ء، ص - ۲۳

Marfat.com

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود — گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم — نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود — مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں — اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں — اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی — ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود — اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ جھلملائے — ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود — نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

خط کے گرد دہن وہ دل آراء پھبن — سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل — ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں! — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا — چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

جس کے پانی سے شاداب جان وجناں — اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

جن کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حجر اسود، کعبۂ جان ودل — یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا بس غنی کر دیا — موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں — ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں — غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم — اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند!
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
بے بناوٹ ادا پر ہزاروں دردو
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
ان کے موئی کے ان پر کروروں درود
پارہائے صحف غنچہ ہائے قدس
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں "ہاں رضا"
"مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

رضا بریلوی

Marfat.com

مرتّب کی دوسری

مطبوعات

(۱) حیدر آباد کی معاشی تاریخ، (ترجمۂ اردو)، مطبوعہ حیدر آباد، سنہ ۱۹۵۸ء
(۲) تمدن ہند پر اسلامی اثرات، 〃 〃، مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۶۴ء
(۳) شاہ محمد غوث گوالیاری، ، مطبوعہ میرپور خاص، سنہ ۱۹۶۴ء
(۴) دائمی تقویم، (ترتیب و تحشیہ)، مطبوعہ کوئٹہ، سنہ ۱۹۶۷ء
(۵) مظہر الاخلاق، 〃 〃 〃، مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۹۶۸ء
(۶) ارکان دین، 〃 〃 〃، مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۹۶۹ء
(۷) تذکرۂ مظہر مسعود، ، مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۹۶۹ء
(۸) مکاتیب مظہری (ترتیب و تحشیہ)، مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۹۶۹ء
(۹) فتاوی مظہری 〃 〃 〃، مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۹۷۰ء

Marfat.com

مدارج النبوت اردو

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کی

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل و فضائل

حیاتِ طیبہ پر جامع و مانع کتاب

جلد اوّل

اس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیاتِ سابق و آخر اور افضل الکائنات کو دلائل عقلی و الہامی اور اثباتِ فکری اور روحانی سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس جلد میں ان امور پر بھی بحث کی گئی ہے جو شرفِ حسب و نسب، شرفِ نبوت و رسالت، شرفِ ابوت، شرفِ عصمت اور شرفِ معجزات سے متعلق ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ ان خصائص اور فضائل کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔ اندازِ تحریر اور طریقۂ استدلال اتنا پیارا اور دلنشیں ہے کہ بات دل و دماغ میں آتی چلی جاتی ہے اور بہت سے ایسے شکوک و شبہات جو مادیت اور الحاد کے پیدا کردہ ہیں خود بخود زائل ہو جاتے ہیں اور دل و دماغ دولتِ ایمانی سے مالا مال ہو جاتے ہیں ـــــ خوشنما کتابت ـــــ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت، مضبوط پلاسٹک کا خوبصورت کور۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ ـــ آٹھ سو سے زائد صفحات ـــ قیمت صرف چوبیس ۲۴ روپے

جلد دوم

اس جلد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور متعلقات حیات مبارکہ کو پیش کیا گیا ہے۔ طلوع آفتاب رسالت، اہالیانِ مکہ کے شدائد، رسول اکرم کی استقامت، ہجرت، غزوات، سرایے، دربار نبوی کے فیصلے، اصحاب سے آپ کا برتاؤ، غیروں سے حسن سلوک، ازواج مطہرات کے حالات، اولادوں کا ذکر، یہاں تک کہ جس کو رسولِ مقبول سے ذرا سی بھی کسی قسم کی نسبت تھی اس تک کے حالات ایسے دلکش اور پیارے انداز میں تحریر کیے ہیں کہ جنھیں پڑھ کر حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو علم کا بحرِ ذخار تسلیم کر لینا پڑتا ہے جو کچھ لکھا ہے عشقِ رسول میں ڈوب کر لکھا ہے اور جو بھی انھیں پڑھے گا ان ہی کیفیات کو اپنے دل میں محسوس کریگا۔ یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اردو میں اس کے مکمل ترجمے اور اشاعت کا فخر صرف مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ہی کو حاصل ہے۔ اس کا ترجمہ مفتی غلام معین الدین مراد آبادی نے کیا ہے۔ جس کیلئے وہ ہم سب کے شکریے اور تحسین کے مستحق ہیں ـــــ خوشنما کتابت ـــــ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت ـــــ مضبوط پلاسٹک کا خوبصورت کور سائز ۲۰×۲۶/۸ ـــــ ایک ہزار سے زائد صفحات ـــــ قیمت ۲۷ روپے

مدینہ پبلشنگ کمپنی

بندر روڈ، کراچی

Marfat.com